

غالب کے دو سو سالہ جشن ولادت کے موقع پر

# ماہِ نو

قصصی اشاعت





**PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani**

**Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081**



پی ڈی ایف (PDF) کتب حاصل کرنے اور واٹس ایپ گروپ «کتاب کارنر»  
میں شمولیت کے لیے مندرجہ بالا نمبرز کے واٹس ایپ پر رابطہ کیجیے۔ شکریہ

# مرزا غالب کی کیرے سے لگی تصویر



عالم  
مرزا اسد اللہ خان

یہ تصویر آپ کی وفات سے تین چار ماہ پہلے آنکلی گئی :



مرزا اسد اللہ خان

## چند تلامذہ غالب



مرزا اسد اللہ خان



مرزا اسد اللہ خان



مرزا اسد اللہ خان



مرزا اسد اللہ خان

# ماہ نو

## نذر غالب

3 طاہرہ امجد

نذر غالب

## مضامین نو

9 ڈاکٹر سعید رحیمی

تعلیم غالب انیسویں صدی میں

7 جینٹل کمرلین

غالب کا دور سوانحی نظم و انضام

10 ڈاکٹر سلیم اختر

غالب اور عصری معنویت

18 ڈاکٹر سعید رحیمی

جینٹل اور طاقتور نواز کے قزاق

25 مرزا علی بیگ

قزاق غالب

37 ڈاکٹر حضرت کاظمی

سوانح غالب سوانح کی روشنی میں

45 ڈاکٹر جم احمد

غالب اور فلسفہ و فطرت

51 ڈاکٹر نجیب بھٹی

غالب کی تخلیق کار

57 جم شمس کاظمی

غالب اور آئینہ

66 اہلسان مہدی

رنگین سوانح کی روشنی میں

## ماہ نو اور غالب

80 ڈاکٹر سعید رحیمی

ماہ نو کا جڑی سوانح غالب

92 ارباب

ماہ نو میں غالب: کیا لکھا گیا؟ ایک جائزہ

95 محمد

ماہ نو کی

96 طاہرہ امجد

انتخاب شعر

97 سوانحی نظم و انضام

غالب کے شعر

102 سوانحی نظم و انضام

ماہ نو غالب اور

108 احمد شمس کاظمی

غالب کا سوانح کی تخلیق کار

نگران باغی

سعید طاہرہ رحیمی

چیف ایڈیٹر

پیرینا ملک

ایڈیٹر

صفیر بلوچ

مارچ 1998ء







## مرزا غالب

نظر انداز تیری ہستی سے ید روشن ہوا  
سچے پر پرغا تجھ نسل کی دہائی آگیا  
تھا سلا لاج تو، بزمِ سخن پہ سیکر تھا  
زیبِ سخن بھی رہا بھٹ سے پنہاں بھی رہا  
دید تیری آنکھ کو اکسٹھسٹھس کی نمود ہے  
ہی کے سوزِ زندگی ہر شے میں چھتو ہے

محلِ ہستی تری برہم سے ہے سروا ہے اور  
جس میں تندی کے نعروں سے سکوت کو رسوا  
تیرے فردوسِ سخن سے ہے قدرت کی بشار  
تیری کشتِ فکر سے اُگتے ہیں عالمِ سبز و دار  
زندگی مغربے تیری شوقِ تحسین میں  
تنبہ گویائی سے خشبِ جلالتِ تصویر میں

خلق کو سونا زہیں تیرے لبِ اعجاز پر  
موجِ حیرت ہے ٹپا رہا فست و بردِ اذہار  
شاہِ مضمونِ تصدیق ہے تھے انداز پر  
خندہ زن ہے غنچہ ولی کی شہِ راز پر  
آہِ ترا بھڑی ہوئی دلی میں آسید ہے  
گلشنِ دلیر میں تیرا سرمِ خوابید ہے

لطفِ گویائی میں تیری ہسری ممکن نہیں  
ہر تحلیل کا نہ جب تک فکرِ کالِ ہم نشین  
ہے باب کیا برکتی جہنمِ تناسل کی نفوس  
آہِ بے نظارہ آئینہ محاکاتِ ہیرا  
گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شان ہے  
شعِ یسودائی دلِ سوزائی پڑا ہے

ایسے جہانِ آباد بے گوارہ مسلم و ہنر  
ہی سراپا کا رخا خوش تیرے ہام و در  
فتنے فتنے میں تھے خوابید ہیں شمس و قمر  
یوں تو پشید ہیں تیری خاک میں دھوکوں گھر  
دلی تجھ میں کوئی غمخوار دایا ہی ہے  
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آباد یا ہی ہے

## ہے کہل تمنا کا دوسرا قدم یارب

غالب کے تخیل تک پہنچنے کے لئے آج تک جو کوششیں کی گئیں ان سب پر غالب ہی کا یہ شعر منطبق ہوتا ہے کہ ہر دور میں اہل فکر کو اس کی بے پناہ شعری قوتوں کے کسی نئے پہلو کا لوراک ہوتا رہا ہے۔ صدیاں ہونے کو آئیں فکر غالب کی جلوہ نمائی اپنے نئے مقام پر مطالب کے ساتھ ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ماہ نو کے زیرِ نظر شمارے میں جہاں مضامین نو غالب کی ملاحاتوں اور تخیلوں کی ایک سو سی صدی کے ساتھ مطابقت کا جائزہ لیتے نظر آتے ہیں وہیں ہم نے کوشش کی ہے کہ ان نثریادوں کو بھی یکجا کر لیا جائے جو ماہِ نو ہی کے مختلف شماروں میں نکھرے ہوئے تھے۔ اس مشکل کام کو ڈاکٹر سید مصین الرحمن نے ہمارے لئے بے حد آسان کر دیا کہ ان کا کتب خانہ غالب سے ان کی محبت کا منہ پوتا ثبوت ہے۔ لواں ان کا بے حد مشکور ہے۔

۱۹۶۹ء میں جناب رفیع خوروں کے زیرِ ادارت ماہِ نو کا انتخاب غالب شائع ہوا تھا۔ ہم نے اس انتخاب میں شامل نہ ہو سکتے والے چند مضامین کے ساتھ ساتھ ۱۹۶۹ء کے بعد شائع ہونے والے مضامین میں سے بھی انتخاب کیا ہے۔ اس کے ساتھ مکمل دیوان غالب کی شمولیت سے تنقیم غالب کے امکانات روشن ہوتے ہیں۔

اس سب کے بخیر و بے

ہم نے دشتِ اہل کو ایک قصہ پاپلیا

بحرِ دیبِ مدح





## ڈاکٹر وحید قریشی

## تقسیم غالب ایکسویں صدی میں

تقسیم غالب ہر دور کا مسئلہ رہا ہے۔ غالب کی عظمت اس میں مضمر ہے کہ وہ ہر زمانے کی فکری اور جذباتی ضرورتوں کو پورا کرتا چلا گیا ہے۔ وہ زندگی کی مرکب صورتوں کا ارتعاش ہے۔ بڑھتے گہجٹ اور نرم و نازک احساسات کا بیان جدید صورتوں کا متقاضی رہا ہے۔ ہر دور نے غالب کی یہاں لپٹ عصری رجحانات ہی کے حوالے سے کی، اسی لئے غالب مشکل پسندی کے بغیر آج بھی زندہ ہے۔

اصلی غالب کے پہلے ہاتھ، شعر ہی ہیں۔ ان کے عہد میں اردو زبان و ادب کا رشتہ فارسی سے جڑا ہوا تھا۔ اصل نے غالب کے اردو اور فارسی کام کو یک جا کر کے دیکھا اور فارسی کے قدیم شعرا کے حوالے سے غالب کی حیثیت کی۔ اصل کا عہد مصلحتی اور اصلاحی ادب کا علم بردار بھی تھا۔ کام غالب میں نیچر کی حاشی کا اصل اسی رشتے سے ملتے آگے کام غالب میں فطری جذبہ و احساسات کی شہادت انہیں عصری مضمون ہی کے حوالے سے ہوئی تھی۔

تیسویں صدی کے لوہاں میں بکنوری نے مغربی ادب کے حوالے سے غالب کے اردو کام کو جاننے کی سعی کی اور اسے عظیم شاعر کا مروجہ دانے ہوئے اس کا مقابلہ دینا کے عظیم جزم سے متاثر ہو کر لکھا۔ یہی دور سائنسی طوم کی ترقی کا بھی تھا۔ چنانچہ غالب کے اہلکار سے کشش فطرت کے غاروں کی حاشی عموماً فطری بکنوری ہی نے شہرہ کی اور متعدد ذیلی شعرا کو اس کے سائنسی شعور کا اظہار قرار دیا:

ہند بھر میں تو ایک مل چکے تھوڑے توں وہ بھی

سو رہتا ہے یہ انداز بیکین سرخوں وہ بھی

یہی حاشی و نتیجہ عصر کے اس پاس جب دہلا میں سائنسی طوم کا درجہ ہوا تو انھوں نے محض غیر شہادت کا سبب بنی گئی۔ بچنے پر ہی انہیں ترقی اور کراچی نے ایک کتاب جزمیوں کا سائنسی شعور" شائع کی۔ جس نے غالب کے سائنسی شعور کی حاشی کرتے ہوئے اسے سائنس دانوں کی صف اول میں داخل کیا۔ ظاہر اس عمل کو تنقید کی حق تعریف ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

بکنوری کے بعد غالب کے نقادوں میں ڈاکٹر لطیف نے شہرت پائی۔ بکنوری نے عظیم شہادت سے سوانحی کی طرح دہلی تھی یہ صورت حال کچھ زیادہ ہی مبہم سمجھ تھی۔ ڈاکٹر لطیف دہلی سوانحی انتہائی طرف لگ کر سمجھ انہوں نے انگریزی ادب کے بحر مطالعہ کی بنا پر غالب کی عظمت کا حقین قدر داری کے حوالے سے کیا اور کام کے حدود سے بچے کو اہم تسلیم کیا۔ یہ دور مطلب سے استفادے کا بھی تھا اور مروجیت کا اور بھی لطیف نے غالب کے بارے میں کسی قدر لچریت کی روشنی افکار کی تھی۔ تیسویں صدی میں ادب مغربی طوم نے بے انداز وسعت اختیار کی یہ اثرات طوم سے ہی متقبل ہوئے تو شہرہ کی اور افضل کا احساس تھا چنانچہ یہ دور مرید میں ہوں کی جگہ عمل اور حرکت نے لی تھی چنانچہ تیسویں صدی میں کام غالب کے وہ مجھے زیادہ اہل توجہ نصیب۔ جن کو زندگی سے بڑا قانون کے بارے زندگی کے تعلقات پہلو زیادہ اہم سمجھے گئے۔ تعلیمات تغیر کا سلسلہ قسط کام غالب (حرکت جزائی) تک جا پہنچا۔ غالب فطرتی شعر کے روپ میں لکھاں ہے۔ وہ سارا پہلو زندگی اور اس کے تجربات کے بارے میں تعلیمات موجدوں تھیں ہر غالب کو ایک جہاں وہ دانشور کے طور پر دیکھتی ہیں۔ یہی روش بعد میں غالب اور دعوت جیسے موضوعات کی حق کا سبب بنی گئی۔

تیسویں صدی کی تیسری دہائی میں کام غالب کے فکری پہلوؤں کے مطالعہ عمل اور حرکت پر بھی لہر دیا گیا اور غالب کے اس طوم کے شعرا پرند کے چہلے گئے۔

در پاپہ بہ غزل پیش خدمت نصاب  
 کہ شہتہ میں پائے سر بہ سر درد و دوا  
 دلوں میں دانستے پھرنے کے ہم نہیں فاکل  
 یہ آگہی سے در پاپہ نہ پھر کر کیا ہے

قرنی پنہ قرنیک کے دانستے میں سیاسی شعور، ملتی شعور، کتب دانستے زندگی کی باتیں ہوتے تھیں نصاب کے ملتی شعور کے چہرے بہت  
 ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۹ء تک کا دور مطالعہ نصاب کا یہی انوار تھا جس میں ملتی شعور اور حرکت و عمل کے ایک سے لڑاؤ دانستے  
 دانستے کتب اس کے علاوہ نصاب کی انسانی زندگی کے بھی بہت سے گوشے کھلے گئے اور نصاب کو ایک قرنی پنہ شعر تسلیم کیا جانے لگا۔  
 اس دانستے میں مطالعہ نصاب ادبی کی پہچانت کی قرنیک لکھی۔ نصاب کے انسانی تجربے کے گئے اور اس کے شعور کے تبدیلی  
 پہلوؤں پر توجہ ہوئی۔ اس طرح نصاب کی پہلوئیں پر مخصوص توجہ کی گئی۔ اس سے تقسیم کی ایک نئی بہت دانستے گئی۔  
 ہر قرنیک نے پھر نصاب کو اپنے اپنے رنگ میں دکھا اور اس کی تقسیم کو اپنی ہی صوری صورت ملنے کے ساتھ منسلک کیا۔ قرنی ہم  
 نصاب کا مطالعہ ایک دوسرے دانستے سے کرسٹہ پر جگہ رہی۔

وسط انشائیائی ریاستوں میں گزری اور مادی سلطنت کے انقلابی طور پر سمٹ جانے کا دفتر دنا کے لئے نئی سیاسی حالت کا پیش  
 کردہ ہے۔ اس بدلتی ہوئی حالت میں کام نصاب کا ایک نیا رخ دانستے آئے گا۔ نصاب کی قرنی ملتی اور ملتی شعور کی قرنی سے مختلف تھی۔  
 قرنی اور اس کے ساتھی جس قرنی کے سرخیل تھے اس میں خاصیت اور بغول قرنی کو کیجوری و چاقا کی حالت کی تبدیلی تھی۔ گویا نصاب  
 کی شعوری وسط انشائیائی حوالہ کی زندگی کسی جا نہیں ہے۔ اس کی فاری شعوری دانستے وسط انشائیائی رنگ کی ہم حال ہے۔ نصاب کی فاریت  
 سے انشائیائی کی فاریت کا تعلق تھا۔ انشائیائی کی فاریت بھی اسی 'انسانی' انشائیائی اور وسط انشائیائی سے رشتہ استوار کرتی ہے۔ دونوں  
 شعور کے اپنی مہر کا پتھر حصہ فاری شعور کو ملتی میں صرف کیا۔ اس کا قدری وسط انشائیائی اور اسی ہی کا قدری قہر وہ اپنا کام اس علاقوں  
 تک پہنچانا چاہتے تھے۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء تک (۱۹۳۸ء) نصاب نے زیادہ شعوری فاری زبان ہی میں کی۔ انشائیائی بھی زیادہ از فاری زبان میں  
 شعور کے رہے۔ دونوں نے وسط انشائیائی شعوری دانستے کو پیش نظر رکھ کر مطالعہ نصاب آج دور سے لے کر اس اعتبار سے بھی سونوں اور  
 مناسب بنا ہے کہ نئی سیاسی اور ملتی زندگی میں مطالعہ سیاسی اور قرنی رشتے اسی 'انسانی' انشائیائی اور وسط انشائیائی کی زندگی زندگی سے اپنے  
 تپ کو مراد کرنے کے عمل میں شریک ہیں۔ ایسے میں نصاب اور انشائیائی کے کام کے وہی پہلو زیادہ اچل توجہ ہوں گے جن سے قرنی  
 اور جذباتی اشتراک کی راہیں کھل نکلیں ہوں۔ نصاب اور انشائیائی کا قدری کام جیسے ملتی تمام قرار پانے کا لیکن اس کے فرد کام کے وہ حصے  
 بھی دور سے قرنی اور جذباتی دونوں کی تبادلی کر رہی گئے جن کا ابتدائی رخ وسط انشائیائی دانستے کی طرف ہے۔ اسلوب نصاب کی فاری  
 آہستہ کے مطالعہ زندگی کے وہ مظاہر زیادہ اچل نظر آئے ہیں جن کا تعلق اس مناسک کی قرنی زندگی و فاری زندگی کی ان قدروں سے  
 ہو گا جو ہم میں اور جن میں مشترک ہیں۔ تقسیم نصاب کو آج ایک نئے پہلو سے ملتا ہے۔ ایسے میں کام نصاب کو کئے دوسرے سے دیکھنا  
 ہو گا۔ جسے تو ہمیں مخصوص ہے، ہے کہ انیسویں صدی 'جدید' نصاب اور انشائیائی کی زندگی و فاریت کی صدی ہو گی۔

## غالب کا دو سو سالہ یوم ولادت

غالب کا دو سو سالہ یوم ولادت پہلی بار منایا جا رہا ہے۔ پہلا ایک سو سالہ یوم ولادت تو ہر بڑے شاعر کی پار میں منایا جاتا ہے، غالب کے بارے میں منایا نہ جاسکا تھا کہ پہلا ایک سو سالہ یوم پیدائش دسمبر ۱۸۹۷ء میں چڑا تھا اور یہ دن تو ایسا تھا جب ۱۹۵۷ء کو گزرنے پانچس سال ہوئے تھے اور لوگوں کے دلوں میں پادشاهیِ نسلے کی بھی یاد پاتی تھی۔ یوم ۱۹۵۷ء میں ملک وکٹوریہ کی گولڈن جوبلی منائی گئی تھی اور کسی کو غالب کو نسلے کا شاخے چیلل بھی نہ آیا ہو گھاس گئے ایک سوال یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ۱۹۵۷ء میں غالب کا حکم کیا تھا؟ اور اس کاہن کہیں نہیں منایا گیا تھا؟ غالب کے حکم کو مولانا حالی کے مرنے کی روشنی میں دیا جاسکتا ہے جس میں کہا گیا ہے:

ایک روشن دماغ تھا نہ وہ شرمیں اک چراغ تھا نہ وہ

دلک مئی دگر غالب شو  
اسد ظہر ظن غالب شو

طوری کا یہ شعر نہ صرف حکم غالب کی وضاحت کرتا ہے بلکہ اس کا دو سو سالہ ولادت غالب کی تاریخ بھی بتاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس مولانا حالی نے اپنے مرنے میں غالب کو روشن دماغ اور شعر کا چراغ کہا تھا تو ۱۹۵۷ء تک صدی کا شہرین چکا تھا اور نسلے کی جو مثل و صورت رہا ہوئی تھی اس میں مظہیر کا تصور بھی مفقود تھا اس لئے اگر خیال کیا بھی ہو گا تو اسے عملی جامد پستلے کے لئے موقوف اور وقت حسب حال دکھائی نہیں دیتے ہیں گے ۱۹۵۷ء میں امر ہے نہ صورت کا ہے کہ غالب کا دو سو سالہ یوم ولادت طوری آزاد دیا میں کیا ہے پاکستان میں کیا ہے اور پاکستان کی گولڈن جوبلی کے وقت آیا ہے۔

گزشتہ ایک سو برس کے دوران غالب پر دیا کم ہوا ہے اور غالب کو چین کا قادیانی دنیا سے اختلاف بھی کیا گیا ہے۔ ایک سو سالہ برسی کے موقع پر اس کی زندگی اور شاعری کا وسیع پیمانے پر ذکر ہوا تھا اور غالب کی اردو شاعری کے انگریزی تراجم بھی شائع ہوئے تھے لیکن خاص امر یہ ہے کہ اس کی سوانح حیات کا جو تکڑا ہوا ہے یہ گار غالب سے لے کر دلف رسل کی تھیلیف غالب کی شاعری اور زندگی (۱۹۹۹ء) تک حیات غالب کے عشق گمشدہ ہیں اور غالب کی پیدائش اور ملی عکساتی کے حوالے سے اس کے عہد کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غالب کی شخصیت کا کوئی پہلو اب انھوں سے فوجیں نہیں ہے۔ غالب اپنے عہد کی فکری دی کے لئے ایک بے حد انھیں لیکن فہرین کر ظاہر ہوا ہے۔ شخصیت کے ساتھ ترقی استعدادیں کر بھی رہا ہوا ہے اور اس کے درجے اور اس کی عدا سے تاریخ اور تہذیب کے حق کو اور میں داخل ہوا بھی ممکن ہوا ہے جو دماغ ہوتے ہوئے اسلامی ہندوستان کی یادداشتوں سے نقل رکھتے ہیں۔

محب بات یہ ظاہر ہوئی ہے کہ غالب اور اسلامی ہندوستان ایک دوسرے کا پس انداز میں گئے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تحریفی کا ذہن غالب کی زندگی کے ساتھ ختم ہوا ہے اور غالب نے ختم ہوتے ہوئے نسلے کی دروازہ صرف دھن میں دیا کی ہے بلکہ اس کے خطوط میں بھی ذکر کیا ہے۔ تاریخ کی انھوں میں ۱۹۵۷ء کا ذکر آتا ہے اور ان مسلمان پادشہوں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے برصغیر پر طویل عرصے تک حکومت کی لیکن ذہن عوام آئے دالے سلاں کو دیکھتا ہے اور اس کا پان مسلمانوں کی طرف اپنا گزرتا ہے۔ خاص برصغیر کے ساتھ دور سے دور تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی صورت اسلامی ہندوستان کی ہے جو آزاد ہندوستان میں آزاد قلم ہی چکا ہے اور اگلے

سکھائی اور کلہوں میں بھی برصغیر میں مسلمانوں کی تحریکی کے لئے کام نہ کر رہا تھا۔ اس لئے یہ بھی محسوس کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی حدود میں داخلہ دینا دشوار ہے۔ اور شاید ایک وقت ایسا بھی آجائے جب اس کا ذکر بھی ایسا نہ رہے اور اسلامی حدود میں داخلہ ہونے کے خلاف ہونے والے مسئلے میں کم ہو جائے۔۔۔ ایسے سرائیسے کو غالب کا تدریجی دعوہ داکتا ہے۔ غالب کی عظمت اور عظمت دہائی ہے جس کے آئنے واسطے سرور اور نسل کے ساتھ جہاد ہونے کی خصوصیت دیکھی ہے اور یہ کہ نسل نہ ہو گا کہ جب تک غالب موجود ہے اسلامی حدود میں داخلہ سے محروم ہو سکتا ہے۔ غالب کے ذکر کے ساتھ اسلامی حدود میں داخلہ ہونا جیسے شرف گزرتی ہوئی مسلمانوں کی دستچوں میں بہت کم افراد کو حاصل ہوا ہے جس اعتبار سے غالب برصغیر میں مسلمانوں کے باطن اور حق کے لئے واسطے نازوں کے مابین ایک پتھار واسطے کے طور پر دھکا ہوا ہے۔

مہمان ہو کے جاؤ گے چاہو جس وقت

میں کیا وقت نہیں ہوں کہ ہمارا کسی نہ سکھوں ؟

سورج مری کے نکلنے سے غالب کے مسئلے میں ایک اور ساقی بھی عروج کیا ہے۔ اور انہی حکومت اور انکار کا احوال شکستہ اور مٹی ہوئی حالت ایک ایسا ماحول جس کو ایک عام شخص زندگی گزارنے کے لئے بے حد تعقید دیکھ لیتا ہے۔ ایسے نسل میں شاعری کیا دوسری جگہ ہے؟ یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا ایسا ماحول تھا جس میں شاعری ممکن تھی؟ یہ وہی نسل ہے جس کے آثار میں بچے شہد کھاتے ہیں۔

اب کیا عرش غالب دا

برا مل ہو یا بلبل دا

بچے شہد کا یہ شعر اسلامی بلبل کے دامن سے نکلا ہے۔ اور غالب کا یہ شعر مہمانہ اور اسلامی ہے۔ جس میں اس نسل کے احکام کا ذکر کرتا ہے۔

دارا فرق صحبت شب کی غلی ہوئی

اک شیخ نہ گئی حتی سدا بھی غولی ہے؟

غالب کی عظمت اس امر میں ہے کہ وہ اپنے نسل کی کیفیات کے آگے گئی مارتھیں ہوا اور فی الحقیقت نے اسے خلاف نہیں کیا جو کسی بھی شخص کے لئے میرا کتا جیت ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنے عہد سے باہر تر اور باہر تر مارتھیں کو جان کر کہنے میں کہہ رہا تھا۔ وہ نسل کی سرحدوں سے کہیں دور گزر گئی تھی۔ تمام حیرت کی بات ہے کہ کسی نے غالب کو قرابت کا احترام نہیں کیا اور نہ اس کی شاعری کو عہد کے لحاظ سے قرار کیا ہے۔ اپنی سورج مری میں وہ نسل کے بے حد قہر و دہش اور غلو میں اور فی الحقیقت میں آیا ہے جہاں وہ کھاتا ہے۔

حشر ط ۲ ۱۱۱ ۱۱۱ خاک

تکڑوں میں ہے ہر مسلمان ۲

کہا گیا ہے کہ غالب کی سورج مری ایک عجیبہ خصوصیت کی مدد دیکھتی رہی ہے اور یہ بھی کہ اس میں شاعری میں عہد کے بارے میں واضح عقیدہ صرف تو شاعر کی علم میں تھا ہے۔ جو اس کے کسی دامن اند میں شامل نہیں ہے جس کا ایک شعر کہو دہ پہلے لکھ لکھا گیا ہے۔ اور اس کا پتہ شعر ہے۔

بک لعل ہونے ہے اک

رخ ہر جہاں ۱۲

میں محبت میں کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ملتا کہ جس نوع کی شعری غالب کے لئے کام میں ہے اس کا اپنے عہد کے ساتھ کیا رواج رہا ہے؟ شعری کی زبان غزل کی ہے اور غزل اس تہذیب کے استثنائی موزن کی حامل ہے جس کی فرمانبرداری کے دن اپنے اختتام کو پہنچ رہے تھے۔... میں نے یہ سوال بھی برابر کاہم ہے کہ غالب اپنی غزل کے ذریعے کون سے قریب اور کس ادارات کا ذکر اور عقیدہ کو دیا تھا جب کہ فقہ بدل رہا تھا؟ ایک دور نوٹ پھوٹ رہا تھا اور دوسرا دور نقل و حرکت گہری میں مصروف تھا۔ اس مسئلے میں یہ سوال بھی ضروری ہے کہ جب ہم غالب کی عظمت کا ذکر کرتے ہیں تو کیا وہ اپنی شعری کے باعث عظیم ہے یا سوانح عمری کے حوالے سے کسی عظمت کا حق دار ہے یا عہدہ کے ساتھ کا بھی گوارہ کرنے کی وجہ سے عظیم ہے؟

غالب کی شعری کی ایک غلطی یہ دکھائی دیتی ہے کہ اس تک پہنچنے کے لئے ایک طویل سفر ادا کرنی نہیں ہے کہ ہم فقہاء کو چاہیں اور سلیس کے فقہاء کیا کہتے ہیں بلکہ وہ طرف ہنگامی ضروری ہے۔ یہ کہ غالب کتنا ہے اس میں اپنی آواز کو چیل کرنا بھی ضروری دکھائی دیتا ہے۔ غالب کے فقہاء اور ہماری کی طبیعت دونوں کے باہم ملنے سے غالب کا کام نکلتا کرتا ہے۔ ایک غلطی یہ بھی ہے کہ غالب زندگی کے بے حد قریب سے ہمارا کا گردناؤ نکھڑے اور ہمارے اپنے اضمحلال کے ذریعے ہی مرادھن کو دہرا کر رہا ہے جو انھوں کے پے سے چلتی ہیں۔

شعر ایک شعور ہے۔

نہ کہ دھنوں کو تہذیب داری

تجے کس قہر سے ہم دیکھتے ہیں؟

ہمارے مسئلے کو دیکھنا شروع کیا ہے۔ اسے کتنے دیکھنے والے محبوب رہا ہے؟ یہ گلی نہ کر۔... دنیویہ و دنیویہ لیکن اگر ہم تجزیہ کو استہدا سمجھیں اور اس تہذیبی عہد سے سلیس تلاش کریں تو غالب کا عہد تھا تو اس بات تک پہنچیں گے کہ کائنات ایک کائنات ہے جس میں وہ خود متعلقہ ہے۔ غیر غالب سے وقت بدلی تھی بھی مر رہا ہے۔ اس لئے یہ شعر کہہ رہا ہے کہ وہ اپنا جان رہا ہے۔

تو اپنے آپ کو محبت سے نکال دیکھ

بلکہ یہ دیکھ کہ ہم تجھے کس قہر سے دیکھتے ہیں؟

اسی غزل کا یہ شعر دہرا رہا ہے۔ یہ اس غزل کے باطن میں کہتا ہے۔

جس تیرا عقل قدم دیکھتے ہیں

خیالیں خیالوں ازم دیکھتے ہیں

اس غزل کا آخری شعر شاعر کے ہر سادہ کو ظاہر کرتا ہے۔

دل کو نصیبوں کا ہم بھی غالب

نکشانے دل کرم دیکھتے ہیں!

غالب کی یہ غزل ہماری کو مکالمے کی دعوت بھی دیتی ہے۔ لیکن قدم کے ساتھ خیالیں خیالوں کی تکرار سرگوشی اور دھندلے صرست کا انداز کرتی ہے۔ دل کرم کی تہذیب میں صفت کرنی کا عہد ہے اور نصیبوں کی تہذیب سے دل طلب مر رہا ہے۔... غالب کے کام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے الفاظ ادا ہو کر ان مطالب کو بیان کرتے ہیں جو ہماری کے دامن میں گھسکتے ہیں غالب ہمت ہار کر رہا ہے لیکن اٹھارے میں خائفی کے مراحل کرتا ہے۔ یہ ہماری کے شعور میں سوسا رہتا ہے۔... غالب کا کام ہماری کے مسئلے کی مدافعتی میں اپنی صفت آ نکلیں کرتا ہے۔ لیکن یہ عظمت کس اوجیت کی ہے اور کیا اس کا ساتھ ملتا ہے؟ ہمارا اور حقیقت کو غالب کیسے بیان کرتا ہے؟ یہ ایسے سوال ہیں جو مطالعہ غالب کے ایک سے دور کا کھڑا کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر

## ”غالب اور عصری معنویت“

پچھتے ہیں وہ کہ غالب کہیں ہے  
کوئی غلط کہ ہم گناہیں کیا

غالب کے اس شعر کا تعلق بہتر سوال محض اس کے سامنے اور طاق کے سامنے تک محدود رکھا جائے اس لئے کہ کسی تحقیق کار کی پہلی بات یہی ہے اس کی طبیعت سے مشروط ہونے کے برعکس مستقبل سے مشروط ہوتی ہے۔ کیا وہ اپنے دلی فطرتوں کے لئے بھی ایسا ہی جتنی جہت ہو سکتا ہے، جتنا وہ زندگی میں اپنے ماحول کے ساتھ پہلے پہلے کے لئے تھا؟

آج کے لئے غالب بہت کم ہے۔ مگر اس کا اپنا کیا حال تھا؟ — مستقبل ہی کی زبانی

نہ جہانوں کی فضا نہ بے کی پیدا !

مگر نہیں ہیں مومے بھلے میں مٹی نہ کسی

تارے شعر میں اب صرف دل لگی ہے سر

کلا کہ قائم عروجی ہر میں خاک نہیں

”اگرچہ ایک نہ ہوں مگر مجھے اپنے اعلان کی قسم میں نے اپنی نظم تحریر کی دوا دواں دلچست

پائی نہیں۔ کپ ہی کہ آپ ہی سمجھا فائدہ دی، آواز کی دہلیز و کرم کے وہابی میرے غائب

ہے مجھ میں بھروسہ ہے۔ یہ قدر بڑا ایک قصور میں نہ آئے۔“

سمت گرد لگی ہے تھوڑی سی ابھی گرد جالے گی۔ ابھی گرد جالے گی، میں تو یہ

کبھیوں کہ مٹی کے قصائد کی شہرت سے مٹی کے کیا باقی لایا ہو میرے قصائد کے اشتہار

سے مجھ کو طبع ہو گئے صدی لے پوچھنے سے کیا بھل چلا۔۔۔ لفظ کے ساتھ کہ ہے موصوم

ہے موصوم ہے نہ ختمی ہے نہ ختمی وہ ہے نہ قصیدہ ہے نہ قصیدہ ہے یا موصوم لفظ۔“

یہ وہ غالب کہ ماہ قاسم کے بارے میں اردو تنقید میں ————— اقبال کی سبقتی شکل سے قطع نظر ————— سب سے زیادہ گستا

کھا لاکر اب ”معاذات“ نے مصروف اصطلاح کی صورت اختیار کر لی ہے۔ مورد شعری کا حیثیت گہری مبالغہ کر کے اگر عظیم تخلیقی

خصیصہ کی نکتہ دہی مضمود ہو تو فی مصلحتی فی شعر حاصل ہو تا ہے۔ اصل میر غالب اقبال ————— اپنی صدی کے ساتھ، ہم قرار پاتے ہیں۔

اس ضمن میں یہ سوال قیادی حیثیت کا حامل ہے کہ کن خصوصیات کی وجہ سے شخصیت اپنے صحر کی حدود خدا سے ملتا رہ کر بدلنے

شعری ذہن، خطی تنقیدی پڑھوں اور تخلیقیاتی فکر میں تبدیلیوں کے بعد بھی ہر صحر کے لئے ماضی اور مستقبل طبع ہوتی ہے؟ کیا یہ ذہنی

اوصاف کے باعث ہوا ہے؟ کیا یہ شعریات نے سے مشروط ہوا ہے؟ کیا شعریات و نظم اس کا خاص قضا ہے؟ کیا اسلوب کی تخلیقات سے یہ

فکر ہے؟ ماضی لفظ کو اب کا ہم ترین اور سب سے زیادہ کلام ہے۔ سوال اپنے دامن میں محدود سوال لئے ہے۔ اپنے سوالات وہ قوم ہونے کے

بعد بھی انفرادی حیثیت میں ”مخل“ لگی جیت ہوتے ہیں۔





سے منظر کرنے کی صلاحیت کا پلٹا پٹا دوم ہے۔ کہ جس میں تو بے لیلیٰ کہیں ہیں ؟  
منظر میں جتنی زیادہ ہامیت اور کمائی ہوگی اسی نسبت سے مستقبل قریب اور ہر مستقبل بعد میں ہیں

دیکھنا قریب کی لذت کہ ہر اس نے کہا  
میں نے یہ چاہا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

مگر چم کے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتا !

سوال یہ ہے کہ منظر میں گویا ہی میرے دل میں ہے "توئی شخصیت کیسے پیدا ہوئی ہے اور تھے منظر کی ہامیت اور کمائی سے  
تصویر کیا جاتا ہے وہ کس قسم کی عہدوں سے ہے؟ اس ضمن میں اسامی نسبت افزہ و اقلیت اور زندگی کے بارے میں اس دور کا حاصل  
ہے وہ اسلوب کی مبالغہ کے ذریعہ سے اظہار پا کر دہن کو متاثر کرتا اور اسلوب پر اثر ہوتا ہے اس دور کی تحلیل میں  
حاصل حلقہ "صوف" نظریہ "حیات" متعدد عناصر افزائی یا محروانی صورت میں نقل کرنا اور اس کے ساتھ ہی میں نہیں بلکہ یہ مختلف شعراء  
کے ضمن میں رنگ غن کی حیثیت کا باعث بھی بن چکے ہیں جیسے صوف (درد) محل (غالب) حلقہ (فعل) نظریہ حیات (شیریں) کہ اس انداز کی  
شاعری ذہن اور تخیل ہماری کے لئے ہوئی ہے جب کہ دلی اور ہماری شاعری میں اگرچہ اصل حلقہ اور صوف بھی مل سکتا ہے لیکن ان  
کے پاس ایسے شعراء کی تعداد کہیں زیادہ ہے جو اسلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ واضح کرنے کی ضرورت تو نہ ہوتی چاہے کہ  
حیثیت عہدیت اور حیثیت اصالتی انداز کوئی سے مشروط ہوتے ہیں۔ دوسری قسم شعراء سے الگ نظریہ گہرا کہی ہے جس کی شاعری "تک  
دل شاد کیا" کے دور پر مبنی ہے۔ اس دور میں اسلوب کی شاعری کرتے ہیں جب کہ نکتہ شاعری شعراء کی انوکھ اسلوب سے زیادہ کر  
نہروں کی شاعری کرتے ہیں۔ اس دور میں اسلوب کی شاعری کرتے ہیں جب کہ نکتہ شاعری شعراء کی انوکھ اسلوب سے زیادہ کر  
دلی۔ جتنی عظیم موزی اور یہ تمام حقیقی شخصیت ہوگی انہی پر مبنی اور رنگ شاعر کا ایسا دور آئے دلے نکلے سے منظر ہو  
گئی وہ عہد ہے جس پر اگر غالب کو پہنچیں تو وہ ہر لفظ میں غالب ہی نظر آتا ہے۔ غالب کے اس دعوئی کو لفظ نے درست ثابت کر  
دیا

شعر خود خدا علی کسی کو کہ کہو فی  
شربت شعور گنجی ہر من غلابہ شوق

علی کی "راگ غالب" (درد اناست عہد) سے لے کر اس منظر تک غالب شاعری کی رہنمائی کی مراد یہ ہے کہ کسی شاعر کا  
سویں تک پہنچے اور ان شعروں سے فرائض وصول کرنا بذات خود ہم اور نقل تو ہے۔ عہد کا شاعر ہی کوئی ایسا نام اور ہر دور ہر  
جس نے غالب کے غزلوں کو دہرایا ہے "غزل" کی صورت میں بلکہ ہی سدا (انداز لہجہ) غالب کی عظمت کا اعتراف کرتا  
نظر آتا ہے۔ اس اعتراف عظمت میں دنیا کے حدود مملکت شامل ہو چکے ہیں۔ اس ضمن میں (مقامی) صورت عہد کا ہر دور خاص نام لیا  
جاسکتا ہے۔ جس میں غالب کی شاعری اور شعراء کا ہر دور خاص نام لیا جاسکتا ہے۔

یاد رہی ضرورت ایسا منظر "سنت" میں نہیں ہے۔ غالب کی عظمت "میں" و "تم" مقرر ہیں

"کسی جانتے ہیں کہ وہ خود ایسا درد کلام کو لڑا نہایت نہیں دیتے تھے اور یہ سمجھتے  
تھے کہ فی کا ہر ہی کلام کہیں زیادہ بلند ہے لیکن وہم کا ٹیٹل ہر دور ہے فی کی سدا اور

ہے نظر غریبوں کو اس کے لیے شعور کا جذبہ نہیں اور زبان میں اس طرح مدح بھی نہیں کرتے نہ ہونے لگی کہانی اور جلیبیوں کی بدولت وجود میں آئیں۔ کتاب کی شعری ہماری اردو شاعری کا ماحولہ انتھار ہے آج بھی اردو ادب کتاب کے اندر و خیانت سے کب فیصلہ کرنا ہے۔ (۵)

ایک اور مدعی دانشور اے بی بی شینت اپنے مقالہ جنوں میں صوبہ صوبہ کی ایک اور مراد کتاب کا اطلاق ان سطروں پر کرتے ہیں۔

کتاب کی شعری اور ان کا ماحولی نقطہ نظر اردو ادب کی تاریخ میں ایک نیا رنگ بخسکی کی حیثیت رکھتا ہے اس شعری اور ماحولی نقطہ نظر نے اسے محدود سلی کے چاکر و داروں بلکہ سے کھیلنے کے لیے ایک نیا نقطہ سے لے کر کھیلنے والی دوجی کے سے تصورات و خیالات نے اس کا ماحولہ ماحولی کیلئے اردو ادب کے مشترکہ ماحولہ میں اس کے اتصال و تعلق کی راہیں ہموار کیں اور اردو ادب میں ترقی پسند شعری و خیالات کے فروغ و ارتقاء کے لیے بنیادی محنت کو عام وادارے خیال میں لایا وہ خیالات ہیں جن پر اس عظیم اعلیٰ شعری دوست شاعری محنت میں ہے اس لیے آج ان کی موت کے ایک سو سال بعد بھی اس کی شعری اس قدر بڑھ چکی اور سرشار پڑی محسوس ہوتی ہے اس کی حیثیت اردو ادب کے دائرہ تک محدود نہیں ہے (۶)

اس انداز اور اسلوب میں اور بھی کئی نمائندگی کے بھاری اور دانشوروں نے کتاب کو قرآن حسین جی کا تو یہ اس بارے میں صحت اختیار کر چکا ہے کہ یہ بھاری اور دانشور اردو کی تصنیف اور غزل کی شاعری سے نا آشنا ہیں۔ ماحولہ دیگر کتاب کی خط سے محسوس تصنیف ٹھنڈی اور زبان اور دہلی کی شعری دہلیات سے ملتا ہوا کہ ہر تصنیف ٹھنڈی زبان اور شعری دہلیات کا شعور ثابت ہوتا ہے۔ ماحولہ کتاب کو کسی اور تصنیف ٹھنڈی اور شعری دہلیات سے ہم آہنگ ہونے کی ضرورت نہیں کہ زبان کتاب زبان خود اپنی تصنیف ٹھنڈی اور شعری دہلیات کا ماحولہ ہے اسی لیے کتاب کا ماحولہ خود کتاب کی شریک ہوتا ہے کتاب کی سوجا اپنی زبان اپنی اور اسلوب کی شاعری اپنی اس لیے اس سب کو اپنے لکھی یا قوی ماحولہ ہے کہ اس کے برعکس اپنے لکھی ماحولہ اپنی اور شعری ماحولہ کتاب کی مدد میں نہیں کہتے چلتے ہیں اس میں اس کی محنت کا ارتقاء نہیں ہے۔

کتاب سب کا شعور ہے اس سب سے نکال کر ہے اسی لیے ہر تصنیف ٹھنڈی اور شعری دہلیات کا ماحولہ کتاب سے کہہ نہ سکتے ماحولہ کر سکتا ہے۔

میں سے کتاب کیا کیا نکال کر ہے؟

کتاب کے ماحولہ میں اگرچہ اس کی شعری کی اس میں صیا کرنے والے بڑے بڑے شعری ماحولہ میں ہوتے ہیں لیکن ان میں سے وہ امور بطور خاص تو کہ چاہتے ہیں۔ ایک زندگی کے چند ماحولہ ہیں جن میں شعری اپنی کامیابی اور وہ سب سے زیادہ اور ماحولہ کتاب کے بارے میں اصل مدد ہو سکتی شعور ہم کی صورت میں اختیار ہوتا ہے۔ کئی نکات پر مبنی کہ ان میں سے وہ کئی شعور ادب کے لیے عملی ماحولہ (PRACTICAL WISDOM) صیا کرتا ہے۔ شعور اسلوب میں بھی اور ماحولہ کی کیفیت ماحولہ کے لیے بھی ہے!

کتاب ماحولہ میں اسلوب گر شعور ہے اس کی غزل میں غزل کے بھاری شعری ماحولہ نقطہ ماحولہ ہے نظر آتے





تم اگرچہ جھٹکھل ہے یہ کھل چھک کر دل ہے  
تم خلق گزند ہو یا تم روزگار ہو  
رنگ سے تو گر ہو سکتی تو مست ہانا ہے رنگ  
چھٹکیں تھمے ہاں چھٹکیں اتنی کہ تھکی ہو چھٹکیں

غالب کے عقوید میں بھی بعض اوقات کراتر عملی نکات ملتے ہیں جیسے اس خط سے یہ سہ لفظی سطرینہ  
ابتداءً غلب میں ایک مرض کمال نے ہم کو یہ نصیحت کی کہ ہم کو نہند دماغ منظور نہیں ہم رائج فنی و لغز نہیں بڑے کتبہ مزے  
الزلاخیر یہ یاد رہے کہ مصری کی کہی "خود کی کہی نہ خواسہ میراں نصیحت ہے عمل رہا ہے کسی کے مرنے کا وہ تم کہتے ہو تب نہ  
مرے تبھی ایک انتھلی گھل کی مرنے لگتی آواز کی کا شعر جوازہ نظم نہ کہو۔"  
اس انکس کے بعد یہ شعر پڑھیں تو بہت کھل سے کھل تک جا پہنچتی ہے۔

قید حیات دہن تم اصل میں دہن ایک ہیں  
موت سے پہلے کوئی تم سے لہات پائے کیوں

یہی "اصلی دہن اور اس پر مبنی دہن آواز کی ہے جس کی وجہ سے غالب ہر محو میں محو رہا ہے مگر ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ  
وجہ ہے ——— طبعی !

غالب فری کا شعر تھا اور "تنگنائی فری" کا شکی بھی — مگر اس کے علاوہ غالب کے ہاں بعض طبعی قصورات کے بارے میں تبلیغ  
اثبات بھی مل جاتے ہیں۔ ہزار بار یہ شعر پڑھیں کہ غلب کا حال ہے کہ وہاں کا مطالعہ گویا داستان  
کھل گیا "کاظم چن کر آئے" غلب کے کام کی ہر رنگی کا یہ عالم ہے کہ بعض جہے طوم کے حوالے سے اور ان سے حلقہ لے مہارت  
کی داستان میں اشعار کا تجزیاتی مطالعہ کرنے پر فکر و نظر کے نئے امکانات ابھرتے نظر آتے ہیں۔ یہی نئے امکانات سے لے کر نفسیات  
تک حدود فلسفہ اور علوم کی داستان میں اب کام غالب میں افکار و قصورات کے زائید مطالعے کی ضرورت ہے اور یہ جہی بہت  
جسداً واضح رہے کہ غالب حاضر انہی کی ہر ہر ہر کام جانتے اور مہذب فکر کا حال کا سطرینہ قصیدہ ۱۱۰۰ کی ہر طبعی صوفی قناد فرانیہ کی  
ہر عقلی نفس کا اور اور نہ ہی فیض احمد فیض کی ہر ترقی پسند — مگر ان سب کے لئے وہاں غالب میں سے اشعار و منتخب  
ہیں۔ غالب نے فیض کے اس شعر

حیرت لوح و قلم ہمیں گئی تو کیا تم ہے  
کہ غنیمت طبع میں لاول ہیں انھیں میں نے

سے کہیں پہلے یہ شعر کا تھا۔

کچھ دہے جن کی شکایت غریبوں  
ہر چہ ہوا اس پر ہوتا ہوا قلم ہوئے

درد نہ ہوتے ہوئے بھی یہاں شعر کہہ گیا۔

نہ تھا کہ تو خدا تھا کہ نہ ہوا تو خدا ہوا  
نہ تھا کہ تو کہنے لے نہ ہوا میں تو کیا ہوا

اصلی بے حس (APATHY) کی نفسی اصطلاح سے پہلے غالب کا یہ شعر ہے  
 ہوا جب تم سے میں بے حس تو تم کیا سر کے گئے کا  
 نہ ہوا گر جاؤں سے تو زلف پہ دھرا ہوا  
 جب کہ لڑائی کی تھیلی جس سے کہیں پہلے یہ شعر کا

جگہ ہائے گفتگو یہ اور ہے مجھے  
 سنا شہزاد گل افغان نظر آتا ہے مجھے

جہازات کے سلسلے میں وہ ہیں گویا ہوا ہے

سب کہیں کچھ نالہ دہلی میں نہیں ہو گئیں  
 خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ نہیں ہو گئیں

غالب کوہے سے پہلے یہ کہ چکا تھا

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں  
 غالب صبرِ خلد تو اسے سواش ہے

افترض ناہمہ لطیفیات انوارِ قیامت مصری شعور و کشفِ ذاتِ لطیفہ حوالہ۔ زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو تھا جو جس نے غالب کی نگاہ  
 نہ گئی ہو اور اس نے اس کے بارے میں اظہارِ خیال نہ کیا ہو۔ مضمون نہ کسی مختصر سی بات کی ایسا اختصار و اوجازیت کے طور سے حوالہ

—

اور آخر میں غالب کی مصری معنویت کے حوالہ سے ایک حوالہ۔ کیا آج غالب کی ضرورت ہے؟  
 جی ہاں! آج ہمیں نہ صرف غالب کی ضرورت ہے بلکہ اس کا چہ اور۔ بھی اچانک ضرورت ہے کہ اس جیسے وسیع الشرب موجدِ ادب  
 رسومِ واسطے عینِ عرفیت زندگی اور موت کی دلی کامرانی ملنے والے شاعرِ نظمِ دکھ اور پریشانوں کی جتنی کم کرنے والے صاحب  
 نظم صاحبِ نظر اور صاحبِ دل۔ دانشورِ شاعر کی ضرورت ہے کہ صبرِ حاضر میں کیا غلاب ہیں۔

## حواشی

۱۔ حقائق شعور "غالب شاعری نو نگاہِ نیاز" مرتب

ڈاکٹر سلیم اختر، لاہور۔ ۱۹۹۹ء

۲۔ مضمون "شعور" کراچی۔ ستمبر ۱۹۹۷ء

۳۔ حقائق صبرِ خلد مرتبہ انجیل پبلی کیشن لاہور ۱۹۹۵ء







پروفیسر بیوی کو کاتے چیلنی میں دھب کے ہرے لہروں کا قلم کیا چسپاں کرتے کی کتب خانہ سے پہلے انہوں نے دھب دھب کا جھوٹا عنوان سے تھیری مطالعہ ہی کہ چیلنی زبان میں ان کے نچو مطالعات / محلات کا ایک مجموعہ "تحقیقات دھب"



جی رشت اور دردِ بھل قصیں کارند ہے۔

"دعوائی غالب" (نگارنی ترتیب سے) کا پہلا ایڈیشن (مجلت ۳۸۳، ص ۱۸۷) 'اگست ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ اسے ارسال کرتے ہوئے بیرونی نے لکھا کہ:

"غالب کے مضمون میں نے اور ایک کتاب... آپ کے ہم بھی ہے خود وصول کر چکے۔

...دعوائی غالب (نگارنی ترتیب سے) کا میرا کیا ہوا پہلی قسط ہے۔

(غلام ناگڑ سید محسن اور علی احمد) (جنوری ۱۹۹۷ء)

غالب اور دعوائی غالب سے ہدفِ سرِ بیرونی کٹھ کا کی غیر معمولی دل چسپی غالب کے حق میں ایک بڑا اہم اور غالب کے بلاغی فنوں اور طرفِ دادوں کے لیے ایک مستقل سرچشمہ صورت ہے۔ غالب کے بارے میں ان کے حقیقی و تنہائی مضامین اور دعوائی غالب کے ان کے پہلی قدام کی دوا احمد غلام جیلانی اہل زبان ہی دے سکتے ہیں۔ زبانِ پارسی کی آئینہ ترکی فراہم ایسی ہر ان کی توجہ ان کی عقلِ قدی اور ان کے دفا خلق پر بے اختیار دل سے دعا خلق ہے:

تم طاعتِ دہ ہزار رہی!

ہر رہی کے ہوں دہ بجائی ہزار

ہجرت اور پاکستان کی حدودِ علاقائی اور مقامی زبانوں میں غالب توجہ کا مرکز اور موردِ بحث ہے۔ لہذا قدام ایک سید کے مضمون بعض شہیدِ کامل اعتبار بھی نہ ہوں۔ لیکن قدام کا ہر ایک مفید افرا صورتِ حال خود ہے۔ اس سے کسی نہ کسی درجے میں غالب سے تعلق رکھتا اور پیمانہ ہے۔ پچھلے چند برسوں میں پاک بھ کی ان علاقائی اور مقامی زبانوں میں غالب کے قدام بھی نظر سے گزرے ان میں، بھٹی، گھڑی، اندی (دوسری) اور دوسری اور مرکزی زبانوں کے قدام تعلق لگلا ہیں۔ ایک سے لیاں صورتوں میں یہ قدام ان زبانوں کے اپنے رسم لہجہ میں پیچھے۔ یہ قدام بیشتر ضرور کم تر نظم میں بھی کیے گئے۔

قدام کا یہ سب کام اپنے اپنے محمولہ میں تعلق قصیں ہے لیکن اسیرِ بلبل اور ناگڑ اور انھیں اپنی کے قدام بہت ہی قدر اور عقلِ قدر ہیں۔

"مرا دوسری میں نور غالب" کے نام سے غالب کے ایک ۳۰ (۳۰) اشعار کا دوسری ہفتا میں منظم قسط پر دفتر ناگڑ اور انھیں اپنی کا کارند ہے۔ اسے ابتدا "رہائی میں ہندی رسم لہجہ اور نور دوسری لہجہ میں ایک ایک چھاپا ۱۹۹۷ء میں کتابی صورت میں شائع کرنے کے بعد ہر شعر کے مطلب کے فلسفے کے ساتھ کھنڈ سے شائع ہوا۔

ایک ۳۰ اشعار میں سے ۱۹ قوافی اشعار ہیں ۱۰ شعرِ آزاد ہیں اور ملتِ عشقِ اشعار غالب سے منتخب کیے گئے ہیں ۱۰ نئی شعرِ نو ہیں۔ یہ بھی لے لیے گئے ہیں۔ ملتِ اشعار کی ایک غزل پر دی اور ملتِ عشقِ اشعار غالب کے فارسی دعوائی سے ہیں۔ اپنی صائب کا کتاب ہے کہ غزل کے ترانے میں غزل ہی کی ریت کو جی کر کر دیا گیا ہے یعنی ہندی ۱۰ ہوں کی طرح ہر شعر کو مطلع نہیں دکھایا۔ (ص ۷۰)

ناگڑ مولوں پہنچنے نے بہت گنج گما ہے کہ "مرا دوسری میں نور غالب" صائب شای کا ناظر ہے۔ ترانہ ہیں بھی ایک شکلِ کلم ہے چہ جائیکہ شعر کا شعر میں ترانہ۔ اپنی صائب نے لیا وخلق شعری ترانہ کیا ہے کہ اس میں ترانے کی خاموشی اور باطنی فضاں یک جا ہو گئی ہیں۔ دوسری زبان کے اس ترانے میں حقیقی شاعر جھنگتی ہے (ترانہ) ان لکڑی اور چاکہ دیتی ہیں۔ شعر کے خلقِ مسلم نے اس کتاب کو مزید حیرت اور اطمینان دیا ہے۔ (کتابِ ناولی، جنوری ۱۹۹۷ء ص ۷۰)

غالب کے ۳۰ منتخب اشعار کا دوسری ترانہ ۱۹۹۷ء میں ابتدا رسم لہجہ میں چھاپا۔ ۱۹۹۷ء میں یہ کتاب "غالب لکھنے کا دوسری ادب"





۳۰ اس ضمن میں دیکھئے :

(۱) غالب کے کلام میں الطبقی حاصر 'طبع شکیب ری' کراچی ۱۹۷۰ء میں ۵۵-۷۷ء

(۲) مضمون : کل داس گیتا رضا 'غالب ہند' دہلی جنوری ۱۹۹۷ء میں ۳۵ء و ۳۶ء

۳۷ ڈاکٹر سلقہ دلی 'گر جیب' — حیات اور ادبی خدمات دہلی ۱۹۸۳ء میں ۳۷

۳۸ یادوں کی دنیا 'اعظم مکرہ' ۱۹۹۷ء میں ۳۸

۳۹ رشید احمد صدیقی — شخصیت اور فن : ڈاکٹر سلیمان الطمر جلیط 'طبع لوسن ۱۹۹۸ء طبع ۷۰ حیدر آباد دکن پانڈ ہون ۱۹۷۶ء میں ۳۹

۴۰ اس حقل پر ہندو مکتبہ سے ڈاکٹر یٹ لی۔ گرگن کار پریسر مسوہ حسین خان تھے۔

۴۱ ڈاکٹر سلقہ دلی کا مقالہ 'گر جیب' حیات اور ادبی خدمات "پر ہندو یہ ایسایہ" دہلی نے اپنی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے تحقیق ہم پریسر گوپا چند ہارگ کی گرافٹی میں انجام پلا۔ کتاب اکتوبر ۱۹۸۳ء میں دہلی سے شائع ہوئی (مجلت ۳۳۶) پریسر گر جیب کا انتقال جنوری ۱۹۹۵ء میں ہوا۔



گالیب —

گہاڑی ہاتھک ڈال بولے

کتاب — غوثی جاکہ جاکہ

© 1999 by the author

پروفیسر کمال حسین

پیشکش

© 1999 by the author

ادوارہ - رحیم آباد

پاکستان

© 1999 by the author

ڈیٹا ہاؤس ڈیٹا ہاؤس گالیب گہاڑی، (پاکستان)

ادوارہ - رحیم آباد

[1999]

گالیب

چندوں کو کوئی چنگ (1999)

© 1999 by the author

پروفیسر کمال حسین

پیشکش

پیشکش

© 1999 by the author

گالیب

سپ چگو جنوں کی چون

ادوارہ - رحیم آباد

پیشکش

© 1999 by the author

پروفیسر کمال حسین (1999) کتاب

"گالیب چہ ہر شوک لے وائے سہ"

© 1999 by the author

گالیب

کہ ہر کس آتیا سازایت

پیشکش

© 1999 by the author

گالیب

چہ ہر شوک لے وائے سہ

پیشکش

© 1999 by the author

## غالبِ پنجابی میں



گنتے ہیں، ہے غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات جہاں بات جاسکتے نہ بنے  
میں بلانا تو ہوں اس کو گر اسے جذبہٴ دل

اس پر ہی جانے کو ایس کر ہی آئے نہ بنے  
کھیل بھلا ہے کس میں پڑنے بھول نہ جانے

لاشِ بولِ گل جو کہیں میرے ساتھ نہ بنے  
غیر میرا ہے تے توں تو سے خط کو اگر

کوئی پاچے کہ یہ کیل ہے تو چھپاتے نہ بنے  
اس نزاکت کا بڑا ہوں وہ پھیلے ہی تو کیا

ہاتھ آویں تو انہیں اتر لگاتے نہ بنے  
کہہ سکے کن کہ چسبہ گری کس کی ہے

پردہ چھڑا ہے تو اس کے کائنات نہ بنے  
موت کی راہ نہ دیکھوں کہیں گئے نہ بنے

تم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے  
لو جو وہ میرے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

کام وہ آں پڑا ہے کہ سنائے نہ بنے  
جنت پر زور نہیں ہے یہ وہ آتشِ غالب

کہ لگاتے نہ لگے اور بھائے نہ بنے

اور دہاتے ہے پر جتنی اسے لاکھوں دکھِ استایاں گ نہ بنے

اتھتے گز کر ہی ہی ہو سکی ہے جتنی دی بتایاں گ نہ بنے  
میرے سندیں آؤ نہ انہیں تجھ اور ہوں ہی تجھے کچھ لگاؤ گ

دوبے دل توں کی دھیسٹ ہے ہنس نہیں آؤں گ نہ بنے  
حال تے جانے دلی گلیں کہے جھڈا جھڈا بھل نہ بنے

نہ ہوئے دل و جان پاوے ہنس نہیں سٹایاں گ نہ بنے  
جو غیر تیں خط لکھ جیسا میں رنجی نے لے دہنوں پھر نہ بنے

کوئی دیکھ کر مجھے ایسا کیلے وہ بہت ہی نکلیاں گ نہ بنے  
میں نیا آپ تے ہے جنگا، ڈی ہی ہندو کہ تے بنگلی تیں

کوئی قسمت کل ہے جتنی کہہ نہ سکاں گ نہ بنے  
ہرے تے دل توں کھڑا کھڑا، کوئی دیکھیں والا نہ سدا تیں

اور پردہ ہوئے شیا ہے جتنی ال چٹایاں گ نہ بنے  
کہیں موت دی راہ نہ کی جتنی جتنے کہے آؤ نہ انہیں تیں تڑکا

بیکہ تیرا ہے اتھارے راہوں نہ سٹایاں گ نہ بنے  
موتوں پروردی گنہ گری آؤ نہ انہیں تیں تڑکا

کوئی انجی برتے تھڑ پئی رستوں پر کھلاں گ نہ بنے  
تیں جنتی جرداں تے زور کوئی، ایسا گ تے غلاب کھڑا ہے

کہ جتنی کہ لکے تیں نہ بنے، پائی تان تھلایاں گ نہ بنے



## غالب سرائیکی میں

’ہم کہے ہوئے ہیں اسے جس ہمیں جس دا آئے‘ اس لئے امید ہے ’لوہ طوں معزلت ملہا پاکستان کی پہلی‘ سرائیکی کو نہ جانتے ہوئے  
 بھی اپنے محبوب شاعر غالب کو پہچان لیں گے۔ ہر اس زبان میں جلوہ گر ہے حیرت کے صحن سہ سے زبان لوہ قوم و کل سرائیکی میں  
 نقل ہو چکا ہے۔

لوہ نہ ی املای قسمت ’ ہر وصل پار ہو  
 دے دے دے تے ہیں چننے کی لہ پانی کوڑ بھیر  
 چینی تار کی کھوں پھر دھا پا قل اعلیٰ  
 کوئی میٹے دل توں پچھے میٹے تیر لہ پچھے کوں  
 لہ کھوں دی دہتی ہے ہر غزا ہے دوست نام  
 ہر ہجر وہوں لہ دگرا تہی لو کلاہیں نہ تھرا  
 لہ ہر دکھ ہے جان کھس لہ ہر دل ہے ڈالی کرا  
 میں ہر آملی ’ کیوں آملی ڈکی دلت کب بلا ہے  
 تھنے مرتے دی ہر رسا تھنے کیں نہ فقی دوا  
 لوکوں ڈیکھ کوں کرا ہر ہے کاکہ تے دگرا  
 ہر چلوی چننے دے لہ ایو انتظار ہو  
 میں خوشی توں مزہ دے ہر کھ انتظار ہو  
 نہ توڑ لکھن گدا‘ ہر لہ پکی تہر ہو  
 لہجا دل کیں نہ ککدا ہر ہجر دے پار ہو  
 کوئی میٹا دلو ہوا‘ کوئی غلگدا ہو  
 کیوں دکھ کچھ گدا ی ہر ایو شرار ہو  
 ہر لہ مقلی دکھ نہ ہو ہر ڈکی دوا ہو  
 نہ نیکیں من رہا ہر لہ کی دہر ہو  
 نہ جتانہ کوئی چرا‘ نہ کوئی حرار ہو  
 کوئی ڈوبلوی ہر ہوا تہی ملندہ ہوا

اچھے سنے تے صرف لہ بیڑا جان غالب

کیوں تہی دل کھسے ہر نہ پتا طوار ہو

عالم کے خطوط کا دورا سرحد کے سنی تہ صہ اول عالم کے انتقال کے ۱۰ روز بعد ۶ مارچ ۱۹۷۳ء طبع اکمل اظہار میں ہے۔  
 کہ چار ماہ بعد دوم ۱۹۷۳ء میں طبع پہلی دفعہ سے شائع ہوا اس کے ساتھ صہ اول کی تمام پہلے کی بھی چکا تھا صہ دوم میں خاص







ہے کہ وہ کچھ سے تو بہت ہار گئے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر چاہے کہ عزت کرے تو نہیں کر سکتے۔ یہ کچھ تو ب کہہ دو۔۔۔۔۔  
 ”غلط نہیں بلکہ غلط تو میرا فرزند دماغی و معنوی ہے قریبی آدمی ہے کہ میں جہلی ہوں اور تو مولوی ہے اسے ظلم اس کو  
 سر پر نہیں کی دلو سے۔ عقل کرامت ہے وہم ہے لطف طبع ہے کیا ہے؟۔۔۔۔۔“  
 مرزا نہیں بلی جگہ کو گھنٹے ہیں۔

”۔۔۔۔۔ یہی بات کہ لوہا میں گر کر ہے؟ جہلی باب کو چند پنکاب چاک کو بھی وہ۔ خدا تم کو چھ اور تیرے خلیفہ و  
 ائمہ کو صورت و قوی دے دیں خدا سے بھی تو جہلی پانی نہیں۔ خلق کا کیا ذکر؟ یہ بھی نہیں آئی۔ اپنا آپ قاضی بن گیا ہوں۔ رنج و  
 دلت سے خوش ہو آ ہوں یعنی میں نے اپنے آپ کو غیر تصور کیا ہے جو کہ مجھے پہنچا ہے کہتا ہوں لوہاب کے ایک اور جہلی لگی۔ اسے  
 ازنا قحاک بھی یاد شہر اور بڑی دماغی ہوں۔ کچھ دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب قرض وادوں کو جواب دے گا تو ہیں ہے  
 باب کیا مراد؟ یاد طر مراد یا کافر مراد؟ لے ازنا فقیر میرا پادشہوں کو بدوں کے محبت آرام کہ ”مشرق نہیں“ غلب دیتے ہیں  
 چونکہ یہ اپنے کو شہر قحاک قحاک مراد اور ”پہلے زلیہ“ غلب تجویز کر رکھا ہے۔۔۔۔۔ اس سے پوچھ رہا ہوں لای حضرت باب  
 صاحب باب صاحب کہیے ”لوہان صاحب“ اب خلق اور الزامی یہ کیا ہے حقیقی ہو رہی ہے؟ کہ ”اس“ کہ ”تو“ ”وہ“ کہ ”اے“  
 ہے غیرت کو بھی سے شرب کہہ گی سے گلاب ”ہذا سے کہنا میں تو بلی سے تم“ صرف سے دلم قرض لے پانا قحاک بھی سوہ ہا کہیں  
 سے ہیں گلاب“

باب کے غلط کی ایک اور بڑی طرفی طرفی تھی ہے۔ وہ اپنے دارالملک ہندو میں ہات کرے ہیں یہ عزت ساقی جواب کرتے ہیں تو  
 ہتے ہیں وہ ہوں کو ہاتے ہیں اس کے طر میں گھولنے ہے لیکن وہ کسی کامل دیکھنے دل ہات نہیں کرتے ہیں کادہ اگر کہیں حریف ہے  
 تو بھی اس میں کسی کی جھجک کا ہل نہیں تھا اگر وہ ضرر آتا ہے تو اپنی ہی خامیوں کو دیکھتے ہیں لیکن اس کے وہی جھجکی ہے شہلی  
 ہے کہ بکری ہذا ہے کہ صورت غلط ہے اور ہر اس کی دھن میں ہذا کی ہے چھ وہ دیکھ کو شہلی گوار ہذا میں گوارے کے غولیں  
 ہیں۔ اس کے وہی عزت اور شہرت کا ایک سید ہے بکری نہیں نہیں ہے ساقی طور، یہ بھی وہ بھی کہ کہہ نہیں کرتے جو سید  
 دیکھ اس کا ہے وہ اس کا قائم دیتے ہیں وہ کہہ بھی گھنٹے سے بے غلب گھنٹے سے غلط کے احباب یا صاحب کی تلاش و جستجو میں وہ  
 کہی نہیں بلکہ صاحب دماغ غلط کا کہیں ہیں کہ اس طرح سے چلے آ رہے ہیں جس طرح فارے کا کھنکھل جانے سے اپنی غور غور  
 چھوڑ پاتا آتا ہے اس کے غلط میں بھی کہ ہے بے غلب اور بے ساقی کے لئے کہہ جھجکی کا کھ ہوں۔

میرزا غنیمت نے غلط کے جواب میں تجزیہ کی دھن کو کھ

کہیں صاحب کیا یہ آئیں چلی ہوا ہے کہ سکھ کہہ کے دیتے دلتے دلتے کے خاک لٹھوں کو غلط نہ نہیں؟ اگر یہ ہم ہوا ہوا تو  
 میں بھی اشتہار ہا کہ اگر دلتا کہی لدا سکھ کہہ کی داک میں د جاتے“  
 قرار ہوا شہنشاہ کی ایک غنیمت ہے کہ جاتے ہیں۔

”تو مرشد ہا کہ تھے میں غلاب کہ لدا ہوا حلی ہا قحاک ایک نوری نے اگر غلط داس میں نے کوا“ چھٹ بکے کو اگر کا کرنا  
 گئے میں د قاضی کہیں چلا دلتا حضرت کا کیا ہا ہا میرا قصہ ہا کہ  
 میر سدی گوارہ کو گھنٹے ہیں:

”۔۔۔۔۔ اب اور کیا کہیں۔ خدا دماغ چل گیا ہے۔ غلاب کہ کہہ کہہ“ سو سے کہہ دیکھا کہہ گئے کیا؟

گوارہ کو ہی ایک اور غلط میں گھنٹے ہیں۔







ہوا انہوں نے ہرج و مرج میں نہ کچھ کیا ہے یہ کوئی شعوری فعل نہیں تھا میں ہی انہی اپنے دکھ تک دوستوں میں بیان کر رہا ہے  
میں بہت سی فن کی ذاتی باتیں کاظم بن غلطو سے ہی ہوتا ہے۔ انہوں نے خود کے حالات میں گھولا ہے کچھ ہیں اس میں فن کی کئی  
ذہنی اور ایمانیات کو دخل ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ عادل کی گمراہیوں سے انگریزوں کی چٹائی اور سکاری سے ہوں تھے بن غلطو کی  
دوستی میں عام کئی حالات کے متعلق بھی خاص معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے رشک و محافل پر بہت سے غلطو میں تفصیل  
کھینچی ہے ہر مقام پر اس کو لکھتے ہیں۔

انہوں نے جنگ آزادی کی جگہ طرہ کافی لفظ استعمال کیا ہے اس میں وہ تو بہت کم کاغذ سلسلہ شروع ہوا اس  
سے پوری قوم پر اثر ہوا۔ غالب کے ذہن میں جنگ آزادی کا تصور بہت دور سے ہی انوار سے ہے وہ نہیں چاہتے  
تھے کہ انگریزوں کو وہ کھل کر برا کہیں اور انتہائی کلامیں انگریزوں کی عام روش سے وہ انہی طرح دھتکتے تھے۔ وہ  
فن کے قلم و حتم کا تصور بھی دے دیتے تھے۔

"مرحہ کشمکش نے میر کی ہمارے دکھائی" یہ ساری دہائی دواؤں ہونے کی لڑائی میں گئی۔ باتوں سے پہنچ گئیں سے بہت "ضعف ہمدردت"  
"ضعف دماغ" "ضعف دل" "ضعف صدا" "فن سب مشغول ہے ضعف ظاہر" کیوں کہ قصہ ستر کہیں نہیں چار شاید روز قفس میں کس طرح ہر  
کہیں؟

ایک اور خط میں دماغ پر سے لکھتے ہیں۔

میں سب اعلیٰ اعلیٰ صاحب کے دوستوں کیا ہوں اور اپنی عقلی پارہ میں کے گورنمنٹ سے جانتا ہوں۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔  
کتک دستور اور عرضی توسط ہا جنوری ۱۸۵۷ء میں ولایت کو روانہ کر کے پہنچ گیا ہوں۔ پچھلے میں ہمارے پہنچا ہے جیسی ہے کہ بارسل  
واقعہ پہنچ گیا ہو گا۔

ایک وہ جگہ میں ہوا انہوں نے طرہ کی عام حالت کے حوالے سے "انگریزوں کے قلم و حتم کے حوالے سے" سماجی سماجی اور سیاسی  
حوالے سے بہت بہت لکھا ہے کہیں کہیں تو وہ جذباتی بھی ہو گئے ہیں یہ وہ دور تھا جب ذرا سی بات پر ذہن کھینچ لی جاتی تھی۔ کالے پانی کی  
مرا عام تھی۔

غالب کے یہ غلطو عام غلطو اس لئے بھی نہیں ہیں کہ غالب نے انہیں قطعی فن اور ضرورت کے تحت نہیں لکھا۔ ان کا مقصد اپنے ذاتی  
حالات اپنے محبوب پر ایک پہنچاؤ تھا لیکن فن کے آئینہ و منظر غلطو اپنے لوگوں کے سامنے تھے جو طبعی اپنی اپنی دیکھتے تھے۔ غالب کے خود  
دہن تھے۔ فن سے بغیر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ فن کی مدد کرنے میں فراموش کر گئے تھے۔ وہ فن کے خود "دوا دوا اور ہر حصار تھے اس  
لئے بھی فن غلطو کی اہمیت مختلف ہے۔

غالب شاعر تھے فن کی ہر بات میں شمولیت دیکھتا تھا وہ اپنی بات کی درجہ بندی کرتے ہی خود تھے فن کے اسلوب کے فن طریق  
کی درجہ بندی میں بھی لطف ہے اس سے فن کی شخصیت بھی اظہار کر سکتے آتی ہے خود فن کے مضبوط کا بھی احساس ہوتا ہے ایک سطر کے  
بارے میں لکھتے ہیں۔

"وہ بھی گزری دن چڑھے پہلے کو دھست کر کے رہی ہو۔ قصہ یہ تھا کہ دیکھتے رہیں وہیں غلطی کی گھاٹوں نہ پائی۔ باج واکو  
روایت ہوئے وہاں پر خود دل بہتر فن اور میں فن "گھوڑوں پر سوار ہیں دیکھ چاہ گزری دن وہ میں باج واکو کے سوانے میں پہنچا۔ وہاں  
ہاتھوں کو پیٹتے ہوئے اور گھوڑوں کو چلتے ہوئے پیٹا۔ گزری ہر دن وہ قصہ گزا۔ میں نے چٹانوں پر کئی بار کھینچا۔ وہ شاعری کہہ اس  
میں دل دیکھتے رات ہو گئی تھی۔ شراب پی لی "کتاب کو لئے لوگوں نے اور کی بھڑکی بکائی۔ نوب بھی ادا کر کہہ بھی کئی اور سر







نے اپنے خطوط میں کہیں کہیں اپنے اسرار و کرم اور جذبات کا ایسا اظہار بھی کیا ہے کہیں طعنے لگائے ہیں اور وہی ہے اصل میں یہ بھی ظلم کی ہی صورت تھی۔ طالب کو گناہ کیا جکتے تھے۔ یہ وہی ہے انگریزوں کا برہم جو ساتھ ساتھ دوا کا اور مسلمانوں کو محتجب کیا گیا۔ اسی کا ذکر بھی طالب کے خطوط میں ہے کہ وہ لڑاؤ تحصیل میں نہیں لگے۔ خود طالب کا آخری دور ہے وہ بہت حساس ہو گئے تھے اگر وہ شاعری اور ایسا شاعری میں لڑاؤ دیکھ صرف نہ کہتے تو شاید طے کی جاتی کہ اور بھی انتہا کرتے بہر حال انہوں نے اپنے دور کے طے کا بار بار ہر شے کھینچا ہے اور جہی کے وہ چاہتے ہیں کہ وہی کے طالب علم کے لئے بھی جیانی قیامت رکھتے ہیں اس لئے کہ تدریس کی کتھوں میں چشم و اوقات کم ہوتے ہیں وہی میں سورجی نے بھی مصیبت سے کام لیا ہے اس لئے وہ جی قصور وار تدریس کی کتھوں میں نہیں ہیں جس کی حیثیت حق ہے۔

2020

”میں جس شہر میں ہوں اس کا نام بھی دل اور اس محلے کا نام بھی لہوں کاٹھ ہے لیکن ایک دوست اس مقام کے دوستوں میں سے نہیں پڑھا کہ دلوں کا صفحہ کو سہارا اس شہر میں نہیں ملک کیا امیر کا لوبہ کیا اہل حرف اگر کہہ دی تو ہمارے ہی ہوا ہلات کہہ کہہ ادا ہو گئے ہیں۔“

[illegible]

تیرے کوئی نہ کہے کہ میں اپنی بے روایتی اور چلی کے طعم میں مر رہا ہوں، جو دیکھ لکھ کو بے اس ناچاں تم کو معلوم نہ کرے جس جان کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔" شہزادہ قوم میں سے وہ ہیں جو اپنے کہوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ ان میں کوئی میرا سہیہ لکھتا اور کوئی شہین اور کوئی میرا دوست اور کوئی با۔ اور کوئی میرا شکار، میرا چھتوں میں لکھ کر "ج" لکھتے، "جست" لکھتے، شکار لکھتے، معشوق لکھتے، "و" سب کے سب خاک میں مل گئے۔ ایک "ج" نام کا خط ہوتا ہے، جو اسے عزیزوں کا نام دے کر اس کو زیست کی گردن دکھاتا ہے۔ اپنے اسے دار مرے کہ خطاب میں صوفی کا تو میرا کوئی دوست تھا لیکن نہ ہو گیا۔"

گشت کی جہی کی طرف بھی اشارے کئے ہیں۔ مرزا عالم علی ایک سرکھ گشتے ہیں!

”ہے کمتر ایک نہیں کتاب کہ میں کتاب کہ اس جملہ میں چ کیا کردی؟ سوال کیا ہے؟ اس میں کہیں گے؟ جلد میں قطع اصول













”مگر ضعف کی وہ شہوت ہے کہ خدا کی پند۔ ضعف کیوں کر نہ ہو۔ برس دن صاحب قرائل رہا ہوں۔ ستر برس کی عمر تھا خون بہان میں تھا ہے مہلکہ گویا اس میں سے دھپ ہو کر نکل گیا۔ یہ کئی عذاب بھر گیا وہ دم صلح ہو۔ ہرمل زندہ ہوں اور مجاہد۔“

غالب کی شخصیت میں ایک لاشعری شہنشاہی نظر آتی ہے انہوں نے اردو شاعری کو ایک نئے انداز سے سمجھا کیا بلکہ اردو نثر کو بھی ایک نیا اسلوب دیا اس اعتبار سے وہ ہماری نظم نثر دونوں میں ایک انقلابی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے یہ خطوط اردو نثر کا ایک عظیم سرمایہ ہیں۔ ان کی بے تکلفی، روانی بے ساختگی، ”اسلوب اور طرزِ لہجہ“ ڈیپ انگلیزی، ”ذیل آفرینی“ ان کی شخصیت کا پہلا ”سوزن“ کا ہر حرف ان خطوط سے نمایاں ہے۔ وہ ہنگام آفرینی کے اثرات سے بہت متاثر تھے۔ ان خطوط میں ان کی وہی کیفیت برہا موجود ہے۔ انہوں نے اپنے سیاسی، ادبی، تہذیبی، اخلاقی، فنی اور تخلیقی مسائل کو اپنے خطوط کا ایک اہم حصہ بنایا ہے تہذیب، انقلاب کا پس منظر جیسا نمایاں ہے یہ انہوں نے اردو نثر کے خطوط پر بند ہے کی گمراہیوں سے گھٹے گئے ہیں۔ عام معلومات اور لوگوں کے ساتھ تعلقات کے علاوہ فنی وادرات کے سونے بھی موجود ہیں۔

ہم ہم ان خطوط پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے ہنگام آفرینی ان کے سامنے لڑی گئی۔ اگرچہ بھی عالم پار اور لڑی قوم جس کے پاس حکومت کے علاوہ ہر طرح کے اختیارات بھی تھے پولیس حتی فوج حتی جدید اسلحہ طاقتور اور یہ نظام جبری صورت میں موجود تھے ان سے نکلنا اور وہ بھی ایک بے معلوم قوم کے لئے بے سرسلائی کی حالت میں ایک ایسا مرحلہ تھا جس پر تاریخ نے کسی اور فنی ادبی ہے۔ سارا نظام درہم برہم ہو گیا ایک اور ہی نوعیت کا انقلاب۔ خدائے ازل کا قتل و غارتہ۔ عام فہم غالب اس زمانے میں اپنے مکان میں ہی عقیدہ رہے اور وہ کیے فکر محفوظ رہے اس کا ذکر انہوں نے اپنے ایک خط میں کیا بھی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ غالب کو اس وقت کے زمانے میں بے فکر انقلاب کا سامنا کرنا چاہیے ان کے تخلیقی پہلو پر سب مرزا اس زمانے میں دلچسپی کے عالم میں مصروف۔ ان ہماری باتوں کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ”مختصر“ میں کیا ہے وہ ایک تاریخی حیثیت ہے بلکہ یہی واقعات انہوں نے خطوط میں الگ الگ لوگوں کو لکھے تو ان کے ادبی جذبات اور کیفیات کے فوارے گئے غالب ہماری زندگی ایک کٹھن بنے رہے۔ زندگی ان کا ساتھ نہ دے سکی۔ لیکن انہوں نے زندگی کا بغیر ساتھ دیا وہ اس زندگی کے حالات سے خوش تھے لیکن ہر کرنا جانتے تھے انہوں نے زندگی اور اس کے بدلے ہوئے حالات سے بڑی حد تک مطابقت پیدا کرنے کی اپنی کوشش کی۔ ان حالات کو سمجھا بھی ہے اور انہیں سمجھ کر رہا بھی ہے وہ زندگی کے گمراہے تھے ان کے ہر پہلو پر ان کی فکر گمراہی کے ساتھ چلتی تھی اور وہ اس میں سے نئے پہلو نکال دیتے تھے۔

ان کے مزاج میں گمراہی کے ساتھ جدت پسندی بھی شامل تھی کسی چیز کا نہ ہونا انہیں اوس اور فکریں خیر کرتا ہے لیکن وہ اس کے حاصل کرنے کے لئے تھک کر نہیں بیٹھ جاتے تھے۔ اس کو حاصل کرنے کی دھن میں گئے۔ رچے بچے شاہد کی ان کی زندگی کا انقلابی پہلو بھی ہے۔

یہ خطوط ان کی زندگی کا گمراہی کے ساتھ مطالعہ کرنے میں ہماری خاص رہنمائی کرتے ہیں۔ ان خطوط سے غالب کی وہ صورتیں بھی سامنے آتی ہیں جن کا اکثر ان کی شاعری میں مشکل سے ہی ملے گا۔

## غالب اور فلسفہ وجودیت

شعر اور فلسفہ میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ فلسفہ لوگوں کے دماغ میں جلدی حقیقت کے بارے میں ایک ایسے سوالات پیدا کرتے ہیں اور غامضی ظاہر کرتے ہیں جن کو ایک طرح سے ہی جھاڑ دیتے ہیں۔ لیکن اپنے داخلی تجربے کے اعتبار سے نئے سوالات ایک ایک راستے اختیار کرتے ہیں۔ شعر اپنے قاری کو عمل اور جذباتی جواز سے ملانے کرتا ہے۔ جب کہ فلسفہ اپنے قاری کو عقلی استدلال کے طالب میں لائے کرتا ہے۔ اگر دیکھنا چاہوں تو ہر شعری رنگی تصویر کو ایک مخصوص تصور اور معلومات کا ایک عقلی ذخیرہ سمجھ کر اسے اس لحاظ سے طالب دیکھ سکتا ہوں کہ ایک مخصوص اور منظم مقام رکھتا ہے کیونکہ اس کی رنگیں فطرتی حیات و انکسار کے ادنیٰ سطحوں کے تاثر میں عمل ایک جذباتی اور حسی رد عمل ہی نہیں بلکہ ایک مخصوص نظام فکر کا مظاہرہ کرنا اور انعکاس بھی ہے۔

غالب قاری کو حقیقت کے ارتقا سے قلم شہزادہ عمار کے تصور و خیالات سے مکمل واقف فائدہ لے کر اس کے کام میں پہنچا۔ قصوں کے مسائل اور فلسفہ و بحث کے ذریعہ سوالات کی مداخلت پر فطرت جتنی بھی ہے۔ فلسفہ و بحث ضرورتاً طالب کا دماغ متوجہ کرتے ہیں اور اس نے حدود یکسوئی پر فطرت وجودی مسائل کو حلیت صورت کے ساتھ اپنے خیال میں پہنچا دیا ہے۔ غالب کے شاعرانہ نے بھی بہت تفصیل کے ساتھ اس کے وجود وجودی نظریات کی تشریح کی ہے۔ لیکن اس کے تصور میں فلسفہ وجودیت (Existentialism) کے دو واقعات اپنے جلتے ہیں جن سے کسی نے قرض نہیں کیا۔ مثلاً اس کی وجہ یہ ہے کہ وجودیت کا فلسفہ غالب کے ہونے پر بدلتا ہے اور اس کی نشوونما بھی یورپ ہی میں ہوئی تھی لیکن چونکہ غالب کی شاعری کا جیسے جیسے مصرع میں مذہبی و فطرتی تاثر خالص رہا ہے تاثر عامیہ و عامیہ میں وجودیت کا احساس نے ہمیں غالب کے تصور اور وجودیت کے نظریات میں حیرت انگیز مماثلت نظر آنے سے پہلے میں ہم وجودیت کے چند اہم نکات کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے تاثر میں غالب کے بعض شعلوں کا جائزہ لیں گے تاکہ اس کے نظام و معنی کی ایک نئی جہت ہمارے سامنے آسکے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ جدید یورپ میں جتنی بھی عقل و فکر قریب قریب گمراہی میں ڈال دیا گیا (Nihilism) کے فلسفے کے رد عمل کے طور پر (گمراہی و گمراہی) فلسفہ کا اصلی نقطہ ہو گا۔ مگر کبھی گمراہی کی وجہ سے سب کے سب دنگ کے نظام فکر کے جواب میں ہی اگرتے تھے۔ دنگ کے نظام کی مناسبت (Absolutism) اور انتہائی گمراہی و گمراہی نے قریب قریب کو باطل علم کو رد کیا۔ دنگ نے مذہبی نقطے اور عقائد کی صورت کو اس حد تک تار و مار کیا کہ فطرت حقیقت منظر کا اصل ایک عمل یا جتنی مقدار قرار پایا جس کی اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں تھی۔ اس کے نزدیک قریب قریب حقیقت اسی میں ہے کہ وہ وجود حقیقت میں اپنی اسٹی کو گم کر دے۔ اسی بات کے اس دور کو کبیر کیسٹنارڈ نے اپنے فلسفے میں لکھا ہے کہ سب میں ہی سوچا ہوا ہے کہ میں ایک نظام کا اصل ایک حصہ ہوں یا کل کا ایک حصہ ہے۔ اس جو ہوں تو میں کتب لکھتا ہوں۔ چنانچہ کبیر کیسٹنارڈ نے مذہبی نقطے اور بالخصوص دنگ کے فلسفے سے بدلتے کر دلی میں اصل حقیقت (Existence) کی قلمی اور دماغی (Existence) کو دکھائی اور عارضی قرار دے کر نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ وجودیت کا اصول ہے "Existence precedes Essence" یعنی وجود ضرور پہلے ہے۔ حتم ہے کبیر کیسٹنارڈ نے کہ وجودیت کا نام ہے اپنی پوری توان اپنے وجود پر مرکوز کرتا ہے۔ سب اس طرح وہ اپنے باطل اپنے دماغ اور لاشیں سے کٹ کر اس میں، اور کرتا ہے کہ میں کون ہوں اور میری حقیقت کیا ہے؟ اپنے آپ کو وہ کسی بلا تہ ہو کر وجودیت حقیقت منظر کی تجلے میں دم کرتے ہے چار فیصد چنانچہ پورا انکشاف اس پر یہ ہوتا ہے کہ وہ ہماری دنیا میں اکیلا ہے اور اسے ایک طرح کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا

جیسا طرز زندگی کو ہمارے اپنے دھرم اور فرد گرد کے معاشرے سے ملی وہ دوسرا مستعار نکلتا ہے۔ یعنی اس طرز زندگی کو اس نے خود اختراع نہیں کیا بلکہ وہ سہولتوں سے اس کے لیے وضع کیا ہے۔ ایسی زندگی کو ہم دوسرا غیر صدقہ (inauthentic existence) بھی کہتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے کبیر کی گیارہواں ایک اپنے گاڑی بان کی مثال دیتا ہے جو سہارا پر اور ٹھونڈوں کی بانٹیں اگرچہ اس کے ہاتھ میں ہوں لیکن ٹھونڈے خود بخود غرقہ راستے پر چلے جا رہے ہوں۔ گویا گاڑی بان ٹھونڈوں کو نہ چلا رہا ہو بلکہ ٹھونڈے اسے لیے چلے جا رہے ہوں۔ اس مثال سے کبیر کی گیارہویں صحت کرتا ہے کہ معاشرے میں اکثر لوگ پہلے پھرے تمام کچ کرتے نظر آتے ہیں لیکن ان کی حقیقت زندہ انسانوں کی ہی جیسی ہے کیونکہ وہ رسوم و رواج کے پابند ہوتے ہیں اور گلی بندھی زندگی ہر انہیں دہانے میں ملی جاتی ہے وہی ہر کرتے چلے جاتے ہیں، انہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم کتنے ہیں اور ہمارے دوسرے معنی کے کیا تقاضے ہیں۔

کبیر کی گیارہویں رسم و رواج اور معاشرتی طائفہ و دنیا سے کٹ کر صرف اپنے وجود پر غور کرتا ہے تو پیدا احساس ہو اس کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے وہ ایک شے کی قسم کی تنہائی (Loneliness) اور سوانحیت (Alienation) کا جیسا ہی لگے وہ کہتا ہے کہ میری مثال ایک غرض و سبب و دھشت کی جگہ ملاحظہ فرمائیں ہوئی انہی زندگی کی سی ہے۔

تنہائی اور سوانحیت دوسری نظریوں کے لئے دھوکا دہی زندگی قرار دیتی ہیں۔ جب بھی ہم اپنے وجود پر غور کرتے ہیں اور اسے ملتی و ملتانی دنیا و مافیہ سے صحتی کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ تنہائی اور سوانحیت کے احساس کی صورت میں نکلتا ہے۔ ہر جب وجود کی نوعیت پر غور غور کرتے ہیں تو یہ پتا چلتا ہے کہ یہ وہ انتہائی بے اثر اور موت کے جہنم کا ایک واقعہ ہے۔ موت اور بے اثر ایسی حقیقتیں ہیں جن پر ہمیں کوئی اختیار نہیں تمام ان سے ہم انہیں نہیں چاہتے ہم اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوئے ہم نے جب شعور کی آگے کوئی قدم نہ دیا میں پلایا اسے دوسری زندگی (Thrownness) کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی نے ہمیں نہایت وجود پر دیکھ لیا ہے۔ ہر جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ایک واقعہ آئے گا جب موت ہمارے وجود کے راستے کو مسدود کر دے گی۔ تو ہم متوجہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ موت کا انٹیمڈ دھشت (Dread) کو بڑا کرتا ہے لیکن جب ہم موت کو ایک ایسی حقیقت کے طور پر قبول کر لیتے ہیں جسے ہم مل جیسے کہ تو دھشت سے بھرت پالیتے ہیں لیکن خوف (Fear) سے ہم بھرت نہیں دیکھتے کیونکہ خوف کسی شے کا خوف نہیں ہوتا بلکہ یہ ہمارے وجود کے ساتھ لگا ہوا ہے اور جب تک ہم زندہ رہتے ہیں، اس کے سامنے ہمارے وجود پر پہلے رہتے ہیں۔ تاہم موت کو ایک ناقابل انکار حقیقت کے طور پر قبول کرنے کے بعد ایک مثبت رویہ اٹھاتا ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہم صدقہ (Authentic) زندگی گزاریں۔ یعنی اپنے وجود معنی کے تقاضوں کی تکمیل کریں اور اپنے شعوری فیصلوں کی روشنی میں شاپروہ حیات کا سفر طے کریں۔ یہی دوسری نظریوں کا وہ مخصوص نقطہ اٹھاتا ہے جو انتخاب اور آزادی سے حلق ہے۔ کبیر کی گیارہویں صحت ابراہیم کی مثال دیتا ہے۔ صحت ابراہیم کو جب وہ حقیر و راجی ذرا قرآن کا ایک ہی خواب نظر آیا تو وہ فیصلہ نہ کر پائے کہ یہ واقعی ہم حق ہے یا کوئی شیطانی دوسرے اس کو کوئی کیفیت سے کرب (Anguish) کی کیفیت پیدا ہوئی لیکن جب انہوں نے ایک فیصلہ کر لیا اور ایک ناکام عمل منتخب کر لیا تو انہیں کرب سے بھرت آئی گئی۔ زندگی ہر کسی فیصلے کی رو میں صحت ہو صدقہ ہوتی ہے لیکن جس طرز زندگی کا اثر کوئی فیصلہ اور انتخاب نہ ہو وہی غیر صدقہ ہوتی ہے جیسا کہ سارتر نے مدترے کے طیل "حقی" (Hawson) کا ایک طویل عرصہ تک کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا اور کرباک اور غیر صدقہ زندگی گزارتا ہے۔ سارتر نے اسے ہر کوئی ایک دنیا ہو جو ہے جسے انسان کو دینا دیکھنا "مطلوبہ" چاہتا ہے۔ "Man is condemned to be free" (ہر لوگ اپنا حق آزادی اور حق انتخاب استعمال نہیں کرتے وہ غیر صدقہ اور کرباک زندگی گزارتے ہیں۔)

دوسری نظریوں اور سے باہر کی طرف نہیں بلکہ ہمارے اندر کی طرف مست لگاتے ہیں اور اپنی اطاعت کو کسی خارجی وحدت میں

کم کرنے کی بجائے اس کا مثبت کرتے ہیں اور اپنی سوشلزمیت کو صداقت ماننے میں کہنے سے باہر کسی حقیقت کو صداقت (Truth) قرار نہیں دیتے۔ اس کے نزدیک 'حقیقی' معنات ٹوٹ کر 'کرب' و 'عجب' اور 'عجوبہ' الٹی اپنا ہی شکرانہ ہیں جو کہ انسانی صورتِ مل (Human Proficiency) سے حقیقی ہیں۔

خواہ کبیر کی نگارڈ کی انسانی نوعیت ہو یا سارتر کی انسانی نوعیت، اس کے بنیادی تصورِ مل وہ ہیں جو لوہے جیان کے گئے ہیں۔ اگر ہم غالب اور نوعیت کے مل کی اور تکنیکی صلاحت پر غور کریں تو وہاں میں گرمی سمائش پائیں گے۔ نوعیت کی تحریک وہ ہیں جنہوں کے بعد ابھی وہی۔ وہی انسانی خون کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی اور رنگ کے سطحوں نے شہروں کے شراب دانوں کے دھیرے والے تو سطحیت پر نہ لو۔ انسان کے خلاف ردِ عمل پیدا ہوا اور فرد کی انفرادیت کو پہلنے کا دھنچکا اعلان وہ بنے بنے آدوش میں کے پیچھے قوی وابستہ کیوں اور سیاسی مذہبی مفادات پر مشہور تھے اور جن کی ہیئت پرزادوں انہوں انسانی جانی چندہ بگیل تھیں۔ انسانی نظریوں کی نظروں سے کر گئے۔ انہوں نے گرمی اور قوی مفاد اور تکنیکی حکم کو پہلنے کی بجائے فرد اور اس کی انفرادیت کو پہلنے کی کم شہرہ کر دی۔ غالب نے بھی جب شعور کی آنکھ کھلی تو اپنے فرد گرد سیاسی و ملکی رویوں کی سطح کے ماحول دیکھے۔ ایک عظیم انسانی سطحیت کے اندام کے آخری مراحل میں کی آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ انگریزوں کا غلبہ مصلحت فائدہ دہی کی ہے یہی اور بد بختی جیوں کی فساداتی اور عہدہ کی اقل و کثرت کے واقعات نے اسے بھی انسانی صورتِ مل کو اسی زاویہ نگاہ سے دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا جس سے دھڑکی نظریوں نے رنگ کے بعد یہ دہائی عوام کو دیکھا تھا۔ چاہے یہی شہر کی سطحیت نے غالب کی داخلی واردات کو نوعیت کے کرب میں رنگ دیا۔ اسی لیے ہمیں غالب میں 'سطحیت' سے بڑا ہی اور لوہی انفرادیت کو پہلنے کا قوی دھنچکا نظر آتا ہے۔ بنیادی انسانی صورتِ مل کے بارے میں اس کے بعض اشعار اس سے بخیر اور واضح ہیں کہ نوعیت کا فلسفہ اس کی گرد کو بھی نہیں بچھ سکتا۔ بلکہ اس میں ہم غالب کے چند اشعار کا جائزہ لیتے ہیں جو بنیادی انسانی صورتِ مل کی نوعیت کے رنگ میں لکھائی کرتے ہیں۔

کل کو سخت جانی ہائے حقیقی نہ پوچھ

مچ کر شام کا آواز ہے بولے شیر کا

اس شعر میں غالب نے انسانی صورتِ مل کی ایک بنیادی کیفیت یعنی حقیقی کو اپنی طرح سمجھتی اور تفکرانہ صلاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حدودِ سطحیت پر پہلی ہوئی تشریح بھی اس طرح اسے پیش نہیں کر سکتی۔ جس طرح سائنس دان اپنے مخصوص طریق کار اور طریقہ سائنس سے موضوعی سائنس حقائق کو مقرر عام پر لانا ہے اسی طرح ایک ایسا اثر انسانی ذات کی موضوعی صداقتوں کو اپنے اندام میں پیش کرنا ہے۔ نوعیت کا فلسفہ بھی انسان کی انسانی صداقتوں سے قرض کرتا ہے اور اس ضمن میں 'حقیقی' کی کیفیت کا سب سے پہلے ذکر کرنا ہے کیونکہ انسان وہی اپنی صورتِ مل پر سمجھتی ہے اور کرتا ہے تو حقیقی کے احساس کا اسے سب سے پہلے سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہی حقیقی سمجھ کا طریقہ انہوں سے چھڑنے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا مستقل احساس ہے جو دھڑکی انسانی کے طبع میں گھومنا ہوا ہے۔ حدودِ نفسیاتی کیفیات کے نام منطرب و متعین اور صورتِ دہان دینا حقیقی کے اسی احساس سے پھرتے ہیں۔ ایک عظیم تفکر میں احساس حقیقی بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ عوام کی بیز بیز سے گرمی ہوتا ہے۔ کبیر کی نگارڈ کی طرح غالب بھی عوامی بیز بیز اور عوام کا فلسفہ نہ تھا۔ اپنے تفکروں کی صورتِ طبع اور بنیادی خیال انہیں عوام کی ذاتی سطح سے بہت اونچے لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے تفکروں کی عوامی سطح پر قدر نہیں ہوتی اور وہ ایک قسم کے احساس عوامی کا افکار رہتے ہیں۔ کبیر کی نگارڈ کے سبب وہ لوہے کا ایک عوامی بیز بیز کا ایک نئے نئے درخت کی شراغ پر بیٹھا ہوا ہے تو دراصل اس نے اپنی اسی تقدیری اور عوامی کا عوامی ہی دیا ہے۔ غالب کا بھی یہی حال تھا۔

میں ہوں اور افسردگی کی گونج غالب کے دل

دیکھ کر غرورِ ناپاک اہلِ دانا جل گیا

وہ اصل ایک بڑے فنکار کی حسین دستاویز کے لیے اہلِ عرف کے ساتھ ذہنی آفت کا وسیع ہوا بھی ضروری ہوتا ہے۔ تمام انہیں اس صفت سے قوی ہوتے ہیں، اور غالب کے افکار تو دیکھ ہی اپنے عجب سے بہت آگے تھے اسی لیے اسے اپنے ہم وطنوں سے بڑا گھروہ تھا۔ ہم کہیں کے دانا تھے اس قدر میں بیکار تھے

بے سبب ہوا غالب دشمن کہیں اپنا

لوگوں کی بے قدری، منافقت اور کرب کا احساس غالب کو دو سطروں پر فنکاری کا صرف بانہ ہے فنکاروں کے لیے خصوصیت ہے اپنی عورت فکر اور غیر معمولی محبت کی وجہ سے وہ عام لوگوں سے کٹ جاتے ہیں۔ وہ سری سچ ہے وہ جنم نئی قریح انہیں کے ساتھ عقلی منافقت اور کرب کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی یہ صورت حال خصوصیت سائنسی طرز و انداز کی مصلحت کی بڑا کردہ نہیں بلکہ خاصیت انسانی صورت حال ہے اور جنم انہیں کیسی طور پر اس کا شکار ہیں۔

تو نہ جانتا وہ نہ فہمِ اصل میں دونوں ایک ہیں

سوت سے پہلے کوئی فہم سے اجالت پاسے کیوں

یہی غالب نے تو نہ جانتا اور نہ فہم کو اسی مضمون میں استعمال کیا ہے جس میں یہ کہہ کر بیکار دے کہ کب جانتا کو مگر ہر کار کا وہ گہ "Anguish is natural to man" (Sickness unto Death) کیا ہے۔ سادہ زبانی نے اسی کرب کے بارے میں کہا ہے

کیونکہ گارڈ اور سادہ زبانی نے اس بنیادی صورت حال کی تشریح و توضیح کے لیے اپنی پوری ہمیش کی ہیں، لیکن غالب نے محدود ہوا ایک ہی شعر میں وہاں کو اسے میں بند کر دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بڑا فنکار دو سطروں پر منافقت اور عقلی کا شکار ہوتا ہے۔ ایک عقلی سچ ہے جس پر کہ جنم انہیں اس کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ صرف خصوصیت سچ ہے جس سے عقلی فنکار ہوتے کا کرب سمجھنا پڑا ہے۔

غالب کے اشعار کی تفہیم کی ایک عام اور دوامی سچ ہے جس پر کہ اس کے اشعار کو سمجھا جاتا ہے لیکن ان میں یہ صلاحیت بھی موجود ہے کہ انہیں ایک بانہ زبانی لطیفیت سچ پر بھی سمجھا جاسکے ایک عظیم فن پارے کا یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ ذہنی دشمن کی حد بندیوں کو محدود کر کے اپنی صداقتوں کی روحانی سے منور ہو جاتا ہے۔ کام غالب کا اپنی ہی سادہ ہے۔ چنانچہ یہ ایک گہری روحانی وارفت سے گھرا ہوا ہے اس لیے اس میں ہمیں وحدت وجود، خصوصیت، عظمت، دوستی اور دشمنیت کی بنیادی صداقتوں کا انعکاس ملتا ہے۔ وحدت میں جس طرح عقلی منافقت اور کرب بنیادی انسانی صورت حال سے متعلق ہیں اس طرح آدھری "انقلاب اور لوہ" بھی اس سے متعلق ہیں۔ اگر ہم وحدت کے تصور انقلاب و آدھری کے جائز میں غالب کے بعض اشعار کا جائزہ لیں تو بیکار نے مطلب بدلے جاتے آئیں گے خاص۔

عقل بنیادی ہے کس کی شرفی حق کا

عقلی ہے جو میں اور مجھ تصور کا

عقل میں بندوبست برکتی دگر ہے حق

حق کا طبع صفا صفا ہے حق





کو کہ تلاش یک تھیل شیریں تھا اسد  
 شک سے سوار کر ہوسے نہ چلا آگیا  
 دماغی لگاؤوں کے ہی اثر لم دو غور کو تخلیق کاری کے ایک ہاتھ ترسے پے غور سمجھتا ہے۔  
 شعور اپنا بھی حقیقت میں ہے دماغ لیکن  
 ہم کو سمجھد شک عقلیہ حضور نہیں  
 عین داری اصل بھی اگرچہ غری ہے لیکن ہم حضور کی کم عقلی میں اس کی طرح فاضل کا ضمیر میں لگاتے سمجھد سے گریز اور بے  
 پیر کی تلاش غالب میں اتنی شدید ہے کہ وہ کہلاتا ہے۔

دماغ کی دسم کہ گرد و غبار دماغ جاسے من  
 واسے گرہلہ نہیں اموز من فو واسے من

یعنی مجھے دماغ سے لگاؤ نہیں لگتا ہذا اس بات سے لگتا ہے کہ کہیں کی کم پختہ زندگی غور نہ کر آئے اور صوبہ صوبہ و فو ادرا  
 و آفریت میں تکیں ہو جائیں۔ غالب کے نزدیک یکسانیت اور ایک ہی ڈگر پے چلنے والا غلاب دماغ سے بھی بڑا ہے۔  
 اصل لوگ غالب کو حقیقت پرندہ کی کاٹھن دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غالب میں ہمیں عقول کی طرح کی دہانیت اور  
 لولہ صوری فکر میں آتی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فطری فطرت کو بدھا کر اس کی شہادت و کائنات کی علامت بدل دیا معلوم ہو  
 رہی تھی۔ وہ دماغ اور پائوں اور ستاروں کو سوارا دے کر لٹن بٹن ہوئے سے چاہیں سکا تھلہ لٹا اس نے وہ دماغ پاتا جس میں  
 انسان اپنی صورت حال (Predicament) پر سمجھتی ہے غور کرتا ہے اور دماغ کی فن شرافت و کائنات کو نکلے دل سے قول کر لیتا ہے  
 جن سے طر حلق نہیں۔ لہذا عقلی معائنات کہہ بہ صورت لولہ و لیم کا اس نے لاکھوں ترویج عقیدوں کی مناسبت سے اپنی شعری و تنقیدی  
 قریں دل میں تاکہ کیا ہے۔ اس سے اسے فطری سمجھتا سمجھ نہیں بلکہ اس کی اپنے آواز سے دماغی اور عینیت ایک فکر تخلیقی کوست  
 سنت کہ منیت پھر ہے جس نے اچلی جیسے لولہ صوم اور دہانیت پندر شعرو حکیم کو اس دھت قریبہ عقل دی وہ کہ ”تربہ شام“ کے  
 بعد ”تغیر“ کا فعل جاری ہو چکا تھلہ

## غالب کی تخیلی فکر

غالب کی شاعری کو بخوشہ جمہوری تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے تاریخی طور پر پہلا دور وہ ہے جس میں بیدل کے اثرات نمایاں ہیں اس دور میں غالب نے فارسی شاعری میں اپنی ہیبت ستواسے پر توجہ مرکوز کئے اور کئی دور کو فارسی کی شعری روایت کا احاطہ سمجھتے تھے اور اپنا مقام ’وفی‘ نظری اور بیدل کی صف میں دیکھنا چاہتے تھے اپنی شعرا کی طرز پر شعر کہنے کی انہوں نے غالب کو مشکل پہنچا دیا اور ان کی اور شاعری پرستان سازی کا عمل بھی کئی دور سے دور میں ان کے اظہار میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی یہی دور ہے جس پر ان کی شاعروں عقلیت کا اضمحلال ہے تیسرے دور میں غالب کا کام سل مسیح کی عود مثیل ہے۔ غالب کے پہلے دور کی شاعری کو سمجھنے کے لئے ان کا ایک شعر دیکھئے۔

کلفت دہا این وقت لفت دہا کج

شوق کس نہ سرگرمی فعل غالب کا کج

یہاں این وقت سے دنیا اور حالت مراد ہے جس کے درمیان ربط اور ہم آہنگی کی کاوش کو زندگی کے مقاصد سے خلعت قرار دے دیا ہے اب کہ غالب کے نزدیک انسان کو چاہئے کہ وہ شوق کو رہنما کرے اور اگر وہاں تک بھی جائیں تو سر کے تل پہنچا جائے کہ حرکت ہی زندگی ہے اور رک چاہا سو۔ ہم اس مضمون تک پہنچنے کے لئے ابھی خاصی داخلی و ردائی کی ضرورت ہے اس دور میں غالب جس طرح فارسی زبان کی حدیث کے ادیب کیلیوں کو مجسم کرتے ہیں اس کی ایک مثال ان اشعار میں ملانے کیجئے۔

بہن زار خفا نہ کیا صرف غرض نہیں

بہار نام رنگ تو صبرت فاک جاتی ہے

نہ حیرت بزم سلی کی نہ صبرت دور سفر کی

مری مصلحت میں غالب گردش افک جاتی ہے

اس وقت تک اردو شاعری بہت آگے جا چکی تھی اس لئے غالب کا یہ انداز سوائے باقی کلامی میں اپنا بے اثر نہ کر سکتا تھا زیادہ سے زیادہ ان کی انفرادیت کا ایک نقش قائم کرنے کے کوئی ایسا اثر یا ایسی جوش نگاہ نہ کر سکا جس کی وسعت اور شدت سے طبیعت کو عفو و کفایت کی لذت نصیب ہو سکتی۔ غالب ہی کے بقول۔

بہن گیسو سے دل بزم شکوہ کر دیا

لذت غرض شکوہ عفو مشکل نہ پہنچ

غالب سے پہلے اردو شاعری دو نہایت شعور کو بھاری دیکھ چکی تھی جس میں سے ایک اردو دلی کا تھا جس کے لائق و شعرا میر تقی میر اور صوفی تھے دوسرا دور گیسو کا تھا جس کے سرگرم شعرا میں آغلی و فلاح کام لیا جا سکتا ہے۔ شعرا شعرا میں غالب نے جس لڑائی کی شاعری اردو میں کی اسے نہایت صوفی و بیدل کے بعد فارسی میں شکل کیا جا سکتا ہے۔ وہی امرتہ فارسی کے عفو اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ غالب کے شعری مطالب اس زبان میں لادائمی کے ہاتھ کے تھے جو ان کے عود کی زبان تھی اور جس کے لائق و شعرا میر تقی میر تھے۔ ذوق کی شاعری اپنے عود کی دلی کے اظہاروں اور دماغ سے مزین تھی یہی وجہ ہے کہ وہ انداز کے حوالے سے غالب سے بہر شاعر کچھ ہلتے تھے اس وقت ایک طرف تو دلی کی روایت ہندی اور عفو ہندی تھی اور دوسری طرف گیسو کی عفویت ہندی اور بیدل انگریز۔ جہاں کہ شاعری بچہ دیگر اسے کے

مصدق وہاں سے اصراری ہے جذبہ اور تحلیل کی لہذا میں سانس نیچ ہے اور فکر کی پانچوں کو سر کرتی ہے شاعری سے راز و بار وہ انکار چاہے  
 ہیں جو دنیا کی تقابلاً ہر جہتی شاعری میں نہ سے چلتے ہیں۔

عالم کی شاعری کا وہ ہیں دور شاعرانہ صفت افسانہ کی پہچان کا مرحلہ ہے ہر بڑا شاعر مطلق کے لئے نئے امکانات دریافت کرتا ہے جس عہد میں  
 وہ رہتا ہے اس کا طرز ہیں اس سے لئے کافی ہوتا ہے اسی لئے وہ کبھی دولت سے دہرا کرتا ہے تو کبھی اپنے انفرادی تجربے اور انفرادہ کو نصیب  
 دیتا ہے اور باطن میں دونوں کے امتزاج سے ایک نئے تجربے ایک نئی دولت اور ایک نئے اسلوب کو تشکیل دیتا ہے۔ غالب کا کمال یہ ہے کہ  
 انہوں نے ہماری شاعری کے بحر میں انفرادہ کو اپنے اسلوب کے درپے لہرو شاعری میں سودا اور ایک ایسی نئی شعری زبان ترتیب دی جسے نظم و نثر  
 دونوں کی حیثیت پر مقرر کیا ہو تا تھا۔ غالب تک پہنچنے پہنچنے لہرو شاعری کی دولت یہ شخصیت مجموعی انضمام پذیر ہو چکی تھی غالب نے اسے ایک  
 نئی ترقیاتی مہم کی اور اپنے انفرادی شعری تجربے سے اس کے حق سودا میں نئی مدعا پیدا کی۔ غالب کے اسلوب شاعری کا سب سے کمال ذکر  
 یہ ہے کہ اس نے اردو شاعری و انکار چاہے کا حصول پایا غالب سے پہلے بھی فکر کی انفرادہ شاعری میں موجود تھے جس طرح ہر بڑی شاعری میں  
 انفرادہ طور پر ہوتے ہیں لیکن اردو شاعری میں یہ فکر کسی جہتی لطیفانہ سوچ کا تجربے کی آئینہ دار نہیں بلکہ نئی تھی غالب سے پہلے کی اردو شاعری  
 میں کمرے مطالب تھے جن صرف درد اور صبر کے پہلو بھرتے تھے۔ کے حوالے سے کسی قدر فکر کی فو صرف چلتے ہیں اسی طرح مدافعی طور پر  
 تصوف کے مضامین محدود سطح پر شعور کے پہلو موجود ہیں اس اعتبار سے دیکھا جائے تو غالب کے پہلو پہلی مرتبہ نمایاں فلسفیانہ سوچ اور کسی  
 حد تک مربوط فکر و کمالی دیتا ہے۔ غالب ہی نے شاعری میں حقیقی فکر کی گہرائی پیدا کی۔ فلسفیانہ لہرو شاعری میں یہ قوی امکان ہوتا ہے  
 کہ شعریک راخا اور سلی ہو جائے یا اس میں شعرت باقی نہ رہے جیسے غالب ہی کا یہ شعرا ہی دوسرے میں آتا ہے۔

نہ تھا کہ تو خدا تھا کہ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

دوایا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

جب کہ اردو شعر یہ ہے کہ شاعری جذبہ اور تحلیل کی تہذیب کا نام ہے اور فلسفیانہ اپنی دماغ اور سوچ کے مختلف ذہنوں کی تہذیب کی کرنا  
 ہے تاہم غالب کے پہلو ایک کوہ شعر کے سوا ہر جہت جذبہ اور فکر دونوں باہم جست نظر آتے ہیں دیکھئے۔

فطرت قطب ہے دریا میں قاف ہو جاتا

درد کا حد سے گزرتا ہے روا ہو جاتا

ہے خیال حسن میں حسن فعل کا سا خیال

خلد کا اک دور ہے میری گود کے اندر نکلا

ہے رنگ فلد و گل نرسن ہوا ہوا

ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہئے

وہی اک ہلت ہے ہو یوں کس وہی کھٹ کھٹ ہے

ہمیں کا جلوہ چھٹ ہے میری رنجیں زوئی کا

فرہنگی ہاں سے ہاں 2 مرتبہ طبع

شعب ہر رنگ میں جلتی ہے سر ہونے تک

کہیں گردشِ عام سے گھرا نہ جانے مل  
 افسانوں میں چلے د سفر میں ہوں میں  
 دور در دور کیمانی مستحق نہیں  
 ہم کہیں جیسے اگر حسن نہ ہوتا خود میں  
 ہر خاص و عام رنگ کے دم کے میں سر کیا  
 اسے دانے جانے بے طبعی دانے گل  
 چشمِ طربِ عاشقی میں بھی نوا چہوا ہے  
 سرور تو کہے کہ وہ خطِ کوا ہے  
 دم و دم آئینہِ کوا ہے  
 دلائی شوقِ عاشقی ہے نہیں  
 کہ ہے شوق کو دل میں بھی چلی ہوا  
 سحر میں ہو ہوا بطربِ روا کا

غالب نے نزل کے دامن کو خفیاں ہی دیکھیں تھیں اور اپنی درجے کے شاعرانہ فطرت سے محروم ہے انہوں نے نہ صرف اردو نزل کا  
 رد کیا ہے بلکہ انہوں نے انہوں کے لئے کھود چکے نزل کا فرد و احساس اور جذبہ و تخیل کی نئی دنیا کا انہوں کی زبانوں پر آشوب وضع نہیں  
 کے درجے کے طرزِ احساس کی صورت گری ممکن ہوئی۔ اگر غالب کی شاعری نہ ہوتی تو شاید اقبال کی شاعری کو وہ فکری احساس پیدا ہوئی جس  
 نے اقبال کی شاعری میں کیمیا کا اندازِ فکر اور عقیدانہ نقطہ نظر کو پیدا کیا اس اعتبار سے غالب اردو کے پہلے فلسفی شاعر اور اقبال بعد ازاں فلسفی  
 شاعر ہیں۔ غالب کی شاعری میں فکری عناصر اس طرح سمجھ رہے ہیں جیسے غالب میں اچھے ہونے ایک بار بھی لکھ کا نہیں ہوتا ہے۔

ابرا ہوا غلب میں ہے ان کے ایک تر  
 مرزا ہوں میں کہ یہ د کسی کی نگاہ ہو

جب کہ اقبال بعد ازاں فلسفی شاعر اس لئے ہیں کہ ان کے یہاں افکار کا پورا نظام حرکت کر رہا ہے۔ غالب نے اردو شاعری کے مضامین کو  
 فلسفیانہ بحث سے نکال دیا تھا انہوں نے زندگی اور اس کے رویوں کا کلیتہً اور اس کے بعدوں اور فطرت اور اس کی پستیوں کو افکار کیا اگرچہ  
 بعض صورتوں میں غالب کا نقطہ نظر بھی تکثرت ہو جاتا ہے تاہم ان کی شاعری میں شہرت اور عظمت جبکہ وقت موجود واقع ہے یہی ان کی شاعری  
 کا خصوصی آہنگ ہے نہ صرف اور صرف غالب کی پہچان ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ غالب کے بہت سے ابتدائی افکار فارسی شاعری سے آئے ہیں  
 اگر ان کی دونوں زبانوں کی شاعری کو سامنے رکھا جائے تو غالب کے یہاں ایک ناقصہ احساسِ دھرم نظر آتا ہے وہ خود بھی ایک پتھر پر دور  
 انتخابِ انفرادی شخصیت کے طور پر سامنے آتے ہیں خصوصاً ان کی فارسی شاعری بڑی دلورہ انگیز ہے اس میں وہ جاہلیت فکر ہے نہ ہمیں فارسی  
 میں عرفی کے یہاں دکھائی دیتی ہے۔ غالب اپنی فارسی شاعری میں دانشِ حیات کے قہیب دکھائی دیتے ہیں ان کی شاعری میں گرمی بکھلا اور دلورہ  
 تحقیق کے پیچھے دیا کہ اپنی طوابعوں اور آرزوؤں کے مطابق جاننے کا عزم کرتا ہے اگر ان کی اردو اور فارسی شاعری کو ظاہر دیکھا جائے تو وہ ایک  
 حقیقی انقلابِ آفریں شاعر نظر آتے ہیں۔

غالب کا زندگی بہت ہی سادہ تھا شاعری میں مضامین فرسودہ اور خیالات پرانے تھے ان میں کوئی کی مکہ نہ تھی محض کا احساسِ خالق میں

دست لگ کر شعر کوئی بنا اور ایک یا قصور جیت سرے سے بلیہ تھا اس پس سحر میں غالب دست کی حاکم میں نکلے ان کی شاعری میں ایک نیرت  
 انگیزہ غصیت نمودار ہوئی۔ شاعری کو دیکھیں تو میں لگتا ہے جیسے نوحہ کی ہے رنگ اور شکار زمین سے لڑائی کا پشیمان پڑا ہو۔ غالب کے  
 یہاں انشیا میں اصرار والے ایک سے تمام ایک ہی تہذیب اور ایک سے تین کا تجربہ اور مشرق کی فنی "طنی اور اپنی روح دونوں ایک ایک  
 مودہ ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں زندگی کے نفسانی حقائق کا کرا کا شور مٹا ہے جس سے کہم لے کر انہوں نے عربی شاعری کو دنیا کی  
 عظیم شاعری کا حریف بنادیا۔

یہاں شاعر اپنے ساتھ زبان و خیال کی وسیع دنیا لے کر آتا ہے کہ غالب کے یہاں بھی فکر کی کرافٹی "ہندہ کی صورت امساں کی تونکی" عقل کی  
 قدرت اور شاعرانہ تجربہ کی دست نگر آتی ہے۔ "وہ دلیات کی عقلی سے پاندی کے قائل نہیں بلکہ فرسودہ ہے جان اور جو عمل دولت کو ترک  
 کرتے نظر آتے ہیں ان کی شاعری میں فکر کی ایک ہی دنیا" معنی کا ایک یا جمل اور اصطلاحات کا ایک یا ایک مودہ ہے انہوں نے اپنے  
 تعب و اس اور قصودات کے ذریعے ایک یا کھف حیات پیدا کیا وہ خود اگرچہ قدیم و جدید کی سرحد پر کھڑے تھے اور انہیں اپنی قدیمی فکر اور  
 ترقی دلیات سے جھجھکنے کا سبب غم بھی تھا لیکن وہ باطنی پرست پرگزشت تھے انہیں نوے اور باہر طراکمن پہ لڑائی ان کی فطرت میں ہی رہا تھا  
 اس لئے انہوں نے بے نڈے اور نئی تہذیب کا اشتہار دے کر ہر ش طریقے سے کہہ کر سرسید احمد علی کی کیف آئیں انہیں یہ انہوں نے جو  
 معلوم تقریر یہ زبان باری کہیں اس میں سرسید کے کام کو مودہ پوری سے تعبیر کر کے نئی تہذیب کی کہ کاملا ان لفظوں میں کیا۔

نظر آئے زمرہ از ساز تورد

قلب ہیں طائر بہ پرواز تورد

غالب کی معقول کی طرف گرائیں آنکھ نے ایک ہی دنیا کو تصور پائے ہوئے دیکھ لیا تھا کلک کو جو انگریزوں کی مرکز میں کام کر رہا غالب اپنی  
 دہائی میں دیکھ آئے تھے اور وہاں کی رونقوں اور دلچسپیوں سے بہ چڑھا حائر ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ غالب کی شاعری میں قدیم لفظ کے شعور  
 سے ایک سے لفظ کے اور ایک تک کا سطر کوئی رہا ہے۔

اس ساری بحث کا مقصد غالب کے عقائد شعور کا کھنکھانا ہے۔ غالب سے پہلے عربی شاعری میں فکر کا سطر جمل صرف کے مضامین کے  
 حوالے سے ہے مگر مشکل یہ ہے کہ تصوف میں بطورائے اس حقیقتوں اور دلیوں کو موضوع دیا جاتا ہے ان موضوعات کا زندگی کے نفس بادی  
 حقائق سے کچھ تعلق نہیں یہی وجہ ہے کہ تصوف کے مضامین محدود کو چھوڑ کر اردو کے تمام شاعروں کے یہاں دہائی طور پر موجود ہیں۔ طائر  
 محدود ہیں کہ خود مولا مصطفیٰ نے اس لئے ان کے یہاں تصوف کی بدولت "تصوف کی اصطلاحوں میں بیان ہوئی ہے تمام انہوں نے بھی  
 حقیقت کی حریف تک پہنچنے کے لئے ہمازی کی پیڑھی کو اشتہار کیا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ غالب سے پہلے عربی شاعری میں تصوف کے مضامین کو  
 چھوڑ کر زندگی کے بارے میں خالص عقائد غلط فکر موجود تھا۔ یہاں یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ کیا شاعری اور فلسفے میں کوئی ناگزیر تعلق  
 ہے؟ کیا شاعری فلسفہ ہی تھی ہے؟ یا فلسفہ شاعری میں داخل نہ تھا ہے؟ فلسفہ تو زندگی کی بنیادی حقیقتوں کا سراغ لگاتا ہے۔ جی کیا ہے؟ کہیں  
 ہے؟ کیسے ہے؟ اس لئے ہے؟ فلسفہ ان سوالات کو کھل کرنے میں حائل کا مودہ اختیار کرتا ہے۔ فلسفہ کا ہدف بھی یہی ہے کہ ہم عقل کے  
 ذریعے حقائق اور حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ فلسفہ سائنس کے کام مودہ سے اپنے اصول وضع کرتا ہے اور عناصر عقل کے ذریعے زندگی تک پہنچتا  
 جاتا ہے انسان ہیں کہ اپنے حواس کے ذریعے علم حاصل کرتا ہے اس لئے قلیل کا تعلق لقیات سے بھی ہے جب کہ شاعری میں قلیل عقلی  
 اموروں کے قصے نہیں بلکہ ایک مسئلہ کے تحت آتا ہے قصہ ہم شاعر کا فلسفہ جیت کتے ہیں یہ دراصل ایک عمومی مدعہ ہے ہر شاعر کے یہاں  
 مودہ ہوتا ہے طائر عقلی شاعر ہوتا ہے۔ شاعر کچھ چیزوں کا عقلی اور ایک رکھتا ہے اور کچھ چیزوں کو صرف محسوس کرتا ہے۔ یہ "اور" ہوا  
 ہوتے ہیں یہ اس کا عقلی اور ایک ہے یا جیسے غزلیت کا حسن محسوس کرنے کی چیز ہے اسی طرح محبت "غزلت" قصہ "پند" رقص اور رنگ بنیادی

طور پر اس مکت میں اس لئے شاعری اور فلسفہ دو الگ الگ اصطلاحیں اور فن کی صورتیں ہیں۔ شاعری فلسفہ ہی تو کہتی ہے بشرطیکہ اس کی شمعیت قائم رہے۔ جیسے فلسفہ شاعری میں داخل نہ کیا جاسکے۔ بلکہ یہی شاعری میں تو اکثر لایا ہوا ہے کہ تمام شاعری بنیادی طور پر جذبات اور احساسات سے تعلق رکھتی ہے اور انہی کے ذریعے سے ہمیں حقائق سمجھائی جاتے ہیں۔ شاعر غالب جذبات و احساس کے ذریعے حقائق ہم تک پہنچاتا ہے تو وہ محسوس کو محسوس اور محسوس کو محسوس بناتا ہے۔ جب ہی وہ مدعا سے حواس کو متاثر کرتا ہے شاعری اور فلسفہ میں ہی تعلق ہے اسی لئے شاعری اور فلسفہ یکساں تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن شاعری بھی عمل طور پر فلسفہ کا فلسفہ بھی عمل طور پر شاعری نہیں ہی سکتا۔ مگر یہ کہ وہ شاعری سے بعد رہا ہے اس لئے کہ شاعری ہر صورت منطق نہیں ہے۔ شاعری عقل کی وسعت پر اور کام ہے منطق تو فکر میں رابطہ تلاش کرتی ہے اسے مستند کرتی ہے مگر شاعری فکر کو تخلیق سچا پر حرکت دے کر فکر اور جذبہ کو ہم آہنگ کر دیتی ہے اور یہی کام غالب کی شاعری نے بھی کیا ہے۔

درازاں دھڑلے اپنے نظریہ شاعری کے بیان میں کرتا تھا کہ شاعری میں فکر جذبہ کی آواز سے کھل اٹھتا ہے غالب کا کہنا یہی ہے کہ احساس نے فکر اور جذبہ کو یک جہاں بنادیا ہے۔ فلسفیانہ شاعری وہ نہیں جس میں کسی قسم کے منظم کر دیا جائے۔ فلسفیانہ شاعری وہ ہے جو ہمیں زندگی کے بعض پہلوؤں اور مشکلات سے آشنا کرے اور جس میں حقائق کی جستجو کا عمل درخشاں ہے۔ یہی وہ شاعر ہے جو دنیا کی تمام بنی شاعری یہ لکھتا ہے اور لازمی طور پر رکھتی ہے وہ ہمیں زندگی کا نکتہ اور انسان کے بارے میں کوئی نہ کوئی نئی بصیرت عطا کرتی ہے۔ غالب کی شاعری اپنی خیالی الطرز ہی بصیرت آمیز اور خود مدعا کی بدولت دنیا کی بنی شاعری کی ہم پلہ ہے۔ اقبال نے تو انہیں عطا طور پر جو مٹی کے سطر شاعر گوشت کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ غالب کا یہ موقف اقبال نے سمجھا تھا اس کا شعر ہے۔

آ تو آجی ہوئی دلی میں آوا مہوہ ہے

گلشنِ حشر میں تیرا ہم تھا خواہید ہے

غالب کا مزاج ایک شعر اور لطیفی کا مزاج تھا جس شخص سے ان کا دل دھڑکتا تھا وہی لکھتی ہے ان کا دلن سوچتا تھا ان کے نزدیک جذبہ، عقل اور فہم و دانش یکساں حقیقت رکھتے تھے وہ جس چیز کو اپنے حواس کے ذریعے محسوس کرتے تھے اس کا عمل تجربہ بھی کرنا چاہتے تھے ان کا یہی تمنا تھی کہ انسانی حقیقت کو جاننے کا شوق اور فلسفیانہ شعور غالب کے یہاں ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ حوصلہ ان کے لئے خدا سزا بہت تو ہے ہی مگر یہاں وہ جاننے کا خوف جان لیا ہے غالب کا فلسفیانہ ذہن و عمل سے شلوہم ہونے کا بول چال کرتا ہے۔

گر مجھے مل میں ہو نیل وصل میں شوق کا نعل

سوجا بیٹا آپ میں مدے ہے دستِ جاگر یوں

اسی طرح غالب زندگی کے سب سے اعلیٰ کسے کی طرف تک کو شوق کرتے نکرتے ہیں۔

ہوس کہ ہے نکلا کر کیا کیا

نہ ہو مہا تو پیچہ کا حلا کیا

گویا غالب کہتا ہے چاہتے ہیں کہ زندگی کی مدد ہی ہر ہی اور سدا لطف مہلت کی وجہ سے ہے یہ زندگی کا اشتعالی تو ہے جو زندگی میں زیادہ سے زیادہ لطف لھانے پر آمنا ہے اس حقیقت تک پہنچنے کے لئے غالب نے فکر کے اس صوفیہ کسبے کو کہ چھٹی اپنی ضد سے بچانی ہوتی ہیں ایک ہر حال و شعری جوڑ کے ساتھ بولی کیا ہے۔

کہہ لوگ غالب کا رشتہ پر ہی انسانی تاریخ سے ملتا ہے ان کا کہنا ہے کہ غالب کی فکر میں جامعیت ہے اور حجاز ہر کے داخل اور بعد نکتہ و دہانہ فلسفیانہ دانشوں اور شعروں کی فکر کا ارتداد غالب کے یہاں موجود ہے ایسے بھی لوگ ہیں جو غالب کی شاعری کا حلقہ ہیں۔ دشتِ بطل میں تیرا عطرہ نفس حق غیر ہدی کی فکر سے قائم کرتے ہیں تمام غالب کے سو دس مولود سناٹے رکھ کر ہی ان کی شاعری کو سمجھا جاسکتا

ہے اور شاعری کو سمجھنے کے بعد ہی ان کی باطنی زندگی اور ان کے تصورات اور جذبات کی وسعتوں، بلندیوں اور گہرائیوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ غالب کی شاعری کی تقسیم کے لئے تاریخ، فتنہ، دوایات، صوبہ، شاعری، لطافت، لطیفیت، مشعل صوف اور دیگر کی طوم مشعل و مشعل کا ہذا ضروری ہے غالب کی شاعری میں جہاں جگر کے آہواں نکھرتے چمکتے ہیں انہیں مختلف طوم کی دودھ سے ہی سمیٹا جاسکتا ہے وہ عمل طور پر قطعی شاعر تھے ان کے یہاں انہیں جیسا کہ کئی مرتبہ ظاہر ہو چکا ہے بہت غالب کا آہن خواہ صورت، دل یا چہرہ اور باطنی تشویش کا اثر نہ تھا۔ یہ تشویش چاروں بھی ہیں انہیں بھی اور تھیں بھی۔ انہی تشویشوں کی بدولت غالب اپنے آپ کی قیادت کو بھی نہایت ہی مراد سے دیتے ہیں۔ غالب کے نظم کی مثالیات پر ان کی خواہ صورت تشویش کے حوالے سے کام کرنے کی خاصی گہرائش بھی پائی ہے۔ غالب ہر حال میں مظهر ہے آپ کی قیادت لفظ کے زندگی کا سراغ لگاتے ہیں ان میں غالب کی منہج نے زندگی کو حقیقی کی نظر سے دیکھا ہے اور شاعری حقیقت سے چاہی کیا ہے۔


ملی لیگ کے ماحول کے بارے میں ہے آپ


اس رنگدہ میں جلوہ گل آئے مگر جا


10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1041 1042 1043 1044





















مقدمہ

یہودیوں نے یہودیوں کو قتل کرنے کی بجائے ان کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔

10/20/2014 11:14 AM

*Journal of Management Education*

*Journal of Interpersonal Violence 28(12)*

[illegible]

Figure 1

[illegible]

1. *Journal of the American Medical Association*, 1997; 277: 1039-1043.

المعروف

1000

ہم قرآن میں اس کی تائید کرتے ہیں۔

## غالب اور آئینہ

اردو شاعری میں آئینہ ایک مستقل اور ہر پردہ مستند کی حیثیت سے مثال دیا ہے ایک ایسا لفظ یا رنگ کی طرح متحرک اور مدھن کی طرح چکا چوند کر دیتا ہے کہا جاتا ہے کہ آئینہ سب سے پہلے سکندر نے ایجاد کیا مگر یہ بات حدود ہے کہ مثیلہ ”سب سے پہلے فل جہن نے ایجاد کیا اور قریم جلی تو کہیں میں ٹیٹھ کا ذکر کی منتقل ہوتا ہے اور آئینہ ٹیٹھ سے ہی بنا ہے مگر قریم مصر اور سکندر یہ میں کہنے کے بعد سے قبل کہ غلب راز کر چکا لیہا ناخدا اور آئینہ کی جگہ مستقل کیا جاتا تھا اس کے علاوہ انہیں اپنا گھس آئینہ تب دہلی میں بھی دیکھا مگر ٹیٹھ سے بنے آئینہ نے دیگر کی اہمیت ختم کر دی۔

آئینہ کا لفظ فارسی ہے جس کے لغوی معنی منہ دیکھنے والا ٹیٹھ درجہ ششدر و مدھن۔ تیرن خواہر۔ صاف اور ادا کے ہیں جبکہ بدلی میں آئینہ کو آری۔ آدرن اور آما کہتے ہیں امیر خسرو کی ایک کہ کہلی ہے کہ۔

ہاری ہوئی۔ آئی نہ ——— زکی و صوفی پائی نہ

بدلی ہوئی آری آئے ——— خسرو کے نہ کہے جاتے

(آئینہ)

فیروز اعلیٰ مرزا، الطرح مولوی فیروز الدین میں آئینہ کے تسمی سے زیادہ معنی اور مصلحت ملتی ہیں مگر غالب کے ہاں اس سے بھی زیادہ۔ میر نے آئینہ کی جگہ کی مقام پر ٹیٹھ سے بھی آئینہ کا ہی مفہوم لیا ہے۔

غالب کا خیال تھا کہ ”غالب خستہ کے بغیر کوئی سے کہم بند ہیں“ یہ تو غالب کا خیال تھا لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ غالب کے بغیر اور کہم بند ہوتے نہ ہوتے اردو شاعری کا ایک وسیع ضرور بند رہتا جس میں ہماک لینے کے بعد ایسی خستہ سے خیالات سے آگے اور انسانی تعلیمات کی سچ اور سچ چھٹیں سلجھنے کا سرچ ہوتا ہے۔ معرفت ملی کا فہم ہے کہ فکر صاف و صحت آئینہ ہے۔ اور اسی فہم کی مدھن میں دیکھا جاتے تو اردو میں بغیر جہوں گور بکھری غالب کی آواز پہلی آواز ہے جو طبع و دماغ دونوں کو چھٹائی ہے غالب کے افسانہ ایسی د فکر دونوں کو بچھرتے ہیں دونوں کو سمجھتے کرتے ہیں۔

انسانی تعلیمات کے خلف رخ میں چا بکستی اور غریبوں کی ساتھ مرزا غالب نے دیکھے ہیں انکی مثال پر ہی اردو شاعری میں کہیں ضعیف تھی۔ آئینہ کے ہی موضوع کو لکھنے غالب سے پہلے اردو شاعری میں دلی امیر تقی میر مولانا میر و مولانا بدائی صوفی مولانا حیدر علی آفغان نے بھی فارسی شاعری کی روایت سے گزرا اثر قبول کیا اور صدیوں کے معمولات سے دامن نہ بچا سکے اور عسرت و سہولت یا قبول کے ہی مضمون انہوں نے رقم کیے یہ فارسی کے صوفی شعرا کے کرم کے ہاں تھے غالب کے پاس چلنے سے پہلے ایک سرسری جائزہ قریم اردو شاعری کا پیش کرتا ہوں کہ۔



ہر تھہ ہوں منتظر وہ شرم سوں لب نہیں  
جیوں کس تری میں مگر فرق آب ہوئے

میر تقی میر

چشم ہو تو آئینہ جلد ہے وہ  
سہ فکر آتا ہے دجالوں کے چاچ  
ہر سر آئینہ رہتا ہے ترا سہ نکاح  
دل کی تھیلہ نہ کرنا تو نہ جیوں ہوا

خواجہ میر درد

دست میں تیری حرف دہلی کا نہ آئے  
آئینہ کیا ہاں تجھے مد دکھا سکے  
مخلص و کس میں آئینہ میں جلوہ قرا ہو سکے  
ان نے دیکھا اپنے تئیں ہم اس میں پیدا ہو سکے

غلام مدنی مسکنی

ہم بھی ہیں ترے حسن کے قربان اور دیکھ  
کیا آئینہ دیکھے ہے میری ہاں اور دیکھ

خواجہ میر درد علی آتش

دکھ رہی ہے دل کی صفا وہ جہلی کی میر  
کیا آئینہ لگا ہوا اپنے نگاہ میں ہے  
آئینہ جینا صاحب نگہوں ہے کہ ہو تھا  
چہا شہرِ مصلوب میاں ہے کہ ہو تھا  
دل اپنا آئینہ سا صاف عکس پاک رکھتا ہے  
توڑنا دیکھتا ہے حسن اس میں طوڑ لیتی کا

مرزا غالب نے بھی آئینہ کے استعارے کو روایت کی تخلیق میں بھی استعمال کیا اور نئے ذہنوں اور نئے انداز اور نئے پہلوؤں سے بھی روٹھاس کر لایا بھل بہانوں گود کھودی مرزا محض فکر و نظر کے ہی اہل نہیں بلکہ ان کا "انداز بھی" بھی اور ہے غالب کے اسلوب میں نیک وقت ..... حقیقی ترحیب اور ہدایتی تہذیب کا احساس ہوتا ہے لفظ ہوں یا شجاعت و استعدادت وہ انہیں جلی نیکر نہ فرزا آئی اور حسن لکارد طریقے سے استعمال کرتے ہیں

قاری شہزی کی روایت اور لکھ کے قدیم شعرا کے کلام سے عیاں ہوتا ہے کہ آئینہ غالب سے کئی غزل کے لئے کم اور حکمت و تصوف کے موضوعات کے حوالے سے اور شہزی میں لیلیٰں بہا اور آج بھی ہے مگر آج آئینہ کا استہلا میر جعفری آفتاب کے مر سے بھی کم معنی میں زیر استعمال ہے۔

صوفیاء کے نزدیک دہرہ و راصل وحدت سے متصف ہے کائنات بھی و راصل خدا کا خیال ہے خیال کا ماسب خیال سے الگ کوئی دہرہ نہیں ہوتا ہمارا دہرہ حق تعالیٰ پر موقوف ہے اس کا تصور ہمارے ذریعہ سے ہے دماغ میں —۔ یہ مظاہر نظر آتے ہیں یہ و راصل ہم کے آئینے ہیں۔ جس میں حقیقت نے اپنا جلو دکھایا ہے جب آئینے کے سامنے کوئی شخص ہو کہہ گا تو آئینے میں ہمیشہ چ جائیگی گی اس طرح کثرت کے یہ نظریہ نظر آ رہے ہیں، مسموم ہو جائیگی کہ یہ کی حیرت من قری کے لئے مضطرب ہے۔ یہ غالب کے نزدیک مسلت میں ذات ہے اس لیے کائنات حق تعالیٰ ہے اور تمام اشیاء جب ایک ہی ذات کی طرح ہیں تو ہر ہم مولیٰ حق کی مختلف طرحوں پر عین ہیں رکھیں۔

نورانی فلسفیوں نے حقیقت کی تاویل اس طرح کی ہے کہ "حقیقت مطلق اور تو ضرور ہے مگر وہ اپنے اظہار کے لئے یہ کائنات بنائی گئی ہے اور غالب بھی شاید یہی سمجھتے تھے کہ نور کی جگہ گری کے لئے ہمیں جوتہ کا دہرہ ضروری ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ۔

لطافت ہے کائنات جلو ہے ا کہ نہیں سخن  
بہیں زنگار ہے آئینہ بہ بدلی کا

غالب صوفی مشرب تھے کہ نہیں یہ ایک آگ بحث ہے مگر غالب کسی بھی مسئلے کو دماغی نقطہ نظر سے نہیں سمجھتا چاہے نئے رنگ کے لئے کائنات کے ساتھ ساتھ اکی ذات بھی ایک دم مسئلہ حق اور وہ فرماتے ہیں کہ

میں ہے گوہر حصوہ جب خود نکالی میں  
کہ یاں غراس ہی تشکل اور آئینہ دوا ہے  
آئینہ دلخ حیرت و حیرت گنگا داس  
سحاب بہتر و د سرو بہتر و

لہ و گل ہم آئینہ لفظی بہار  
ہوں میں وہ دلخ کہ پھولوں میں بہلا ہے گلے  
دعا کو آوازے گشت مل ہے  
آئینہ غلام میں کوئی لئے جاتا ہے گلے

میرا نے تصوف کے مادی حکمت تعالیٰ سے ہر پرہیزگاری بھی آئینے پر ہاتھ اور پھیلاؤ اور مصلحت کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ روایت سے ہٹ کر اسلوب اختیار کیا غالب کے یہاں ایسے اظہار میں داخلی شدت بھی پورے صوفیاء کی تھی ہے وہ فرماتے ہیں۔

اب میں ہوں اور نام یک شر کرد  
دوا ہو آئے آئینہ تشکل وار تھا

بلور لا رنگہ فضلے کھ کرتا ہے  
 جوہر تکتیہ بھی چاہے حراں ہوتا  
 کیا آئینہ فضلے کا وہ لکھتہ جہے بلورے نے  
 کہہ دیا تو خورشید عالم بستی کا  
 یک طرفہ نہیں مصلحت آئینہ بنو  
 چاک کرتا ہوں میں وہ ہے کہ گہریں سمجھا

غالب کسی نظریے کسی فکر کو اپنی سے قبول نہیں کرتے اور قبول کرنے کے بعد بھی اس کے بارے میں طعنیں نہ کر دیتے نہیں جانتے بلکہ انکے اور کا جتنے انہیں ہر لحاظ مشغول دیکھا دیکھتا ہے یہی وجہ ہے غالب کے ہاں جن دلیوں کے بارے میں انتہائی فکر اٹھتا ہے وہیں نہیں کہیں اس پابندی سے انکار بھی پوری شدت سے نظر آتا ہے۔

بہلول واکوڑ جو لیت صدیقی کے "مغزل" میں کوئی خاص غرضی راستہ چکا مطلق ہوتا ہے مگر وہیں غالب کے بطور مفاد سے ہر بات واضح طور پر نظر آتی ہے زندگی اور زندگی کے حقائق و مسائل غالب کا واضح غرضی میلان ہیں غالب کا اس میں غلط زندگی سے محبت کے بدلے کو دیکھ کر آتا ہے انہوں نے غلط کا نام دیا اور غلط کا لفظ کے طے سے مراد سمجھا غالب کے اس اصول غرضی نہیں کبھی سوت بھی غلط سے غور نہیں کیا اور حضرت علیؑ سے ایک خاص محبت و حقیت کے حوالے سے بھی غالب کے لئے سوت کی کوئی حیثیت نہیں جو انکے کو دے اسے ایک اور سطر نیل کر لیں اور کہیں۔

ہر ہے آئینہ خلق ہلال  
 مطلق فضلے سے پیدا ہے کل  
 وہ جہت نخل و خورشید پر لکھن خیال  
 عرض عظم سے ہاں تکتیہ قہر میں کیا  
 ہر ہے لکھ اہد ہم اہتی و ہم  
 لہر ہے آئینہ خلق ہلال و نسکوب

ہر شعر یا لفظ کے چند مخصوص استعارے ہوتے ہیں جو دل کی گواہیوں میں ان کے انسانی انداز میں آجاتے ہیں انکے انداز میں سرائت کر جاتے ہیں اور وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ان استعاروں پر مضمون رقم کرتا چا جاتا ہے کسی کو اس امر کا احساس ہوتا ہے اور کسی کو غور نہیں ہوتا جیسے میر تقی میر کی شعری کی خطا، مطلق "نخل و خورشید ہلال" انداز ہلال یا "انسو یا لکھ" کے استعارے مجموعی طور پر چھلے ہوئے ہیں اور میر تقی میر کا لہجہ قدیم سے زیادہ۔۔۔۔۔ ہر چہ حلال میں استعاروں سے کام لیتے رہے مگر مرزا غالب کی یہ حدت ڈاکوب اور بطور دلی لہجہ کے نہ کسی قدیم شعر کے ہاں ملتی ہے اور نہ آج کے کسی شعر کو غصہ ہوتی ہے انکے کام میں حدت اور شہرت جتنی انکا ہوتا ہے وہیں اور ہونے کا ثبوت ہے اور اس شعر کی پلور دہری دیکھئے۔ مرزا لہجے ہیں۔

الطبع ہم تم کو دیکھتے ہو آئینہ  
 ہم تم سے شرمیں ہوں ایک دہ تو کچھ کر ہو؟

اس شعر کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تمہاری طرح کے ایک دو صحن شرمیں اور ہوں تو نہ معلوم شرم کا کیا حال ہو اور نہ سرمے سق ہو  
ہیں کہ جب تم آئینے میں اپنے عکس ہی دیکھ کر اس سے لکھتے ہو اگر ایک دو صحن شرمیں اور بھی ہوں تو ہلنے ہلنے حد کے شرم کا کیا  
حال ہو۔

مرزا غالب نے جدت ترکیب اور پہلو داری سے اردو زبان میں دوست و ارفاق کے حیرت انگیز امکانات پیدا کر دیئے اور اردو زبان میں  
نہایت دلچسپ افکار و خیالات کے اظہار کی راہیں نکالیں۔ زبان غالب کے مطالعہ سے ایسی نینکیوں ترکیبوں اور اشعار مل جاتے ہیں جو مرزا  
غالب کی قصائد طبع اور جدت مزاج کے آئینہ دار ہیں۔ اگر ہم اپنے مضمون کا وہاں صرف آئینہ کے عوارض تک ہی محدود رکھیں گے (مرزا  
کے زبان و صورت کمال داس پیکار نہا) میں آئینہ کے حوالے سے ۲۳ کے ایک ہنگامہ اشعار ہیں۔ اور دو غزلیں ایسی ہیں جنکی مدح آئینہ ہے

بلکہ مانگ ہے وہ دیکھ جلتا آئینے ۶  
ہے جس کو شعلہ آفتاب آئینے ۶

میں نمبر ۳۸

ہر غزل ملت اشعار ۶ مشکل ۶  
بجز دو سری غزل کا مطلع ہے۔

اور مرزا یہ نہ مل د مل ہے آئینہ  
طولی کو شعلہ جلت سے متل ہے آئینہ

میں ۳۳

ہر غزل ملت اشعار ۶ مشکل ۶۔ بجز لڑکھا، (۱۸۵۲ - ۱۸۵۱) میں ۲۵۱ (۲۵۱) (مطابق زبان غالب کمال مرتبہ کمال داس پیکار نہا) اور  
زبان غالب کمال کے باب حقیقی (۱۸۳۱ تا ۱۸۳۲) میں ۱۵۱ (۱۵۱) میں ایک شعر بھی آئینے کے حوالے سے دستیاب نہیں ہے  
بجز لڑکھا (۱۸۵۰) (۱۸۵۱) کے باب شامل (زبان کمال ۱۵۱) (۱۵۱) (۱۵۱) میں آئینے ۶ مرزا کے صرف دو شعر ہیں اور دو غزلوں  
اشعار میں آئینہ بہت سی اس کی ترکیب اشعار میں آئی ہے۔ کچھ اشعار کے مطالعے میں بہت شگفتہ ہے۔

کی کہتے ہو خود ہیں دلوں آرا ہوں نہ کہوں میں  
بیٹا ہے بہت آئینہ بیا بھرتے آگے  
سب کو حیل ہے دعویٰ تیری بیکالی کا  
دودھ کھلی بہت آئینہ بیا نہ ہوا

اور نو شیریں (۱۸۳۱ تا ۱۸۳۲) کے (۱۵۱ تا ۱۵۲) مطابق زبان کمال کے بھی صرف دو اشعار میں آئینہ کا استفادہ ہے

کب مجھے کوئے پار میں رہنے کی وضع پار تھی؟  
آئینہ دار میں مکی حیرت مھل پا کہ ہوں

مگر تم ہ کئے انہوں نے  
دیکھ برسات میں ہر آنکھ کا ہو جانا

اس طرح نو شیری باب کام بہر از ۱۸۵۶ء اور کل ۱۸۸۵ء کے حصے میں صرف ایک شعر میں آنکھ کا استعارہ ملتا نظر ۱۲ ہے  
(ص ۳۸ تا ۳۹)

کیا آنکھ جانے کو، نقشہ تیرے جلوے نے  
کسے ہ ہ تو فریاد عالمِ بے بسی کا

نحو بھول لحاظ قالب (۱۸۸۳ء) ۱۸۶۶ء میں سب سے زیادہ اشعار یعنی ۳۵۵ میں آنکھ کا استعارہ آیا ہے۔ صلوٰۃ نمبر ۳۳ سے شروع ہو کر  
صلوٰۃ نمبر ۲۰۹، انعام پڑے ہے اس کے بعد آنکھ ہ اشعار نحو بھول (شعروں نحو مہر) کے باب (ص ۳۸ تا ۳۹) اور (۱۸۶۷ء، ۱۸۷۱ء)  
میں ہیں یعنی ۵۹ اشعار ہو نحو بھول کے بعد نحو مہر میں ملے ہیں۔ نجد (مردہ ہجری) باب خاکہ سدر (ص ۳۸ تا ۳۹) برطانوی (۱۸۵۰ء)  
(۱۸۶۶ء) میں آنکھ ہ صرف ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

طرز آفریں کند سرانی طبع ہے  
آنکھ خیال کو طوطی بنا کون

مرزا غالب نے اردو زبان میں دھند اور ادراک کے پختہ امکانات مہیا اور دوا کیے انکی مثال میں سے پہلے کسی شعر کے ہاں نہیں  
ملتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جو شعر چلتی سطروں پر (پهلوداری سے) زبان کا استعمال کر سکتا ہے وہ اپنی ہی سطروں پر کائنات کے ادراک  
کی صافیت رکھتا ہے لیکن ایسی اپنے شعروں شاعری کے طاقی منصب میں لکھتا ہے کہ "شاعر کے (پختہ) (فرائض قوم سے  
بالواسطہ ہوتے ہیں مگر اس کا براہ راست فرض تو اپنی زبان سے ہوتا ہے کہ ایک تو وہ اس کو محفوظ رکھے اور مرتے چ کہ اسے آگے بڑھائے  
اور قوی دے اور وہ چ کہ دوسروں سے زیادہ دانشور ہوتا ہے اس لئے اس میں ادراک کی نئی عقلیں تلاش کر لے اور ان سے ان اپنی  
زبان کو قوی دیتا ہے اسے لانا مل کر ہے اور اس کے دھند میں اضافہ کرتا ہے۔"

آنکھ کے حوالے سے غالب کے ادراک مشہور اور خصوصاً "تراکیب کی جدت پهلوداری اور قدرت میں کے عروج کا اندازہ کیا جا  
سکتا ہے (انہوں نے آنکھ کو آنکھ بھی لکھا ہے اور آنکھ بھی یعنی (بے) کے بغیر بھی (بعض شعروں میں ضرورت شعری کے تحت بدھا  
ہے) انہوں نے آنکھ کے استعارے کو اپنے ہر سے زیادہ باریک ذریعہ اور سب سے اپنے اشعار میں بدھا ہے انکی مثال نہ ان  
سے پہلے کسی شاعر کے ہاں ملتا ہے نہ اس کے بعد کہ جب اردو زبان دنیا بھر میں پھیل چکی تھی ہے اور دھند قوی کر دی ہے) مرزا غالب کی  
جدت تراکیب اور پهلوداری دیکھئے۔

آنکھ۔ آنکھ خیال۔ کشور آنکھ۔ آنکھ بے صبی آنکھ تھل۔ آنکھ قہر۔ فر آنکھ۔ حسن آنکھ۔ آنکھ کہ۔ آنکھ دوار۔ آنکھ اچھل۔ کب  
آنکھ۔ جوہر آنکھ دل آنکھ۔ آنکھ دھار۔ آنکھ اہام۔ پیش آنکھ۔ آنکھ کار۔ ز۔ آنکھ با۔ آنکھ دھندل۔ آنکھ گل۔ آنکھ دھند۔ پشت  
آنکھ۔ وار۔ صر آنکھ۔ (مرست آنکھ۔ آنکھ دیوہ۔ آنکھ انقلاب۔ منہر آنکھ۔ آنکھ انقلاب۔ دامن آنکھ۔ گرہ آنکھ۔ آنکھ دھم۔ آنکھ پدما۔  
آنکھ گھنٹہ۔ صر آنکھ۔ صورت آنکھ۔ گہر آنکھ۔ آنکھ ٹوٹل۔ آنکھ جادو۔ دل آنکھ طرب۔ آنکھ دار۔ آنکھ مولوں۔ آنکھ قہر۔ آنکھ اہل۔  
آنکھ خلق ہلال۔ آنکھ حیرانی۔ ظلم آنکھ۔ آنکھ پند۔ طوطی۔ آنکھ رند۔ لعل۔





صبح سے مسلم' آہر تصور شمع ہے  
 بھلاں لہو کر' آئینہ انجم ہے  
 ۔۔۔ غنن ترشا ہو وہ بلی مانگے  
 آئینہ رخصت لہو رومی مانگے  
 تم مطلق نہ ہو مدلی سموز مل  
 'سودر علقہ آئینہ ہے دیوی لکھ سے  
 فرصت آئینہ' دیوار عدم آہتی  
 یکہ شر بل دل' دیوار چاکل لہو ہے  
 کس' سراغ ہو ہے' صبرت کو' اسے خدا  
 آئینہ' فرقی شعل مست افکار ہے  
 پیر کے ہے علم آئینہ رنگ گل پہ' آب  
 اسے حیران' وقت دارا ہمار ہے  
 صبرت طلب ہے مل سوانہ آگہی  
 جنم' گدو آئینہ عقید ہے  
 غضب غم غم غم ہے دگر چاہے خود بخ  
 چھپی آئینے کی بسے مدد نہ ہو جوسے  
 قتل میں تھی ہے وہ شوقی کہ ہمد خلق  
 آئینہ ہے لہو گل آہنی کٹا ہے

مسلم ہوا علی شہیدوں گزشتہ  
 چچ سم آئینہ صبر لہو ہے  
 ۔۔۔ دیں علقہ ہے' آئینہ مدلی گور  
 ہرگز ہر میں ہر قلعہ ہجم ہر ہم ہے  
 جڑی ہے ترشلی مر رات  
 رنگ نے آئینہ آنکھوں کے چٹل پادما  
 ساغر جہر سرشار ہے ہر دور خاک  
 حق دیوار' ہر آئینہ مطلق کٹا  
 آئینہ دیکھ لہو ماحول کے دھمکے  
 سادب کو' دل نہ دھپا پہ کٹا نور کا  
 خود پہتی ہے' دہے پیر کر ہاتھ  
 یکسی مری شریک' آئینہ غوا کٹا  
 کٹہ جہن دیوار' قنا ظہر کا  
 آئینہ علقہ دیوی ہور ہمار کا  
 کل کرچی سی حلق دیو نہ ہوج  
 رنگ خار مرے آئینہ سے ہور کھچ  
 اصل جہر ترشا ہے' پندار کھل  
 کہ دھچکے آئینہ افکار کو پردا

لہب صنعت لہو کا ترشا دیکھ  
 لکھ عکس قنول د خیال کٹہ ساز  
 حیرت اگر قوم ہے کہ نگہ جم ہے  
 کٹک دست نام ہے' آئینہ کو ہوا کٹہ  
 وہ شرع لہجہ صبر پہ صبر ہے لہو  
 دھوکے لکھ آئینہ دوا کسے کھلی  
 لہو اس گرد کا طوشہ کو آئینہ ہار  
 گرد اس دشت کی' لہو کو حرم ہمار  
 خاک حیرانہ لہجہ ہور ہر حقا  
 ہجم علقہ قدم آئینہ بخت ہمار  
 قتل جہر علقہ کر' اسے صبر کب تک  
 آئینہ خیال کو دھکا کسے کھلی  
 کب لکھ کسے یاد میں رہے کی وضع یا حق  
 آئینہ داری کی حیرت علقہ پاکر ہوا  
 نواکھ جہل سے طبع میں ہوا  
 قنن کھر ہے آئینہ دائم غلب میں



غالب پر رفق غلو کی دو قدیم تحریریں

**۱۰۔** برقی ٹھوسیت کی پیمائش

میں ہم ملحقہ تھیں "ہائیڈرو" اور کی سولہ سالہ بچے کے، پیم، دریا کے تھوڑے بہاؤ کے وقت میں تھیں غار اور پانی کے صدف کے پھوٹے پھل تھے۔ ملحقہ غار، صد لوری ۱۹۸۸ء کو اور میں پیدا ہوئے اور صد لوری ۱۹۸۸ء کو کرچی میں ہی کا انتقال ہوا۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج کراچی سے بی۔ اے (آنرز) کیا۔ کراچی میں ان کا خاص مشورہ انسانی مری سے نہیں کیجئے کا عنوان تھا۔ لوری (۱۹۸۸ء) گورنمنٹ کالج کراچی میں ان کی کاروبار تھم و شہ ۱۹۸۸ء اور پھر کے غاروں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

میں تصدیق کیے بغیر ۱۹۹۰ء - ۱۹۹۱ء میں امریکی پرنسٹون سے چلے گئے اور ایک ڈی کیڈ  
تکسٹ کے لئے دیکھے: پرنسٹون میں امریکی "ہیڈ" ڈاکٹر پرنسٹون میں امریکی ۱۹۹۱ء میں ۳۰ ڈاکٹر پرنسٹون  
(۱۹۹۱ء - ۱۹۹۲ء) نے امریکی "ڈاکٹر" پرنسٹون میں امریکی ۱۹۹۲ء میں ایک ڈی کیڈ  
تکسٹ کے لئے دیکھے: پرنسٹون میں امریکی "ہیڈ" ڈاکٹر پرنسٹون میں امریکی ۱۹۹۲ء میں ۳۰ ڈاکٹر پرنسٹون

مفتی غلام کو غالب سے پیش کشی ملی، جس پر ”دراوی“ میں اس کا ایک مضمون غالب کی تالیف کا تاریخ پر مبنی ۱۹۳۲ء کے نمبر سے شائع ہوا۔ اسے ”دراوی“ میں چھپنے والے غالب پر پہلے تنقیدی مقالے کا تقاضا حاصل ہے۔ مضمون غالب پر بجائے طور مفتی غلام کا پہلا مضمون بھی ہے۔ اس وقت وہ چاروں برس کے تھے۔ انھوں نے ریاضی درس کی عمر پہلی۔ غالب سے اس کا شغف اس کے ایام آخر تک محدود تھا۔

مجھے طالب اور مصنف کے واسطے سے بالکل سیدھا صمیمی اور صمیم کے کلمہ جملے میں روشنی ملادی کہ وہ کتابیں لکھتے۔  
 وہ حاکمی، پروفیسر، اور ۱۹۳۳ء تک ۱۹۳۳ء تک  
 جہ نقوش، طالب اور مصنف، کراچی، ۱۹۳۹ء میں ۱۹۳۹ء۔

پہلی کتاب "مخالفیہ" جو "مخالفیہ" کا تقابلی مطالعہ ہے جس کی کتاب سے مجھے رابطہ کے بارے میں مطلع ہوا کی ایک "مخالفیہ" کتاب کا  
موضوع ہے

”دور ملک کے مہذب اس نظم مضمون میں نہیں مانتے۔ ”دور الہند“ میں موزاخاب کی شخصیت اور کام ہے، تبصرو کیا کیا ہے۔

"کھجلی بدھ" صط ۲۳۰ ج رقم ہو چکی ہے صط ۲۳۱ (۲۳۲) میں بریلوز کی نقیشت " (خیر معلوم) کے تحت میں تصدیق میں "خند" میں محمد صلیق نور میں مرقی خدور کی موجودہ نقیشت " (خیر معلوم) کا تعارف کر لیا ہے۔ خند تصانیف دیگر "کتاب کے بارے میں مرقی خدور کی کتاب کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ۔

”میرا ایک“ بیماری مرہم کے طرز میں غالب کی شامی، ایک، سنی تہہ ہے۔ ”یہ کار غالب“ کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جس میں مرہم غالب کے کام اور شخصیت، ہر پہلو سے نظر آتی



- ۱۔ چلیو غلام غالب "لہ نو" کراچی فوری ۱۹۵۹ء ص ۵۳-۵۱
- ۲۔ سرب لڑنے لڑنے "لہ نو" کراچی فوری ۱۹۶۳ء ص ۳۸
- ۳۔ کلام غالب (سلسلہ طبعی تصانیف) چہرہ فوری ۱۹۶۳ء ص ۵۶-۵۵
- ۴۔ غالب۔ نیرنگی دور "ڈاکٹر خورشید اسلام" چہرہ سطر "لہ نو" کراچی فوری ۱۹۶۳ء ص ۵۵
- ۵۔ "تجربہ" بارشیل (تصویر سلسلہ غالب):
- ۶۔ بزم قدح (پہلی لکھا غالب نمبر) "لہ نو" کراچی فوری ص ۸۵
- ۷۔ ریختہ دولت قاری (غالب) "لہ نو" کراچی فوری ۱۹۶۵ء ص ۱۳۳-۱۳۲
- ۸۔ DE PROFOUNDERS (انگریزی ترجمہ غالب) "لہ نو" کراچی فوری ۱۹۶۵ء ص ۳۲-۳۳
- ۹۔ غزلوں حقیقت چہ غالب گفتار "کراچی" فوری مارچ ۱۹۶۶ء
- ۱۰۔ غزل غلام غالب "لہ نو" فوری مارچ ۱۹۶۶ء ص ۱۵۱-۱۵۰

یہ تصانیف اس امر کی توثیق کرتی ہیں کہ غالب "مرزا غفر" رفیع غلام کے مطالعے کا مرکز اور اس کے لئے اپنی تحریک قوی اور تخلیق کا سرچشمہ رہا۔

ایکے مطالعے میں رفیع غلام کی دو نثرات غلام کی ہادی ہیں۔ ان میں ایک تحریر (غالب کی انجیت) رسالہ "دلی" ۱۹۵۰ء کے شمار مارچ اپریل ۱۹۶۳ء میں چھپی۔ دوسری تحریر (مسلک ذوق و غالب) ان کی غیر منسلک کتاب غافل بنو مطہر ۱۹۶۳ء کے آخری باب کا حصہ ہے۔ ان ۶۵ برس سے زیادہ عرصہ تنہا یاد ہائے آپ کو "لہ نو" کے نام غالب نمبر میں چھپا ہے اس حوالے سے دوسری دو کا کہ رفیع غلام برس "لہ نو" کے بارے میں اور تحریر رہے اور اس منیت میں انہوں نے رسالے کے حصہ "غالب نمبر" پیش کیا۔

۱۹۶۶ء میں سید وقار عظیم نے "لہ نو" کے بارے کی منیت سے "فوری" کے حصہ کو مطالعہ غالب کے لئے مخصوص کرنے کی روایت ڈالی۔ یہ خصوصیت بعد کے برسوں میں "لہ نو" کا انتہائی بھاری رفیع غلام نے "لہ نو" کے بارے کے طور پر ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۶ء تک ہر برس فوری کی اشاعت میں ایک گوشہ منیت کے لئے مخصوص رکھا۔

فوری ۱۹۶۶ء کا غالب نمبر غفر قریشی کی ادارت میں شائع ہوا اس بارے میں رفیع غلام کو "اگر ان لہ نو" لکھا گیا ہے۔ فوری ۱۹۶۶ء کی خصوصیت اشاعت غالب چہ رفیع غلام کا نام بطور "مستطیر" درج ہے۔

## غالب کی ذہنیت

### محمد رفیع غلام

غالب کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم دو باتیں خاص طور پر محسوس کرتے ہیں اس کی عام انسانی سرشت اور عالی رفی (High Minded men) بلکہ یہ دونوں باتیں حلقہ معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان کا اجتماع بھی غلام غلام و قریب میں آتا ہے۔ غلام کے لئے



دہلی ہاٹلے کچی اپنی محبوبہ کا مرقعہ ان الفاظ میں نہ لکھتے بادی بظہر میں یہ نظم سوسن کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم غائب کی طبیعت کا لفظ دیکھیں تو ہم یہ حقیقت اصلی آشکار ہو جاتی ہے۔ اس عام الفاظ طبیعت کا نتیجہ ہے کہ مرزا غالب۔ یعنی حسن و عقل کی تعریف بلا واسطہ۔ یہاں۔ دھوکہ دینے والوں کے مطابق اس سکوت سے رقم فرماتے ہیں۔ بخوبی مروجہ نے درست فرمایا ہے کہ مرزا غالب کی مستحقہ مرثیہ نہیں، وہ خیال پیر سے پاک اور جنس عقل سے پاک ہے۔ بلکہ رنگ ہے۔ وہ خود پوش نہیں بلکہ سری نکش۔ اگرچہ آپ کرشن اور کیش کے علی الرغم حسن سے زیادہ حائر نہیں ہوتے۔

اس کے برعکس غائب ان عقل و محبت کا اگر لفظ لکھتے ہیں تو اس کا مدعا پہلو واضح فرماتے ہیں۔

گرتے ہی میں ہو خیال وصل میں شوق کا دھل  
سورج میداں میں آپ میں ہنسے ہے دست و پا کر ہی  
دانے درانگی شوق کو ہر دم تھکے  
آپ جتنا لومر اور آپ ہی جیروں ہوتا  
پھر مرزا سر غائب کی طرح دست بجاتے  
خوشبو ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

غائب کی دلچسپی بہت زیادہ ہے۔ وہ اس حالت میں اس نے جو شعر کہے ہیں۔ ان کا شوقی شعرا کے دلوں میں جواب نہیں۔ بعض اشعار میں آپ نے دلی اور انگریزی ہنر حاصل کر کے کسی کی زبان شعریہ کے ہیں۔ یہ محض ان کی جہلی ہنر شعری کا نتیجہ ہے۔ وہ نہ ایک۔ عقلی سوئی نہیں۔ ان کی عقلیات سرشت خود بخود ان کو ان عقلیات کی طرف لے جاتی ہے۔ اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ غائب کے حقیقی اشعار دو قسم کے ہیں۔ ایک لاشعری و عقلی اور دوسرے عام بشریت کے نتیجہ دار اور یہ محض ان کی ہمدلی طبیعت کی ظاہری عظمت ہیں۔

اس طرح اگر ہم مرزا کے طرز فکر "تصورات خیالی" (Imagery) اور لفظ، آہٹ، قدرت، خدا، غائب، انسان و دیو کی نسبت خیالات کو ملاحظہ کریں اور ان کا قدرت یا زندگی کو ملاحظہ کرنے کا طریقہ دریافت کریں تو ہمیں ان کی طبیعت کی ہمدلی صاف طور پر محسوس ہوگی۔ یہ ظہر سمجھیں ان امور کی تفصیلی بحث کی اجازت نہیں دیتا، اس لئے ہم فرض کے لیے ہیں کہ مرزا کی طبیعت ثنویت (Duality) پایہ ثنویت کو پہنچ گئی۔ اب ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ اس ثنویت کے ترکیبی عناصر کیا ہیں؟

غائب کی طبیعت میں ہوش و ذہن (Intellect) کو ایک لیلیٰ حیثیت حاصل ہے اور اس نے ان کی تمام تحریرات اور خیالی سرگرمیوں پر اثر کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعض اصحاب غائب کو محض عقلی شاعر تسلیم کرتے ہیں اور جس۔ ہم نے اس سے اس بات غائب میں حقیقی نہیں ہمیں اس شعری استعداد کی سے انکار نہیں ہو سکتا غائب کے لئے یہ جوہر ایک اہمیت علیہ قدرت تھا۔ ایک طوق گم غلطی نہ تھا اس نے ان کو ایک بالکل جدید رنگ اور جدید طبیعت کا بخود بنا دیا اور اپنے لفظ کی لیلیٰ شعری سے بڑا کر کے ان سے بے غوراء اصطلاح صادر کر دی۔ مرزا نے اپنی سلامت فکر سے کام لے کر اور تیز اور خلا لوسی کا رنگ ہی بدل دیا۔ اس دشمن طبع اور نورو نے ان کو بادل "ناصر علی سہروردی اور عسکری و دیو کے بخود سے جھٹکے میں ہمدلی اور اسی فراہمی نے ان کو ہر جہاں سلیم سے غور نہ ہونے دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مرزا نے اس کی بدولت وہ نیکر اور عارفانہ شعر کہے جن پر دنیا آج بھی سوچتی ہے۔ ان کا اور زبان ان اختیاری قسم و محل اور تجلی کی مواصلت سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے اپنا جواب نہیں دے سکتا ہمارے کام میں یہ دونوں قسم کی قدر و ہم پر مبنی ہیں جنہیں دونوں نے اپنی اختیاری شرکت کو پھر اور اپنی مواصلت (Compromise) پیدا کر لی ہے۔ اس لئے عظمت کا رنگ دانسی ہو کر ایک فصیح و لطف شعری انداز سے ملنے آئی ہے۔ غائب کی یہ شعری شہسیر کے درمیان دور سخن سے عظمت قائم رکھتی ہے۔ دونوں کی زبان سے جو مدد ملتی ہوئی ملاحظہ اور غریب ہے جس طرح کسی ستارے کی مسکنی سلسلے میں ہوتی ہے۔ اس میں انکس کا بلا و عقل نہیں پایا جاتا مرزا کا شعری کام بھی بہت صاف ہے۔ مگر آپ کے اور زبان کے ہر جہاں آپ کے شعری پیچھے میں ہی عظمت و دلچسپی

اور غلبے پر کانٹا کھرا اصرار دھونڈتے ہیں۔ عہدِ تپ کے ”برگ و زم“ کے تھکری پیکر میں جلو گرے اور اپنی کو خوش میں غلام رہنے کے باعث اس سے محروم نہیں ہوتے۔ غالب کے ہادی کام کی نوعیت تکہ کی قسم کی ہے کہ ہم اس کا چاہے خود اور ان کی اور شاعری کا خیال پھیر کر مطالعہ کرنے کے بغیر ابھی طبعِ دل و عینِ دہے سکتے۔ موزاکی ہادی شاعری لہو و تر عشقِ اور (Lyric) ہے اور اور شاعری تکیہ ہے۔ چونکہ بانی میں مطلقانہ علم کی ہے اور دوسری میں نزاع، پہلی میں وہ شوکتِ تجلی اور ہندی مگر نہیں وہ دوسری میں ہے۔ ہم لازماً دوسری کو بانی پر ترجیح دیتے ہیں۔ ادیب عقیدہ کو چاہتا ہے کہ غالب کے ہادی کام کا چاہے خود اور کچھ رنگ میں پیش کریں۔ مگر اس کی اپنی جگہ قدودِ حرارت ہو۔ اور کام کے ساتھ پیش کرنے سے ان کی ہادی شاعری کبھی متغیل نام نہ ہو گی۔

غالب کی طبیعت کا دور سراپا ہندوؤں کا زہد سستہ تجلی ہے۔ یہ اور دیگر مطلقانہ مثلاً وارثِ موزاکی۔ آزاد عشق۔ دو دوسری۔ حقیقی عشق اور دلوں کا قدود۔ طبیعت کی ہندی اور مطلق قلبی زندگی۔ وسیع المثالی۔ لطافتِ ہندی (Artisticness) قصب سے پاک۔ لطافتِ تصوریت (Moral Idealism) اور پختہ خیالی نہ ہم مشرقِ اقوام سے قصوں سے، بہت طویل کام چاہتے ہیں، اس لئے ان میں سے ایک یا دو پر اہتمامِ خیالات کیا جاتا ہے۔ غالب کا تجلی محض ”رنگِ تجلی“ ہے اور دوسرا تجلیسے کے ہر کمرے تجلی کا مثالی نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے محض مطلق میں یہ تجلی مطلق (Absolute) ہے اور اثنا کو فتح کیا ہے۔ یہی سب ہے کہ طبعِ خود دھوا کا کھار اس کا تجلیسے جیسے شعرا اہل سے متعلق کرتے ہیں۔ جس تک تجلی کی، مطلق ہندی اور وسعت کا حقیقی ہے۔ غالب دنیا کے کسی شعرا سے فوٹر نہیں۔ اور تجلی قوتِ جان میں ہم اس کو تجلیسے سے بھر چکے ہیں۔ لیکن آپ کی شاعری کا دھن وسیع نہیں اور نہ ہی تجلی بھری قسم کا ہے۔ یہ دھن ان کو دنیا کے ہر محض شعرا کا نام تک بیٹے سے باز رکھتی ہیں۔ بانی دھن دیگر خصوصیات ان کا یہاں استعصا نہیں ہو سکتا ان میں سے بعض مثلاً آزاد کی۔ ہادی اور تھک نظریات یا قصب سے پاک۔ انہی زہد سستہ دھنیں ہیں اور غالب میں اس انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہیں کہ ہم ان کی دلوں میں بغیر نہیں رہ سکتے۔ غالب مشرق میں طبعی و ادبی آزادی۔ مطلق حوصلگی اور وسیع المثالی (Liberalism) کا سب سے بڑا حصار ہے اور ایک زہد سستہ عرفانی قوت (Cultural force) بن کر ہندوستان کے لوگوں کو ایک آزاد قصب و وطن کی طرف لے جا رہا ہے اور وہاں ہوں ہوں دھن گزرتے گا۔ ہم اس کے تجلی اڑ کو اور ابھی قصوں کریں گے۔

ایک منظر کی حیثیت سے غالب کی پوزیشن نہایت عجیب ہے۔ اس کو ہمارے نقادوں نے ابھی تک قصوں میں ایک موزا نام طور پر ایک صوفی شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ موزا ایک نہایت آزاد اور حقیقی طور پر سوچنے والے قلبی ہیں۔ یہ خصوصیت ان کو ایک باطل پرہیزِ معصیت دلاتی ہے اور غالب ایک خالص صوفی شاعر نہیں۔ قصوں ان کی تعلیمت کا ایک جز ہے۔ طبیعت کے اٹھنا سے آپ نے دھن تھک اور عقیدہ سارے کوہ و طائف روایات کا اختلاف فرمایا ہے۔ اور دنیا کے ذاتی تجربے نے ان کو گرم دھ کی یاد دکھایا کہ یہ زندگی ایک فلم اور دھ کی زندگی ہے۔ اول کے اظہار پہنچے اور انوارِ فہم کے غالب نے کس کس قسم کے حصار موضوعات پر اہتمامِ خیالات کیا ہے۔ اپنی سوسم کا فریب۔

ہادی خود فریب ہے اہل نظر کا حلقہ      ہنگامِ گرم حیرتِ بود و بود خدا

دھ میں مطلق یا ”جذبِ دھن“ کے برعکس اٹھنا کا دھ۔

دھ ایک شیرازہ دھشت ہیں ایزائے بار      ہنگامِ دھن      دھن کو دھن      دھن کو دھن !

تقریباً کی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی ضرورت چلتی ہے۔

یک اور زمیں میں، یکا رنگ کا  
وہی جادو بھی لکھ ہے اسے کے بارے کا  
انہی کے دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

میں خیر ہیں سطر ہے ایک صورت ثقیل کی  
بھئی ہلے غمیں کا ہے ہوں گرم و بھل کا  
انہی کے کھارے ہے سولہ کتہ میں کی صورت ہے ہر اس راز کو کچھ۔

میں نہیں ہے تو بھی لکھتے راز کا  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
ہری ہستی کا ہری دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔  
وہی دھواور، ہر کام میں چلے کا سون پہلے ہی سے مود ہے۔

اس شعر کی تخریج میں شمار بھی نے جب جب کتب پوزاریاں کی ہیں۔ مرزا کے نذر میں منکوس قوسیں (Inverted commas) یا منحنی حروف کا دلچزد قلم اس لئے آپ ظاہری غلطی سے کام نہ لے سکے اور بالکلے شمار بھی کو اس کے منحنی دریافت کرنے میں اس قدر دقت ہوئی۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ کائنات اپنے خالق کی پیداوار ہے کہ اس نے اس کو کتنا بے نیاز اور لعلی کیا ہوا اور اپنی عظمت پر غلم کیوں کرتا ہے۔ اس ضمنی کو مولانا دہم کی نظم سے دور کی نسبت اسی ضمنی اور یہ مصلیٰ مرزا کی تعلیل طبعیت کا نتیجہ ہے۔ ہر دقت لے لے غیبت کی تلاش میں نمودار رہتی ہے۔ یہ خصوصیت غالب کے سوا اور کسی یا چند دستان کے کسی شعر کی طبیعت میں نہیں پائی جاتی۔

(راوی تاریخ ادبیات ۱۹۳۲ء)

## موازنہ فوق وغالب

ادبی کا سوا اظہار اور دیگر قدیم شعرا سے متعلقہ کرنے کی ضرورت نہیں لیکن کاملہ حریف غالب ہے۔ شعرا کی تعلیم کے لحاظ سے دونوں کا کوئی متعلقہ نہیں۔ لیکن چونکہ نادر کی کم تھی لے دونوں کو حریف ہو کر بنا دیا ہے۔ اس لئے ہم اس دہشتہ دن کا تھیلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ادبی اور غالب دونوں میں کس کو اعلیٰ کا شرف حاصل ہے اور کیوں ادبی کے شمارانہ مرتبہ کی نسبت سوار ہوا اور گزشتہ مصلحت ایک منظر قلمی ہیں جس کی تخریج یہ ہے کہ وہ ایک بلند پایہ شاعر نہیں۔ اب غالب کی طرف آئیے۔ غالب کی شاعری پر تنقید کرنے والے اس کی خصوصیت کو بالکل بھڑا دیتے ہیں۔ گویا یہ ان کے نزدیک کامل مصلحت نہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ تنقید کا مقصد یہ خصوصیت کی توضیح ہے اور فنی کا مستثنائے خصوصیت قدرت اور دور ہادی پر غور و فکر کے ساتھ انسان اور اس کے متعلقات پر خیال کرنا ہے۔ کثرت اشعار کو انہیں میں دشمنی کرتا ہے اس لئے تنقید کا نصب العین بھی خصوصیت کا مطالعہ ہونا چاہئے۔ اب تک غالب پر چھتہ تعجب شروع ہوئے ہیں ان کی شاعری سے عقل دنگ ہے اور ان کی ادبیات اکابر اور دل و دماغ پر بھتہ کم دشمنی دالتے ہیں۔ مولانا حالی کی تعریف کتنی چاہئے کہ آپ نے غالب کے حالات و خصائص کو اس عظمت سے واضح کیا کہ کتب مرزا نام کو ایک جانے بجانے ہوئے فنس معلوم ہوتے ہیں۔ گویا ہم نے ان کی سیرت کا مطالعہ پریم پتہ کے کسی حال میں کیا ہے مگر افسوس حالی نے مرزا کے عقلی خصوصیت افکار و عقائد اور مکتبہ پر نظر نہیں ڈالا اور آپ کے مشکل اشعار کامل اور خوبیاں دالتے پر اکتفا کی۔ آپ جیسا کتب دس تھو اس نام کو انعام دیا تو آج اس نام کے لئے مزید تصانیف کی ضرورت نہ محسوس ہوتی۔

بجوری مرحوم کا کہا ہو۔ ایک ذمہ دار کتب یادگار بھڑا سکے۔ آپ نے غالب کی خصوصیت کو سمجھنے کی کوشش کی اور دیگر نظریوں کو تنقید جانے کا راستہ دکھایا۔ معترض کہتے ہیں کہ آپ نے مرزا کی شاعری میں وہ باتیں ظاہر کی ہیں جو دراصل اس میں موجود نہیں۔ یعنی غالب کی خصوصیت میں بجوری کی مدح کا حلال ہو گیا ہے۔ مگر مدنی تنقید کو استدلال سے کیا عقلی؟ تنقید بھی ایک فن ہے اور اپنے اظہار میں قاضی ہے اگر عرض طبعیت یا عقل کی لہریں تھو کچھ لکھنا چاہیں بھی کہ کیا جن کو عقل کی روایتی سو حوالی درست تسلیم میں کرتی تو چاہئے؟ غالب دہر گند؟ بجوری نے مرزا کی شاعری کی نسبت جو کچھ کہا وہ بالکل درست ہے۔ لہذا بعض اشعار ایسے ہیں جن میں زبردستی ایسے معنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جو شعر کے دہم و گند میں بھی نہ تھے۔ اس طرح بعض خصوصیتوں کے بیان میں شعر و گلوں سے کام لیا گیا ہے اور دھات کی قصور، مخلص کے ساتھ کھینچی ہے۔ غالب بقیہ نظم میں جلد شیرازی سبقت کو نہیں پہنچے۔ شمسیر سے متعلقہ غیر متعلقہ اور غیر جڑا ہے۔ غالب کے وہ منحنی اشعار عقلی ہیں۔ وہ مرزا کے نتیجہ عقلی کے مستقل ہر قسم۔ ا



اسی بحرِ فاضل تھے سنے شاعر کے انکار، راقی، خیالات، عقائد اور طبیعت کے اجمل پہلوؤں پر ہم اتفاقاً روشنی افیل ہے۔ لہذا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری زبان میں شخصیت کا سب سے زیادہ سادہ ہے، غلی جانے سمجھن نگار کو اہمیت نہیں دینی کہ وہ غالب کی طبیعت کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالے، اور نہ آج تنقید غالب کیلئے ممکن ہے ہو سکتی۔

مولانا قاسم کی لہجہ نادر ہو غالباً ’’کوس کے صوفی‘‘ (مشرقی) مرزا کی ذاتیت میں دلکھ کا مضرب سے نوازا دیکھتے ہیں۔ اعلیٰ تنقید کو انکسوں سے پیش کرنا چاہئے اور شاعری طبعیت کا وسیع انکسوں کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہئے۔ غالب نذر نے ایک انکس سچا ہے اور مرزا غالب کو نگار کرتے کہتے ہیں لہذا انکس کا نگار ہو گئے ہیں، میرا آپ مطالعہ نام علم بھی نہیں۔ اب سول یہ ہے کہ کیا غالب کی طبیعت میں صرف دلکھ و صدف ہی کی گہرائیں تھیں اور ہڈی کو اس میں کوئی دخل نہ تھا کیا ان میں گھلی۔ عقل و فہم، عبادت، ’’ذوق‘‘، احساس، تجربہ، ’’شوق‘‘، بھارت، وقت، اور اس قسم کی دیگر باتیں باطل مطالعہ نہیں؟ شاعر کے تجزیہ خیالات، مختلفہ جذبات اور صوفیانہ عقائد۔ کیا یہ سب معمول باتیں ہیں کہ ان کا مطالعہ نہ کیا جائے؟ غالب نذر کی کوئی انکس ہے کہ وہ شاعری طبیعت میں دلکھ کے سوا اور کوئی خصوصیت نہیں دیکھتے، بالخصوص اگر یہ سمجھتے ہیں کہ مرزا بسم دلکھ و صدف سے تو کم نہ تو کم ہے اور اس کو ایک اعلیٰ مطالعہ کرنے اور کون ہے جو حضرت نذر کو ایک بڑا کرشمہ تسلیم کرتے؟ اس سے تو خود نذر کی ذاتیت تک و شہ کا کل ہی چلتی ہے۔ کیا وہ انسان خود جادوگر، مرشد، کالک نہیں اور سب ہڈی کو پھوڑ کر شاعری طبیعت کے ایک لونی پلو کو پیش کر رہا ہے؟ ہمارے بھی مسلم نہیں ہو تا کہ مرزا کو اس لئے دلکھ و صدف لایا قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا دیگر شعرا نے دلکھ و صدف کے مطالعہ کیلئے نہیں کیے؟ اگر غالب نے ان کو نوازا تو خود میں پڑھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اور سب شاعروں سے زیادہ صاحبِ عقل ہیں، وہ دلکھ کو مختلف پہلوؤں سے دیکھتے ہیں اور یہ کہ قول ان کو اہمیت نہیں دینی کہ وہ تجزیہ سیر کی مانند آئینہ سیرا کرشمہ تخلیق کریں، وہ انسانی طبیعت کے مطالعہ کو طوطا اشعار کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر نگار حضرت ہزار تنہم کوس میں کہ خواہ نگار شاعر کو دماغی تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔

دورانِ غالب کے کھلی اپنی زبان میں باندھ بھل گئی باتیں کی ہیں جن کو مستعد دل کی بے سہارا خاکِ خیالیوں کو نہا ہے۔ ان کی تیار تیار قیامت لاکھوں قیامیات پر ہے اور محض خود کو رہنمائی دیتا ہے، نہ کوئی بیانی خیالات دکھاتا ہے نہ ان کا اشعار میں اشعار کر سکتا ہے۔

پروفیسر محمد رفیع جعفر فرماتے ہیں کہ دکن کے ایک نواز نے غالب کی شاعری کو ایک انگریز نواز کے نظریہ شعری سے پرکھنے کی کوشش کی ہے اور اس کو تحتِ اشعار سے بھی بے گرا کر دیا ہے۔ ہوا خیال ہے کہ اگر غالب کی شاعری کا اس نظریہ کی مدد سے سوچا جائے تو مطالعہ کیا جائے تو ہم میر جبرائیل سے باطل و عینِ حقایق پر پہنچیں گے۔ میر صاحب کی تنقید میں تو بہت کچھ ہے، مگر بھی آپ نے بھل باتیں درست فرمائی ہیں۔ آپ کی رائے میں غالب کی شاعری باطل عقلی اور نہجی ہے اس لئے کہ آپ ایک بڑے شاعر نہیں۔ اور ہمیں اس دعویٰ کی تائید میں پیش کی گئی ہیں ان کو ہر صاحبِ عقلی درست تسلیم کرے گا۔ ہمیں آپ کی پیش کردہ مشکلیں یاد نہیں، اس لئے ہم اپنی کے اشعار اپنی طرف سے گھومنے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

تھیں پا ہو کون میں دکھتا ہے اگلی جگہ سے	کہ میرا صاحبِ طوقان صدا کے آپ سے
جگہ حلقہ مگر سدا صدا کے آپ سے	حکمِ سبب سے طوقا کیا نکلا ابھگ سے
آئینہ ہوا صبرِ حجاز طوقان سے	شبِ طوقان حلقہ ساقی دستِ بزمِ طوقان سے
ہوم تک بھلا بھلا ہے میری یہ باتیں	دورانِ بہت پہلاں اور دیکھ دماغی

جس کہ میں غائب ایسی ہیں بھی آگئی رہا  
موسے آگئی رہا ہے ملتہ میری زنجیر کا

میں شعراء میں کوئی جذبہ نہیں۔ کوئی حقیقی سنی نہیں۔ دینی کی بات ہے سچا نہیں کہتے ہیں۔ جن کو عقل کی مدد سے عقائد کا چارہ پتا نہ ہو گیا ہے۔ غائب کے بہت سے شعراء اس قسم کے ہیں۔ کیا ان شعراء کی بنا پر غائب کی شعری کو انتہائی قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے اور اس پر مرزا کے ہاتھ سے دوام کا دارو دار ہے۔ جب تک یہ ایسا نہ ہو کہ غائب کی شعری دہائی ہے اور گھٹیل سے پیدا ہوئی ہے، ہم کسی حقیقی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ اگر لائق کی بات مرزا بھی عقل و شعور کی مدد سے شعر کہتے ہیں تو لائق کی شہرت بھی پختہ ہو نہیں

ہو سکتی۔ اگر آپ کی شاعری غلطیات ہے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ شاعری کی شہرت کیسے بنتی ہے۔ کیا غائب کی شہرت کی وجہ سے اس کے غائب قبیل ہو گئے ہیں؟ اگر عقل ہیں تو اس کا اس کی عقلیت پر کیا اثر پڑا ہے؟

ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے چند امور کا تقاضہ ضروری ہے۔ پہلی شہرت اس زمانہ میں خود پختہ ہونے والی ہے۔ اصل کی نگہریاں اس کے گھٹیل اور طبیعت پر کس حد تک اثر کرتی ہو سکیں۔ وہ اپنے خود کی عام سطح سے اس قدر اونچا اڑا کر کیا اس میں جدت کا یہ عقائد کیا اس نے اپنی شخصیت کے اعداد کی کو شکل کی؟ بالخصوص اس کا لائق لائق ناقص ہے۔ کیا ان کے پختہ اپنی شخصیت واضح کرنے میں کامیاب ہوا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی شاعری کے ناقص اس کے اصل کا نتیجہ ہیں؟ اس کی ذات سے مخصوص ہیں۔ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ جدید فنون گوئی کی شاعری تعلیم و تربیت کی سہولت اور بصیرت افزائی کے پختہ کس وجہ کی حامل ہے اور غائب کی شاعری کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اگر مرزا غائب اپنے اصل کی نگہریاں کے پختہ فنون کے اس مقام پر پہنچے ہیں جہاں جدید شاعری پہنچے تعلیم کے پختہ میں پہنچے گئے تو ہمیں شاعری غیر معمولی عقلیت تسلیم کرنی پڑے گی۔

غائب کی شاعری نظم کی تمام انتہائی ماحولی نہیں۔ سید عبداللطیف نے بہت لطف کی کہ اس کو سراسر عقلی و شعری قرار دیا۔ سید صاحب کا لائق سید شاعری کی طرف مائل ہے۔ لطیف صاحب نے شاعری سے کہہ کر کوئی منہ نہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ انتہائی کی شاعری کو پسند نہیں کرتے۔ غائب کی شاعری کی دلوں میں کے لئے لافٹ اور دھجی کو پسند کرنے والا لائق چاہتے ہیں۔ سید عبداللطیف "عقل اور عقلی کا طرز پسند کرتے ہیں۔ اس لئے اگر آپ اقبل اور غائب کی شاعری کو انتہائی اور ہر لائق قرار دیں تو پھر آپ غائب کی بات نہیں۔

غائب کی شاعری غلطیات ہے۔ غلط جیسے حقیقی خود فکر کا نتیجہ ہو آئے غائب نے حقائق و حروف کا اور ان اپنی زبردست قوت فکر کی بدولت کیا لیکن اس کے بارے میں حالت فکر مدت میں قدامت کے گھٹے۔ جتنی شاعری قوت فکر اقل ہے لائق اس کا گھٹیل پر شرکت ہے۔ اس لئے وہ اپنے فلسفہ کو شعراء اور لائق میں پیش کرتا ہے۔ دنیا کے بہت کم شعراء نے غلط جیسے فکر جی کو مرزا سے بہتر انداز میں نظم کیا ہے۔ ان کی لغت سراسر شعری ہے۔ اس لئے ان کے شعراء خیالات بھی شعری میں لکھے ہوئے ہیں۔ وہ ان کو مٹا کر ہے ایک زبان میں پیش نہیں کرتے، بلکہ شعراء اور صورت اور لائق ہیں، ہمارے کرتے ہیں۔

جسے ہاتھ نہیں ہے ہمارا اگر ہے مکی      دوام کائنات خاطر ہے جیش دنیا کا  
میری خیر میں صبر ہے اک صورت غربی کی      پہلی ہفتی فرس کا ہے طوے گرم دھن کا  
ہے گلی تری سبک دھور      اور ہے تو خورشید نہیں  
آرائش بدل سے قلع نہیں ہوا      چلی فکر ہے اکبر دہم غلب میں

دیا کہہ عالم اہل صحت کے نہ ہوتے سے

بہتے ہیں جس قدر جام و سحر بخلاف عقل ہے





سلی معلوم دشمن لڑائی و جہی  
مطلب پ لکھ رہیں جھگڑا و ہوش ہے  
مٹے ہائے غصہ ہے بدل اگر ہے یہی  
عام کلفت خاطر ہے پیش دنیا کا  
دستور کر برا کئے کوئی  
نہ کہو کر برا کرے کوئی  
روک رو کر غلط ہے کوئی  
خلق ہو کر غلط کرے کوئی  
کون ہے جو نہیں ہے حاجت سے  
کس کی حاجت روا کرے کوئی؟

زندگی کے سچ تہذیب غالب کی طبیعت میں فہم ہی کر سہیت کر سکے یہ رنج و غم کا احساس ان کی شخصیت کا سب سے دکھن اور اثر انگیز پہلو ہے میرور اکبر اپنی پہلی داس پر حق کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا فہم زندگی کی تلخیوں اور ناگہمیاں کا نتیجہ ہے۔ ان کو طبیعت نے حق پرست بنایا ہے۔ غالب ان کا نظارہ ہوسکتا نہیں ہے رنج و غم کے شعر کے، مگر اس طرح کہ حق سے ذاتی ناگہمیاں کے ماتم کی صدا نہیں آتی۔ وہ ایک درد مند دل کی گواہ ہیں طوفانِ حوادث نے مرزا کو دنیا کا حقیقی مطالعہ کرنے پر ابلی کیا اور ذاتی کشمکشوں اور غمروں پر دھنسنے دھسنے کی بجائے زندگی کے حسیہ فلسفہ کی طرف رجحانی کی۔

غالب کو اس فلسفہ کے ادراک پر دوری چاہیے۔ شوقِ ہادی تھراس فلسفہ تک سامنے کے فہم جدید ترین مطالعات کو سامنے رکھ کر پہلی، لیکن بدی شعور نے اس کا اپنی پر شرکت تخیل کی مدد سے ادراک کیا۔ مرزا غالب اس لحاظ سے بلند جدید کے کو فہم ہیں۔ مرزا نے اس فلسفہ کا ادراک کیا مگر اس میں قصور نہ ہوسکتا۔ اس پر ایک سرسری نظراں کر آئے نقل گھسٹان کی ترقی پسند طبیعت کسی خاص نقطہ پر تھرا نہیں چاہتی تھی۔ اہل بخودی وہ اس فلسفہ سے باہر نکل گئی اور سلوک کے مراحل طے کرنے کے بعد کامل بصیرت پیدا کی۔ ان کو رنج و غم اور مصیبتوں کی شایعہ بھول گئی۔ تسلیم و رخصانے ان کی طبیعت کو وہ سکون بخشتا جو ہر تجسس طبیعت کی سرگرمی کی اختتام ہے۔

عشرتِ قلمو ہے دنیا میں کھو جاتا      درد کا حد سے گزرتا ہے وہاں جاتا

غالب کی شہرت ان اشعار اور قصوں سے بھی ظاہر ہوتی ہے جن میں وہ اپنے اعجاب اور مزاج کی بدولت پر ایک طعنے بولتے ہیں یا ان کے حقیقی حلقہ کے انداز میں کوئی اشارہ کرتے ہیں۔

عارف کا درد ناگ مرغیہ۔ شہزادے کی موت پر رقت انگیز ترکیب بند۔ اور محبوب کی مرگ ناگہانی پر اظہار فہم ان کو ایک لکھتہ رقیق انقلاب انسان ثابت کرتی ہیں۔ پھر وہ نئی شعروں کی طعنے قلم رہتے اب اپنی جگہ نکل کر جہلی کوئی نہ ہو۔ ہر انسان کی دل خواہش ظاہر کرتی ہے۔ انہیں کی قلم دہائی مفلحان سے آگیا ہوں اب رب کی طرح یہ بھی ایک طعنے قرار ہے۔

آرت اور غصہ دونوں نوع انسان کی اصلاح و بدعت کے ادرے ہیں۔ آرت اپنا اثر حسن و لطافت سے پیدا کرتا ہے۔ غصہ غصہ انسانیت کو بیدار کر کے خواب انسانی میں عمل کی دھج پھونکتا ہے۔ شاعر آہستہ آہستہ وہاں میں ہی کر نوع انسان کو بہر مقام پر لے جاتا ہے۔ اسے مرغوب ہے چپکے ہی چپکے دل میں مگر کرنا اسے قائم دکان میں بقی کی صورت اڑ کر

بلکہ طعنے شاعر فرق آدمی کا اثر مطالعے کے لئے وسیع المذاہب محبت اور الفت کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہمدردستان میں ناچنے غزل کے ہاتھ ایک دست سے قصب کی گرم ہزاری ہے۔ غالب کے ہاتھ میں قصب نے اس قدر ہڈ نہیں پکڑا تھا لیکن حدِ حاضریں پر ایک حاتم

ہوا میں کر تک کے طول و عرض پر چھا گیا ہے اس وقت ہمیں ایسے ہی شعروں اور لہجوں کی ضرورت ہے جو قصب کی خاک کی کر کے عرض وطن میں ایک خوشگوار لطافت لائیں۔ غالب نے اس وسیع المیہ کی تعلیم کا اس وقت اور ان کی قصب کا زہر کھم و دھن کی انسانی کر دیا۔ اور رگ و پہا میں میں اترا تھا۔ کہتے ہیں کہ

دھواں ہی ہوتا استواری اصل نہیں ہے      میرے دھند میں تو کعبہ میں کلاہ رہیں کو  
میں کچھ بھڑ دھند کے پھوسے میں گھبرائی      دھواں میں شیخ و برہمن کی کڑواہٹ ہے

غالب نے عجب نظریہ دیا اور قصب کے خلاف ایک خاموش مگر زبردست احتجاج کیا۔ اگر ہم کج فن کی قصب جسکی اور نہ غلام تعلیم پر عمل کریں تو بھڑی مروجہ گایہ دعویٰ غلط و سنا۔ درست چھت ہو گا کہ قصب سمون 'تعلیم تربیت فطرت' کوئی زندگی لایا۔ پہلو نہیں جس پر (گوئے اور غالب) کا اثر نہ چلا ہو۔ گوئے کا کام قوی اور علی ترقی کا باعث ہو چکا اور اپنا خاص غلام پر را کر غالب کا کام اب طویل ہوا ہے اور آئندہ شعلیں اس امر کا سہارا کریں گی کہ فن کی ترقی میں غالب کے کام کا جواظم کیں تکتے ہو اور سلطان ہوا ہے۔

(ماہنامہ 'ہند' لاہور ۱۹۳۳ء ص ۲۳۶-۲۳۷)













۳۴۔ اشعار کا مجموعہ:  
۳۵۔ دولتدار نظام حسین:  
۳۶۔ غالب مرزا آبادی:  
۳۷۔ رفی اختر شوقی:  
۳۸۔ حضرت ہادیہ:

۱۔ قصہ نعلی تھری فست (حکیم مرانجی ترنہ) فروری ۱۹۶۹ء ص ۲۳  
۲۔ غالب شہ کے بچے فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳  
۳۔ غالب کی ہم طرح نول فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۹  
۴۔ نول ہم طرح غالب فروری ۱۹۶۵ء ص ۵۷  
۵۔ فریب شہزاد غالب (معاذ میں) فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۹  
۶۔ غالب کی دھن میں نول فروری ۱۹۶۳ء ص ۵۷  
۷۔ بکے غالب کے بارے میں (ادارہ میں) فروری ۱۹۶۳ء ص ۲  
۸۔ ۱۹۶۳ء فروری غالب (آؤ اور دیکھیں) پتھر اپریل ۱۹۶۳ء ص ۵۹  
۹۔ بکے غالب کے بارے میں (ادارہ میں) فروری ۱۹۶۵ء ص ۶  
۱۰۔ سبلی بند (غالب) فروری ۱۹۶۸ء ص ۸-۳

۳۹۔ رفیق سکون:

۱۔ فروری فروری ۱۹۶۵ء ص ۳۳-۳۸

۲۔ ہادیہ بند غالب فروری ۱۹۶۵ء ص ۳۸-۳۹  
۳۔ شہزادہ فرانس فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۸  
۴۔ غالب (نسل نعلی قدوسی) پتھر فروری ۱۹۶۳ء ص ۵۷-۵۸  
۵۔ غالب شہزادہ (نول خود شہزادہ) پتھر فروری ۱۹۶۳ء ص ۵۷  
۶۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۹-۴۰)  
۷۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۵۷-۵۸)  
۸۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۸-۳۹)  
۹۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۰۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۵۷-۵۸)  
۱۱۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۲۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۳۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۴۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۵۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۶۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۷۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۸۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۱۹۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)  
۲۰۔ شہزادہ نعلی (نول) غالب (فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۳-۳۴)

۴۰۔ شہزادہ نعلی:  
۴۱۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۲۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۳۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۴۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۵۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۶۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۷۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۸۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۴۹۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):  
۵۰۔ شہزادہ نعلی (نول) (نول):



۳۳۹۔ قالب سے انگریز (خطوط) قالب کی بنیاد پر ۱۹۵۰ء میں ۳۷۸۸

۱۹۵۰ء میں بطور مجموعی تصدیق کے اثرات ۱۹۵۸ء میں ۳۷۳۳

مختلف مقررہ طریقہ کار ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۰ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۸

۳۷۳۳۔ قالب کا تصویر رنگ ۱۹۵۳ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۳۷۳۳۔ قالب کی تصدیق پر ۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۵۵ء میں ۳۷۳۳

۱۹۷۱ء کا دہرہ اسلٹ غالب فروری ۱۹۷۲ء ص ۵۶

۱۹۷۲ء غالب کی نئی قاری تحریریں ملنے لگیں ۱۹۷۵ء

۱۹۷۱ء فروری ۱۹۷۲ء ص ۲۳۲-۲۳۳

۱۹۷۵ء غالب کی چند نئی قاری تحریریں فروری ۱۹۷۷ء ص ۲۰۷-۸۶

۱۹۷۵ء فروری ۱۹۷۶ء ص ۲۳۳-۲۵۵

۱۹۷۶ء میرزا غالب کا زمانہ تحریر ۱۹۷۷ء

۱۹۷۶ء فروری ۱۹۷۷ء ص ۳۳-۴۲

۱۹۷۶ء غالب کا دہرہ اور شہت بہموردی فروری ۱۹۷۶ء ص ۲۸۳-۲۸۶

۱۹۷۶ء داغ ان غالب اسد علیک اہم خطوط نسخہ بدایوں فروری ۱۹۷۶ء ص ۱۹-۳۳

۱۹۷۶ء غالب کا انداز اسلٹ فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۶-۳۰

۱۹۷۶ء غالب کے سیاسی افکار فروری ۱۹۷۶ء ص ۷۷-۲۰ ص ۷۷

۱۹۷۶ء فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۸-۳۲

۱۹۷۶ء امیر شاہ کا باپلی ترنہ داغ ان غالب فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۲-۲۹

۱۹۷۶ء "لے لو" کے متعدد شہنشاہ میں نظم دستر غالب اور نقش ہائے تحریر۔

۱۹۷۶ء ذرا غالب فروری ۱۹۷۵ء ص ۸

۱۹۷۶ء کچھ حلقہ غالب کے بارے میں بہموردی فروری ۱۹۷۶ء ص ۷۷-۷۳

۱۹۷۶ء غالب نسخہ حیدر کی بدھنی میں بہموردی فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۳-۳۶

۱۹۷۶ء غالب کا اثر ہمارے لب اور لہجہ پ فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۱-۲۳

۱۹۷۶ء غلام امین ایچی ۱۹۷۶ء فتح ایچا (ذرا غالب) فروری ۱۹۷۶ء ص ۲۹-۳۰

۱۹۷۶ء کچھ اپنی باتیں (غالب مجاہد کے بارے میں) فروری ۱۹۷۵ء ص ۲

۱۹۷۶ء ایچا ایچا (غالب کے بارے میں) فروری ۱۹۷۶ء ص ۵

۱۹۷۶ء ایچا ایچا (غالب مجاہد کے بارے میں) فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۰-۳۰

۱۹۷۶ء ایچا ایچا (غالب مجاہد) فروری ۱۹۷۶ء ص ۳

۱۹۷۶ء ایچا ایچا (غالب مجاہد) فروری ۱۹۷۶ء ص ۶

۱۹۷۶ء ماہر تعلیم سبب غالب فروری ۱۹۷۶ء ص ۸۷-۸۳

۱۹۷۶ء اپنی باتیں (غالب مجاہد کے بارے میں) فروری ۱۹۷۶ء ص ۲

۱۹۷۶ء اپنی باتیں (اسلٹ غالب) فروری ۱۹۷۶ء ص ۲

۱۹۷۶ء غالب کا انداز کل اسلٹ افکار فروری ۱۹۷۶ء ص ۲۰-۶

۱۹۷۶ء گرد لے کا بے مثل احزاب غالب فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۵-۳۵

۱۹۷۶ء غالب اور لوک فروری ۱۹۷۶ء ص ۳۵-۳۵

۱۹۷۶ء غالب اور سرینہ فروری ۱۹۷۶ء ص ۸-۳

۱۹۷۶ء علی محمد خان:

۱۹۷۶ء مکتبہ امیر شاہ مجاہد:

۱۹۷۶ء غلام شیر خان:

۱۹۷۶ء غالب میرزا اسد علی خان:

۱۹۷۶ء فارغ بخاری:

۱۹۷۶ء فتح علی خان:

۱۹۷۶ء قربان فتح پوری:

۱۹۷۶ء قاضی احمد مجاہد:

۱۹۷۶ء طاہرہ نقوی:

۱۸۸۰ء غالب کوئی ہے "فروری ۱۸۸۴ء" ص ۱۰۷

۱۸۸۱ء غالب کا رابطہ "رنگ فروری ۱۸۸۳ء" ص ۳۵۳-۳۰

۱۸۸۲ء غالب کا "نواز فروری ۱۸۸۳ء" ص ۲۸-۲۱

۱۸۸۳ء غالب کا خود اپنی مطابقت فروری ۱۸۸۵ء ص ۳۳-۳۴

۱۸۸۴ء ورکش کاویاتی (غالب) "فروری ۱۸۸۸ء" ص ۹-۸

فروری فروری ۱۸۸۸ء ص ۳۳-۳۴

۱۸۸۵ء مرنے والے ایک اور خطوط "فروری فروری ۱۸۸۸ء" ص ۳۲۹-۳۲۷

۱۸۸۸ء غالب کا اپنی لڑکھ "فروری ۱۸۹۰ء" ص ۱۵۰

۱۸۸۹ء شمع زبان میں غالب کے انشائیے "فروری ۱۸۹۰ء" ص ۱۵۰

۱۸۹۰ء غالب کا اپنی ارتقا "فروری ۱۸۹۰ء" ص ۷۰

۱۸۹۱ء مکی رحمتا غالب (نسخہ سہ) "فروری ۱۸۹۲ء" ص ۷۰

۱۸۹۲ء غالب سے مطوب ایک شعر "فروری ۱۸۹۲ء" ص ۳۲۷

۱۸۹۳ء غالب اسٹیک روٹ میں (نکاحیہ) "فروری ۱۸۹۳ء" ص ۱۰۰-۱۰۳

۱۸۹۴ء غالب کی باب اختیار خصوصیت "فروری ۱۸۹۵ء" ص ۱۶

۱۸۹۵ء نگرار مطابقت "فروری ۱۸۹۵ء" ص ۳۳-۲۵

۱۸۹۶ء مرزا غالب کی غزلی شامی "فروری ۱۸۹۷ء" ص ۳۳-۳۵

فروری فروری ۱۸۹۸ء - ص ۱۸۱-۱۸۰

۱۸۹۷ء غالب اور "رنگ فروری ۱۸۹۵ء" ص ۳۳۵-۳۳۷

۱۸۹۸ء غالب (مضمون استغاثہ) "فروری ۱۸۹۸ء" ص ۳

۱۸۹۹ء قطب جام در "سلسلہ غالب فروری ۱۸۹۳ء" ص ۵۳

۱۹۰۰ء مولانا آزاد جام غالب "فروری ۱۸۹۳ء" ص ۱۵۰-۶۰

فروری فروری ۱۸۹۸ء ص ۳۳۸-۳۳۷

۱۹۰۱ء فرنگیہ رنگ غنی و فقر غالب "فروری ۱۸۹۴ء" ص ۳۳-۳۴

۱۹۰۲ء غالب کی وقایع "فروری ۱۸۹۵ء" ص ۷

۱۹۰۳ء غالب کے "شعریہ فروری ۱۸۹۵ء" ص ۳۰۰-۳۰۷

۱۹۰۴ء غالب کی قصیدہ گوئی "فروری ۱۸۹۵ء" ص ۳۵۰-۳۵۱

۱۹۰۵ء غالب آفرین کے "عظیم و شہرہ فروری ۱۸۹۸ء" ص ۲۱-۲۲

۱۹۰۶ء ذکر "آئینہ خواہ" "مشہور اور مشہور کا نام" "آئینہ سلیم الحق" "جمہور فروری ۱۸۹۵ء" ص ۷۰

۱۹۰۷ء رجسٹر غالب میں انش کی "فروری ۱۸۹۳ء" ص ۱۰۰-۱۰۱

۱۹۰۸ء رجسٹر غالب کی جنگ آزادی اور غالب "فروری ۱۸۹۵ء" ص ۹-۱۳

۱۹۰۹ء غالب .. لائی باز "فروری ۱۸۹۵ء" ص ۳۰

۱۸۸۰ء قریب صمیمیت

۱۸۸۱ء کامل انشائیہ

۱۸۸۲ء کرم صمیمیت

۱۸۸۳ء لطیف انداز

۱۸۸۴ء سیدہ انشائیہ

۱۸۸۵ء سبک و رسم

۱۸۸۶ء مہر و سبک

۱۸۸۷ء مہر و سبک

۱۸۸۸ء مہر و سبک

۱۸۸۹ء مہر و سبک

۱۸۹۰ء مہر و سبک

۱۸۹۱ء مہر و سبک

۱۸۹۲ء مہر و سبک

۱۱۔ مسعود حسن رضوی نیوٹن

۲۰۔ چٹاہلی "نور دی" ۱۳۹۹ء، ص ۵۳-۵۴

۱۲۔ مسلم نیپالی

۲۱۔ "میر مختار" نور، غائب "نور دی" ۱۳۹۹ء، ص ۳۳-۳۴

۲۲۔ غائب کے تاریخی حوالے "نور دی" ۱۳۹۸ء، ص ۷۳-۷۴

۲۳۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۹۷۰ء، ص ۷۳-۷۴

۲۴۔ "تغیلات" غائب "نور دی" ۱۳۹۸ء، ص ۷۴-۷۵

۱۳۔ "میر غائب کی شریعت"

۲۵۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۱۴۔ "میر غائب کی شریعت"

۲۶۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۱۵۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۲۷۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۲۸۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۱۶۔ "میر غائب کی شریعت"

۲۹۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۳۰۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۳۱۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۱۷۔ "میر غائب کی شریعت"

۳۲۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۱۸۔ "میر غائب کی شریعت"

۳۳۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۱۹۔ "میر غائب کی شریعت"

۳۴۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۳۵۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۳۶۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۳۷۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۳۸۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۳۹۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۰۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۱۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۲۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۳۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۴۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۵۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۶۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۷۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۸۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۴۹۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۵۰۔ "میر غائب کی شریعت" نور دی، ۱۳۹۳ء، ص ۷۴-۷۵

۲۰۔ "میر غائب کی شریعت"

۲۱۔ "میر غائب کی شریعت"





۱۳۶۸ھ	۱۳۶۹ھ	۱۳۷۰ھ	۱۳۷۱ھ	۱۳۷۲ھ	۱۳۷۳ھ
۱۳۸۳ھ	۱۳۸۴ھ	۱۳۸۵ھ	۱۳۸۶ھ	۱۳۸۷ھ	۱۳۸۸ھ
۱۳۹۳ھ	۱۳۹۴ھ	۱۳۹۵ھ	۱۳۹۶ھ	۱۳۹۷ھ	۱۳۹۸ھ

خانوی مصلحت

"ا" کے فروری یا ۱۰ مہرے مہینوں کے صریح ذیل شماروں کے حوالے سے خانوی اداخ سے ملے ہوئے میرے برادری دست دیئے ہوئے

میں ہیں:

فروری ۱۳۵۱ھ	اگست ۱۳۵۵ھ	فروری ۱۳۵۶ھ
فروری ۱۳۵۷ھ	فروری ۱۳۵۸ھ	مارچ ۱۳۶۳ھ
مارچ ۱۳۶۵ھ	فروری ۱۳۶۶ھ	اگست ۱۳۶۷ھ





## نقد و نظر

غالب کی طرف ہوا انتہائی مدح	ڈاکٹر عظیم علی	فروری ۱۹۵۵ء ص ۲۸-۳۳
غالب کا انداز لکھی انتہائی گنبد	امیر عظیم کاشی	فروری ۱۹۵۵ء ص ۶۷
غالب اور جیت نامی	ڈاکٹر مدد بھٹا	فروری ۱۹۵۳ء ص ۱۰-۱۱
غالب کا اثر ہمارے ادب اور لہجوں پر	ڈاکٹر فریدت فتح پوری	فروری ۱۹۵۰ء ص ۳۳-۳۴
غالب کے فلسفیانہ افکار	محمد عبداللہ قریشی	فروری ۱۹۵۵ء ص ۸-۱۳
غالب کہ چٹائی بد	دجاست سمن سولی جی	فروری ۱۹۳۳ء ص ۷۰-۷۱
غالب کا ادبی لہجہ	سید قدرت نقوی	فروری ۱۹۵۰ء ص ۷۰-۷۱
غالب شعور و دانشور کا شعور	ڈاکٹر سلیم اختر	فروری ۱۹۵۰ء ص ۳۰-۳۱
محمد غالب کے چند مسائل	ڈاکٹر انور سدید	فروری ۱۹۵۵ء ص ۱۰-۱۱
غالب اور فلم دور	سیح اللہ قریشی	فروری ۱۹۵۵ء ص ۷۰-۷۱
غالب کی شخصیت خطوط کے تسبیح میں	غفر صدیقی	فروری ۱۹۵۵ء ص ۱۱-۱۲
مطالعہ خطوط غالب	ڈاکٹر سید امیر طائی	فروری ۱۹۵۵ء ص ۱۱-۱۲

## تفصیل اپنے رنگ رنگ

غالب کی حیدر گئی	ڈاکٹر محمد راضی	فروری ۱۹۵۰ء ص ۳۳-۳۴
غالب آج کل کے عظیم جلی مد	ڈاکٹر محمد راضی	فروری ۱۹۵۳ء ص ۱۲-۱۳
غالب کے فارسی تعلیمات	ڈاکٹر خواجہ حمید چڑانی	فروری ۱۹۵۰ء ص ۳۲-۳۳
تعلیمات غالب دور فارسی	ڈاکٹر خواجہ حمید چڑانی	فروری ۱۹۵۰ء ص ۳۲-۳۳

## شرحیں اور شارحین غالب

غالب کے بعض اشعار کے مطلب	اثر گشتی	فروری ۱۹۵۰ء ص ۷۰-۷۱
سیرت غالب کے چند شعر	مولانا غلام رسول مر	فروری ۱۹۵۰ء ص ۲۵-۲۶
دعویٰ غالب کی شرحیں	مسلم شیلکی	فروری ۱۹۵۰ء ص ۲۷-۲۸
دعویٰ غالب کا پناہ شاعر	محمد ارم سید	فروری ۱۹۵۳ء ص ۸-۱۱

## غالبیاتی جائزے

تالیفات غالب مستقل حصہ ادب	ڈاکٹر سید صفین الرحمن	فروری ۱۹۵۳ء ص ۷۰-۷۱
اکام غالب کے باطنی قراہم پاکستان میں	حسین احمد علی	فروری ۱۹۵۵ء ص ۳۳-۳۴
رنگ رنگ (شعور غالب ایک جائزہ)	آکرم علی غل عرش زلم	فروری ۱۹۵۳ء ص ۳۰-۳۱
جین اقوامی رنگہ غالب مدد	ڈاکٹر ابو سلطان شاہ جلی چوری	فروری ۱۹۵۰ء ص ۸۰-۸۱

## ہلو کمن: انتخاب اشعار غالب:

”..... غالب کے اشعار کا یہ انتخاب میرا اپنا ہے۔ اکایا ہوا میں ایک

انتخاب مرید کا ہے اور دوسرا اقبال کا۔ اور اس طرح اس ہلو

کمن میں ہلو کوئی لذت بھی ہے۔۔۔“ مرید وقار عظیم

فردوسی ۱۹۵۵ء ص ۶

مرید احمد علی

اشعار رشتہ غالب کے انہیں شعر:

فردوسی ۱۹۵۵ء ص ۶

عالم سرحد اقبال

انتخاب غالب (مختصر)



# انتخاب ماه نو

ماه نو

مهر

ماه نو

مهر

ماه نو

ماه نو

مهر



ماه نو



## اشعارِ ریختہ

(الحکب لڑ سہین)

صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا  
خفت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسانی لگا  
اڑنے سے پتھر بھی موارک دود تھا  
ہائے اس دود پشیمں کا چیمیں ہوتا  
دلم کے بھرنے تک باطن نہ پود جائیں گے کیا  
لب تک تو یہ توقع ہے کہ دل ہو چنگا  
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا  
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر  
غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں  
میں جانتا ہوں جو وہ نکلیں گے غلب میں  
جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں  
رکھوں کچھ اپنی بھی مڑگان خوفکش کے لئے  
انہا نور اللہ کے قدم میں نے پسوں کے لئے  
ہے ہے خدا نہ کہہ تجھے ہے دقا کھوں  
چار لائے مری پلٹیں پہ است پر کس وقت  
دیکھتے ہیں آج اس بت ڈاک بان کے پاؤ  
ہم کو جیتے کی بھی امید نہیں  
نا امید ہی کی دیکھا چاہئے  
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا دیکھتے تھے

کو کج خفت جانی ہائے تنگی نہ پوچھ  
تھی تو سموز فکرت وشار پند  
تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا  
کی مرے قتل کے بعد اس نے جنا سے توبہ  
دست فزادی میں میری سی فرمائیں گے کیا  
وائے گر میرا ترا اصف حشر میں نہ ہو  
دھڑائے سحاسی تک آہی سے ہوا تنگ  
سر پھوٹا وہ غالب شومردہ مل کا  
جاں ہے بھائے یوسر دے کیوں کے ابھی  
قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں  
میں اور خط وصل خدا ساز بات ہے  
یلا سے گرمزہ یاد تکتہ ٹوں ہے  
گدا کج کے وہ چپ تھا مری جو شمت آئی  
ظالم مرے گلیں سے مجھے منفعل نہ چاہ  
مدد گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب  
شب کو کسو کی غلاب میں کیا نہ ہو کہیں  
کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ  
حصہ مرنے پہ ہو جس کی امید  
زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب

کھن کو اس کے مقصد پہ بھی کیا کیا باز ہے  
کھینچا ہے جس قدر اتنا ہی کھینچ جائے ہے  
گرچہ ہے طرز تعاقب ہند دار دار مطلق  
پہ ہم ایسے کھولتے جلتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے  
میں تک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ بس  
زلف گرین جاؤں تو شانے میں ابھار دے مجھے

## انتخاب غالب

(اقل)

ہمارا آفرینا گنگا میں ہم  
 ہجوم تھا سے بھار میں ہم  
 یارب بیان شدہ سخی مکتور نہ ہو  
 میں دشت تم میں آہستہ میاں دیدہ ہوں  
 کہ ہر کشیدہ کہ خاک پوشیدہ ہوں  
 بلکہ موج کب زبان بیدہ ہوں  
 اور کہ تجلی تم جہاں پوشیدہ ہوں  
 میں معرض مثل میں دست بیدہ ہوں  
 نے دند لکھو ہوں نے دام چیدہ ہوں  
 ہر نامیوں کے دما میں میں برگزیدہ ہوں  
 یقین کلام لغزینے پوشیدہ ہوں  
 میں حجاب کھنکھانے آلودہ ہوں  
 لیکن عیث کہ طعم غوریدہ رہا ہوں  
 دارنا ہوں آئینہ سے کہ صوم گزیدہ ہوں  
 خند آہنی غولب دل نہ بکھو یا بکھو  
 رشید مر غفر کو ہر بارما بکھو  
 کہچہ خدا کی یاد ہے کلفت بدوا بکھو  
 خلق کو حفضل نہ کر ہر کو اپنا بکھو  
 اسے دل و جان خلق تو ہم کو بھی بکھو  
 تم ہو بدلو سے خوش اس سے سوا اور کسی  
 تم خدوئے ہی کمالا خدا اور کسی  
 سر کے واسطے قبولی ہی نفا اور کسی  
 صرا کھلی کہ دعوت دوا کرے کوئی  
 یہ مختار خیال کہ دنیا کہیں جسے  
 کہ یاں غواں ہے تھیل اور آئینہ دیا ہے  
 وہ جلو کر کہ نہ میں پاؤں اور نہ تو ہانے

تلاشے گلشن تملے چوں  
 لہو لکھو کھودا بھاپی  
 زلف خیال نازک و انظار بقرار  
 ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں  
 ہوں درد مند جبر ہو یا عقیدہ ہو  
 پیدا نہیں ہے اصل تک و تکرار  
 جاں لب پہ آئی تو بھی نہ شیریں ہوا دہن  
 نے جو سے طاقت نے سافر سے واسطہ  
 ہوں خاکسار نہ کسی سے ہے شہ کو راک  
 اقل درج کے حلقہ میں ہر چند ہوں ذلیل  
 ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے موی جک  
 ہوں گری و شکلا تصور سے لہو رخا  
 میں چشم واکشلا و گلشن نظر فریب  
 چانی سے تک گزیدہ ڈاسے جس طرح لہو  
 لکھو و شکر کو شریک دامید کا بکھو  
 دشت درد بیکسی ہے اثر اسقدر نہیں  
 کھ پہ عقد امیدار کہ پہ مجسم تم پاک  
 اسے یہ سرب حسن خلق تھنہ سنی دشمن  
 نے سود برگ آلود نے وہ دردم مکتور  
 میں ہوں حلقہ بجا مجھ پہ بجا اور کسی  
 تم ہو بت پر قمیں چدار لہائی کیوں ہے  
 کیوں نہ لہوس میں دوزخ کو مائیں یا دپ  
 عرض مرثک ہے ہے فضلے لند تک  
 یا رب ہیں تو غولب میں بھی مت دکھانے  
 لہل ہے گوہر حضور جب خود شہائی میں  
 فرنگ کوکہ چشم کو عدو جانے



## میرزا غالب کے چند شعرو

آئے ہیں لب سے یہ مصلیٰ خیال میں

غالب میر غلام نبیؐ سواتی ہے

ہے کیا چیز؟ شکل ہے کہ قدرت کی کون کون سی کششیں اور موسس شعر گوئی کے نئے مطلق بڑھاپے، افسانہ میں لڑائی ہیں بھر میں اوصاف و قصائص کے طبع و لہجہ میں مطلق مراعات کا بعد کہ قدر ہے سطر سے سطر ایسے شاعروں کی ایک طرف میں ۱۸۰۰ء ہے جن کی زندگی کا ایک ایک اور شعر میں سربراہانِ اکبر، ایک صوبہ دار کے سے باہر قدم نہ رکھ سکے انہوں نے ہول کی آگہی کو تو دیکھا کہ جنگوں شاعر بزرگوں مصلیٰ خلف صورتوں میں پڑے چکے ہیں۔ جس قسم انہوں نے اپنی عمریں انہیں میں سے عام مصنفین کی امت پسند لکھواری اور کلچر امت میں گزار دیں۔ کبھی کی حقوں کی بدش میں دریا بہتی پڑا ہو گئی یا کوئی طوفان ادا کیا، سوئیں انداز میں بدھ گیا تو خوش ہو گئے کہ بڑا کارند اہم پایا۔ سچ لیں غلام کی طرف سے حقائق و نظریات کی صدا میں بدھ ہو گئے۔ ہم اگر افسانہ، تاریخی اور انہیں آگے بڑھتے، بدھ تو انہیں امت کے تاریخی خیال ہی نہ آتا یا یہ کچھ لکھ کر ان کے قلم شعریں رحمت پڑا یا غائب غافل کی امت و مصلحت ہی سمجھ نہ سکتے۔

مطلق شعرو

کبھی کبھی ایسے شاعروں کی جگہ ترقی سے بھی عام بدھ ضرور ہو گیا یا منہوں نے بھی یہ بدھ دیکھا کہ مطلق قصیدے کا معیار کیا ہے؟ اول میں شہوت گیں کہ حاصل ہو سکتی ہے؟ یا نہ ہو سکتا ہو گئے کیا بدھ وہ بات پانچواں مضامین اور اس قدر بدھ چاہیے یا نہ چاہیے؟ اول میں بدھ ان پر دل بند کی کے مطلق پلکار کر کے سے چار نہ ہو تو بھاری کے قلم کے مطلق عیش میں حقیقت پر کلام "مطلق و غلام اہل دہے کہ"

مشرقی گردن گردن دھل گدہ دھل

جنی کہ خب امت غلام کو پڑا اسے

(انگلو اور کہہ اور دھل پل کر کے "پڑا" لکھی ہو کی تا خود قیمت پائے گی۔ (اردو))

میرزا غالبؔ

میرزا غالب ایسے ہی شاعروں میں سے تھے۔ ان کے لئے ابتدائی دور میں ہول ہیں، دور، امت جن کو وسط فرما انہیں کی تحصیل میں بدھ غیر خودی ہے۔ اور میرزا کے قلم کی بدھ اور کام میں ان کی خاصی شدت میں سمجھ ہیں۔ بدھ

نہ حقائق کی اعتبار سے کی پڑا!

کہ میں ہی صحت شعرو میں سچ نہ سمی

پر غم غالب و لکھی "میں خوش ہوئے غلام"

مرحومہ غالب دہانہ افسانہ دہانہ را

تو اس کے کو مطلق مشق میں

مہاں شعر غالب کہ در لعل شہ  
غالب سوخت جاں دایہ چہ کھنجر آری  
وہ دوا سے کہ عوامہ فکری دھنیں  
نہ دوا ہم کہ سرست علی ولہ شہن  
ایں سے از لہا غریبوں کس ولہ شہن

### شعر گوئی کی امتحان گنت

شعر گوئی کے وقت حقیقی مسطورہ جو حالت جاری ہوتی ہے مجھے معلوم نہیں کہ کسی شاعر نے اسے جان کیا ہے یا نہیں۔ مئی کے  
ہاں بعض شاعر لے لے ہیں۔ مثلاً

انہوں لب نہ دایہ میں شہزاد ایک آنکر  
کوتہ دل تکلم لعل درخوں سے مد  
بکر خون کھنجر خیز مد کو شیخ دلم  
در ہوا نے غنیمت ہوا درخوں سے مد

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ بہت لب سے باہر نکلے ہے تو کیا کیفیت پیدا کرتی ہے لیکن یہ جان ہوں کہ دل کی گزشتہ سے اللہ کر بے شک  
آتی ہے تو ظن میں ات بہت آتی ہے۔ میرے دل کی شیخ سے ہوا میں اللہ سے۔ خون سے میرا ہوا ہے میری شکل میں ہوا شیخ  
کی طرف جاتا ہے تو ظن میں تیرا ہوا جاتا ہے۔

میرزا غالب نے اپنی شعر گوئی کی حالت ایک جگہ دیکھتے ہیں کہ وہی ہے اگرچہ اس کا کج انداز اس وقت تک نہیں ہو  
سکا کہ اب تک خود اپنے لہجہ میں حالت نہ گزر سکا۔ ایک قول کے حقیق میں کہتے ہیں۔

بیبہ لا گدو دل نور بکر آتش چو تل  
غالب اگر دم خنجر نہ چہ خنجر میں ہدی !

یعنی اسے غالب ! اگر شعر گوئی کے وقت تو میرے خنجر میں دوا پائے تو دیکھے گا کہ دل میرا گدو ہے اور بکر میں اگل کا ایک تل  
سوزن ہے۔

غور فرمائیے کہ دوا سے ہاں کتنے شاعر گزرے ہیں۔ جنہوں نے باطن کی اس ناست خیز دھنیں لکھیں وہ کتنے شاعر کے  
میرزا کی دیکھ گئی ہیں۔

میرزا غالب نے اپنی شاعری کے حقیق کہہ دیکھنا چاہی کی نہیں نہ در سے جوت ہوئی مثلاً کاغذ  
کو نیم درخندم بوج لولے ہوا است  
شہرت شعور بہ کتنی ہوا من غلام شہن

میرزا کی زندگی کے آخری دور میں ان کی شاعری خاصی شہرت پائی تھی لیکن کوئی شبہ نہیں کہ قول عام کا وہ تمام افسوس مرے کے  
بہر حاصل ہوا اس کی نظیر ملے مشکل ہے۔ کل کے حقیق کہہ نہیں کہا جا سکا ہے ہم لب تک کہ ان کی وفات پر ایک سو سال گزر چکے  
ہیں ان کی شہرت میں اضافہ ہی ہوا اور پاک دوا کا شاعر ہی کوئی شاعر ہو جس پر اپنی کتابیں اور اسے مضامین و مقالات لکھے گئے



صبح ہر روز درختوں و گلابوں اور چادر سے  
 کی وہ سہولت لڑکے نام سے دے

بہن گری کا موسم ہے۔ ہم پڑی کے چاندی طرف وہ درود تک کوئی مکان نہیں اور اس ہم پڑی میں قریب کے لئے وہ جس میں  
 لئے جلی ہے وہ رات ہے ظاہر ہے کہ جب تک گری کی حدت و بخیر برداشت کرتے ہوئے لوگ ہم پڑی تک پہنچ گئے تو وہ رات  
 فریضہ کے کیا وہ راستہ ہی میں قلم نہ ہو جائے گی؟

گلاب پھولنے سے بظاہر وہ گلابوں کے موسم قائم رکھے ہیں لیکن حقیقتاً وہ صبح کو یہ تہیں دلا چاہتے ہیں کہ میرے پاس نہ جس سے اس  
 کے بچے اور قریب کے ہونے کی کوئی صورت نہیں وہ وہی رہا ہو جائے گی۔

جب یہ ستر صلی زور نکلیں یہ پورا صلی کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ٹھیک اور ٹھیک مقامات ہی کا تہیہ ہو سکے اور یہ  
 مقامات گھر کے اور بیٹھے بیٹھے نہیں کے جاسکتے۔

تیسری منزل:

گاری کا ایک اور مصرعہ۔

رہا کہہ زمام نیست تمام کراہک ہادی  
 یہ وطن ہائے رخسار مطلقاً تم لئے تھا !

لہجے میں جس نے غم پاک کا سطر اقتدار کر لیا ہے۔ لیکن زور دیا نہیں اور یہ امر حقیقاً تعریض نہیں سمجھا سکتا کہ کوئی بھی سطر  
 زور کے بغیر طے نہیں کیا جاسکتا اس سے ملائگی سے میرا نے دل کی تسلی کے لئے ایک کھوپڑی اور پھر غرض ہونے کے بجائے غرض  
 نہ گئے۔ کہ ہے کہ اگر وہ کاموں میں ملے ہو تو آواز سے اٹھنا چاہتا اور جیتا وہ مت بھاری ہو کہ وہ جب اس میں بھری ہو کہ سر اٹھتا  
 ہے تو پہلے وقت وہ سنبھل کر پاس نہیں دیکھ سکتا وہ کہتا زیادہ دینی وہ کاموں کا چاند لگا ہی افسوس ہی نہ ہونے کے بجائے گھبراتے ہیں کہ اسے بھی  
 ہوتے ہیں اور تنگ و مضطرب بھی۔ مگر افسوس ہی میں وہ ان آواز میں نہیں سے چاہتا کہ اس میں جلی کے گلاب کے برعکس اگر سر پہ وہ  
 نہ ہو تو وہ ہر قدم دیکھ کر دیکھ گا اور کانٹوں سے محفوظ رہتا ہو اس میں لے کر آجائے کہ ظاہر ہے کہ یہ صفیں بھی کہتے مطلب کا  
 نتیجہ ہے جس میں میرا نے بلور دیکھا ہو گا کہ جب لوگ بھری ہو کہ سر اٹھتے ہیں تو ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے اور اگر سہولت دلاں  
 سے آواز ہوں تو چلا کی وہ چلے گا ہے اور پڑاں کو ہرگز نہ سے کہیں کہ محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

چار و حقیقت:

آپ نے ہزار حقیقت اور صورت و منی کے سمت سے شعر نے ہوں گے۔ میرا کا یہ شعر بھی مدح فرمائیے۔

زاد از باطن تا کے مجسم کم میں  
 ہی کی دلی کہ یک پند فصل کہ نام

یعنی اسے زاد نام نے آپ کو انور کا ایک خوش بھر قد بکھا تو اسے معنی اور حق نے نہ کہے۔ یا ثبظا یہ انور کا ایک خوش  
 ہے جس کی نسبت زیادہ نہیں لکھی اس کی حقیقت و صورت، یہ فکر دہی جائے تو شراب کا ایک چد ہے کہ جسے ہم نے آپ کی ذرا کرنا اور  
 خود قصص انور قصص اس لئے کہ اہل صنعت سے آپ لذت اٹھا لیں وہ سکتے وہ صرف ہم دونوں ہی کے دلی اور یہاں ہم دونوں  
 کا سہیل ہے۔

ہندش صفوں کا کمال:

میرا کا ایک کمال یہ ہے کہ وہ ہر صفوں کو صحیح اور ہر اقتدار سے موزوں علی و موافق کے لئے مشتمل کرتے ہیں۔ ہر شعر میں ہر قدر

میں کی ایسے مطمئن ہیں وہ وہوں کو سوسے لگیں وہ انہیں قطری اور طبعی انوار میں جانتے نہ تھے۔ میرے سامنے اس کی حدود خطیں ہیں  
میں پہل میں صرف ایک منزل پائی کہوں گا۔  
زر گر اعلیٰ کا ایک شعر ہے۔

چو کہ لب پہ سے گھوڑا رنگ چاہے ہم  
- رعایت خون جلتے پہ اسی ہلکے کر ستم

یعنی جب میرے ہوا پرست محبوب نے اپنا لب شراب سے گھون کر کے تو اس ہلکے ایک جہان کا طعن برآمد کہ میں مست ہوں  
اور عالم سخی میں کسی سے شکل وصال کی امید ہی نہیں رکھی یا کتنی بھلے شعر کے بارے میں اس کے ساتھ عرض کرنے کی ضرورت  
نہیں کہ مست و دہوش ہو کر کسی کا قتل عام پر کدو ہو جاتا بلکہ قتل عام کر دیا کوئی طبعی واقعہ نہیں۔  
میرزا قلیا ست چرچا

ہم سے کھل جاتا بولتے سے پہنچی ایک دن  
ورنہ ہم جاگزی کے دکھ کر خدا سخی ایک دن

ہم تو سے پرست ہیں ہی تو تم ہی سہ ظلم ہو کر ہمارے ساتھ چلے جانا۔ خوب ہو کر پاؤں اگریہ نہ کیا تو دیکھ ابھی قلم سے دہچکا  
ہیں کہ ہم کسی دوا تپ کو بھیڑیں گے اور دوا خاں ہے ہو گا کہ پانی کو مست ہو گئے تھے اور تاکہ چلنا نہ جا کہ کیا حرکت کر رہے ہیں۔  
اس مطمئن کی طبعی صورت حق اور دہوشی کے عالم میں محبوب کی مجلس کے خوب سے بے پردا ہو جاتا کہ وہی آہنا ہے ایک جہان  
کا حق بنائیں کہ وہیں میں جا سکتا ہے؟  
میرزا کے قطری کا بیڑا

آلہ میں آکر اور عرض کر دیا چلتا ہوں کہ میرزا غالب کا یہ دعویٰ بھی حقیقت پہ مبنی تھا

ماہنامہ بدی مرتبہ راجی غالب  
شعر جو طبعی کی کو کہ کر دلی

میں میں خدا چاہنے کیا کیا ہو گئے جن کی صرف ایک جگہ ہی تھکے "مردے سخی" اور "مردہ بدی" میں مبنی ہے۔ لعل قل تعلق  
میں پہ جہاد ضرورت موجود ہو گئیں۔





سے جانچے یہ انفرادی کر رہا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ ۱۵۵ ہے کہ اسے فنونِ ہدایوں کی ترتیب کے بعد کچھ کر قبضہ میں پھانسیا گیا۔ فرق ۵۵۱ ب ۵۵۱ ب ہے۔  
 مختلف دو قریح نکلی گئی کہ ۵۵۱ بے ایک ایک دستہ لکھوا اور پہلی دلوں پر "کرکورد" یا فنونِ عام پر قریح میں لکھی گئی تھیں ۵۵۱ ب ہے۔

ورق ۵۵۱ ب سے ۵۵۱ الف تک رہا، اس میں اس کی تعداد ۸ ہے۔ ۵۵۱ ب سے ۵۵۱ الف تک ۵۵۱ ب سے ۵۵۱ ب کی طرح ۲  
 تک قریح بنیاد پر اس میں غل ہلکا ہوا اور درختوں، شکاری، جنگ کی تصویر تھیں قریح دلوں ہے۔

آخر میں ۸ ورق پر حکیم سوسن علی مرحوم کا مکتبہ ہے جس کا پتہ ظہر ہے۔

کھولے مکتبہ کا سب سے ۱

پتہ ہے کہ سب سے گھونٹ لو کے

تعداد اشعار

اس کتاب کے اشعار کی تعداد تفصیلی دلی ہے

فہرست

الف	۳۳۱	گ ۲
ب	۴	ل ۹
ت	۸	م ۸
ج	۴	ن ۳۳
ح	۴	ر ۳۹
ز	۹	د ۳۱
ر	۳۹	ی ۳۳۵
ز	۳۹	
س	۴	میزوں کل ۹۵۸
ش	۴	تعداد ۳۰
ع	۸	تعداد ۳
ف	۴	میزوں ۱۱
ک	۱۵	میزوں ۵۳۵

اشعار کی یہ تعداد متین تک محدود ہے کہ شعر لکھ کے مامیوں پر لکھی گئے اس سے ملے ہیں اس کی تعداد ہے

فہرست	دراخت	الف ۴
ب	۸	ن ۳
ت	۸	ر ۹
ج	۸	ی ۹
ح	۸	۱

تعداد





صاحب کے کام کو بیچ کرنے کا شوق ہو گیا

ذکر و یاد امور کے حکیم کر لینے کے بعد یہ لٹو لٹکتی ترتیب میں لٹو رام پر قدم کے بعد آتا ہے۔ کہ لٹو رام پر میں نہ تو میر  
کی تقریب ہے اور نہ اس میں وہ دے شعر ہیں لٹو رام کی خصوصیات کے تحت آمیزہ کرتے ہیں۔  
خصوصیات:

اس نسخے کی دیگر خصوصیات بھی ہیں، مثلاً:

الف۔ اس میں پانے رسم الف کے مطابق اولیٰ بالاول کا طریقہ برآگیا ہے۔ چنانچہ "دکھا" کو "دکھا" نہ کہ "دکھا" کہا گیا ہے۔ کی  
جگہ "دے" کو "دیں" (دوں نہ دو اس میں بھی لکھا ہے۔ گہرا کو ایک حتم، گہرا لکھا ہے۔ وہ اسی لفظ کا ایک لہجہ ہے۔  
ب۔ اس میں وہ شعر تمام سطروں سے الگ ہیں اور وہ یہ ہیں "اگر فی شعر ملاحظہ ہے:

اور تو دیکھتے کو ہم دہر میں کیا دیکھتے تھے

مگر ایک شعر میں انداز رہا دیکھتے تھے

اس کا یہ حال کہ کوئی نہ لانا چاہے

آپ گھٹتے تھے ہم اور آپ اٹھا دیکھتے تھے

زیر کی اپنی جگہ اس جگہ سے گزری غالب

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا دیکھتے تھے

بعد کے سطروں میں غالب نے صرف مطلع پر ذکر رکھا اور پہلے دہروں شعر حذف کر دیے۔ چنانچہ تک شعروں کی غلطی کا تعلق ہے اپنے  
انداز بیان و طرز فکر دونوں کے لحاظ سے یہ دیکھنے کے قابل تھے لیکن ہمار بھی انہیں کتب و نسخہ کی وجہ سے اس کے اور کہ مضمون میں  
ہوئی کہ اس کی موجودگی مطلع کے مضمون کو محدود کر دیتی ہے اور صرف مطلع وہج خللیت کی قصید نہ ہونے کے باعث اٹھتی رہ کر گہرا رہتا  
ہے۔

ج۔ اس نسخے میں تقریباً ۳۳ شعر ماضیوں پر مشتمل ہیں جو بظاہر اس کی علامت ہے کہ یہ ترتیب لٹو کے بعد کے گئے تھے۔ اس امر  
داخلی سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ نسخے کا تعلق غالب کے کسی ترقیب دوست یا عزیز سے تھا یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ اشعار  
(سوائے دیکھتے ہیں) مطلع کے شعروں کے) تاریخی اعتبار سے کس زمانے سے خارج دیکھتے ہیں۔ وہ مطلع یہ ہیں:

۱۔ ہم ہر جہ میں دھار و در کو دیکھتے ہیں ۲ شعر

۳۔ وہ اس کو ہول دل ہے تو پاں میں ہوں خرسا ۲ شعر

۴۔ دی سدا سے چلن پاؤں کو کبھی کے پاؤں ۱ شعر

۵۔ کام کو تلاوت کی بھی پائی نہ وہ ۲ شعر

۶۔ ہم رنگ کو لپٹا بھی کر ۱ شعر کہتے ۳ شعر

۷۔ لافز ہوں کہ کہ تو ہم میں ہوتا مجھے ۲ شعر

۸۔ مجھے وہوں کہ طعنے فیروں کی بھاری ۲ شعر

۹۔ بھیجی ہے ہر لٹو شلہ ہم چلے وہ ۲ شعر

۱- میں نے اس وقت کو بھول گیا ہوں کہ

ان اثناء میں پہلے چھ شعر رام پور کے قدیم شیعہ کے متعلق میں سمجھاؤں گی۔ پھر کہ وہ نواز احمد نے تاریخ دور فکر خطے سے لیا ہے۔ اس لئے میری دہشت میں یہ کتاب نواز کا سوا تھا جس کی جانچ میں بھیج کر دینی گئی ہے۔ اس خطے میں یہ بات نہ گئی کہ رام پور کے نواز قدیم کی طرح قصبہ کا ہے۔

۱۰۰ ۹۰ ۸۰ ۷۰ ۶۰ ۵۰ ۴۰ ۳۰ ۲۰ ۱۰ ۰

ہم کئی ہفتے تک غصے نہ ہوا خود ہی

اس نکتے کے متعلق میں بھی نہیں ہے بلکہ یہاں ماٹھے پر لکھا ہوا اس کا ہے جس سے سمجھیں ہو گا ہے کہ یہ مطلع HARP اور HARP کے درمیان کسی وقت لکھا گیا ہے۔

آخر میں طالب کی مذکورہ بات بروہی کی طرح کے حلق اپنی تحقیق بھی عرض کیں اس کا چوتھا مصرعہ ہے:

۱۔ اے نبی محمد ﷺ

اسی صبر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مہل یہ رہائی ممکن تھی، بعد مسلم یہ تمام رنج و برکت تھے۔ یہ بہت مسلم ہے کہ وہ اپنی بیعت کا ایک کی آخری کسی تاریخ کو ہوتی ہے جب کہ چاند چھپ چکا ہوتا ہے اور شب قدر عام طور پر رمضان کی ۲۷ تاریخ کو شہری کی جاتی ہے۔ اس امور کے چاروں نظریہ وقت کی مقربہ تاریخوں پر خود کیا جائے کہ تحقیق وہ جاتا ہے کہ بعد مسلم تقویموں کا یہ اجتماع ۲۷ رمضان ۵۷۳ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۷۸۸ء بمطابق ۲۷ نومبر ۱۷۸۸ء کو ہوا تھا۔ لہذا یہ رہائی ۲۷ نومبر ۱۷۸۸ء کو اس سے ایک دو دن پہلے ممکن ہوئی ہوگی۔

اس نتیجے سے ایک اور نتیجہ بھی نکلا ہے اور وہ یہ کہ راجن لود کا پتلا لینا فنی لینے سموتی کے افسر سے مشترکہ طور پر ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ چھاپہ ہوا تھا لیکن اس شامیت میں مذکور ہوا ممال بھی داخل ہے۔ لہذا یہاں تک کہ اکثر کے ۱۹۳۹ء کے بعد چھاپا نام ہونا چاہیے اور اس صورت میں سموتی کی تاریخ کو نکلا کہتے لٹوی کی تاریخ قرار دیا جاوے گا۔ ماس میں کی گئی اس سے بھی حوالی ہے کہ سموتی کا نمبر مضمون کی مدد کی ترتیب میں شامل ہے۔ چنانچہ نمبر کے ساتھ نہیں چھاپا ہے۔ اگر یہ سطر اصل کی شکست کے بعد لکھا گیا ہو تو تاریخ بدلتی ہو جائے گی۔ دیکھا ہوا ہے کہ عموماً ہوا کرتا ہے۔

ان اسباب و وجوہ کی بنا پر لفظ بدعینوں صاحب پر کام کرنے والوں کے لئے دلچسپ بھی ہے اور اہم بھی، اس میں سے لفظ اہل حق سے زہم کرائی گیا ہے۔

## غالب کا انداز نگار افغانی نگار

میرزا اسد اللہ خان غالب کی وفات کی دوسری صدی کے آغاز میں بھی اس کے فن کی تاریکی اور اس کی شخصیت کی افغانی میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس اس تاریکی اور افغانی میں بے حد و سبب اضافہ ہو اے۔ یہاں غالب نے طبیعت کو دیا ہے کہ وہ وقت کی دشمنی سے آزاد ہے۔ غالب شاعری کی دنیا کا وہ منکوحہ آئینہ ہے جس کا غروب اس کے طبع سے بھی نہیں زیادہ گندہ اور دلکش ہے۔ وقت غالب کو اپنی کھلی ہر کس کر اسے سدا کے لئے کرا کر قرار دے دیا۔ جسے فن کی ان غیر افغانی خصوصیتوں میں شامل ہو چکا ہے۔ ہر خاصیت تک لڑائی سے نا آشنا رہی ہے۔

غالب کے فن کی اس لہجہ کے اسباب متعدد ہیں مگر سب سے اہم سبب یہ ہے کہ وہ خیالی و افسانہ دونوں میں تیز کر ہے۔ وہ ایک ایسے دور میں پیدا ہوا ہے۔ وہاں سب معاشرے کا فکر ہو اور فاضل کا شمار تھا۔ جی ہوئی تکیوں میں چل رہی تھیں۔ لوگ اپنی بہت سہولت سے ہیں اور سب تھے۔ جیسے سورج نیشے تو وہیں چلتے۔ ہانسی کی اور آسمان ٹوٹ چکا ہے۔ گھسی نے لہجہ دل و دماغ اور عبارت و سبب سے چار فرسودہ روایات کے غل چل چل چکے تھے۔ اس تاریکی میں غالب روشنی کا اثبات کرنے کیلئے طبیعت نے اسے ایک ایسا منصب سونپا تھا جو صرف غیر معمولی افغانی اور افغانی قویوں کے ہاتھ ہی کو سہیا جاسکتا ہے۔ اور غالب نے اس منصب کو پورے صحن و بحر سے بھریا۔

عالم افغانی نے کہا تھا۔

آئینہ تو سے ارباب طرز کمن پہ افغان  
خزل کی گھسی ہے قوموں کی رنگی میں

غالب ایسے ہی گھسی وقت میں پیدا ہوا ہے۔ وہاں قوم نے طرز کمن کو اپنے چہرے سے لگا رکھا تھا اور آئینہ تو کی دھوپ میں چلنے کے چہرہ وہ اس کے بعد سے منظر تھا۔ اس عالم میں قوموں کو آئینہ تو کی آنکھوں میں گھسی ڈالنے کی تربیت دینے کا کام کسی کے لئے بھی گھن ہو سکتا تھا۔ مگر جب یہی منصب کسی شاعر کے سپرد ہو اور ہمارا اس شاعر کے ساتھ پیدا ہو کہ وہ فن کے تمام عناصر کو اپنی فکر رکھ کر اسے پورا کرے تو پھر یہ ہم قلمی دانش منعم ہونے لگتا ہے۔ غالب کو اس دانش منعم عقل سے نفاذ تھا اور وہ اس سے اپنی فکر اور عقل و نزاکت کے ساتھ نفاذ کر کے افغانی کے ایک سادس برس بعد بھی بہت کم اس کی خدمت میں خزانہ طبیعت پیش کرتے ہیں تو یہ احساس قوم قوم کے ہمارے دانش منعم ہوتا ہے کہ ہم اس سے پورا اضافہ نہیں کر رہے ہیں۔ کسی شخصیت کی گھسی میں سب اضافہ پر کارباز ہونے لگیں تو یہ اس کی شخصیت کی بے پناہی اور ہر گھسی کا منتہا ہے۔

غالب ایک عظیم ترقی دہائی کا آخری افغان تھا۔ کسی نے کبھی حق بہت کیا ہے کہ عقلی تقدیر کا سدا صحن اور قریب غالب کے ہوا۔ کھنڈر میں سدا کیا ہے۔ یہاں اس تقدیر کا انداز غویں بھی ہے مگر وہی عظیم افغان افغانوں کے کھنڈروں کا وہ سدا بھی دیتے ہوئے دیکھ لیتا ہے۔ ہر سدا کے قریب ہیں۔ وہاں غالب سلطان برصغیر کی تاریخ کے ایک دورا ہے، ہر کھنڈر ہے مگر ترقی سڑکے اس سڑکے سے وہ جیون و سرا ہر نہیں ہے۔ اگر اس کا سدا صرف چہرے اور وہاں اسے تو گھسی ہے وہ تجلی دال دیا مگر وہ اور ہمارے کا پناہ شاعر تھا جس نے عقل و افغانی کی نئی نئیں کی۔ وہ اپنی شاعری کے کت

مجم کو چاہیہ ہر رنگ میں داخلہ

وہ اس کے فی کو قسمت نہیں ہو سکتی۔ "مجم کا بارہوا" خود شاعری کہنے ہاگل کی بی بی، غالب سے پہلے تو شاعری شاعری پر اس دھن کا رجم لرا تھا وہ طلب دیکھنے کی حد تک شیخ بہادر بگ شاعری ہے مگر میں نے معلوم کیا خود شاعری کی صورت اختیار کر لی غلبہ غالب سے وہ صرف شاعری کی بلکہ شاعری کے بل پر اسے ایک شخص سے گراست کیا اور میں نے اس کا پہلا خود سر مصنف داخل خود تحلیل بہر شاعر قرار دیا۔

اسے اپنے کام کے لئے اس کے پاس ہر ذہن تھی اس کے علاوہ ماہر اس تک ایک سے علوم میں داخل ہونے کے باعث ہے بلکہ وہ کچھ عرصہ کے معنی کی اس کی تہیت اور ایک رنگ نے غالب کو وہ صرف کے علاوہ کی حاصل ہے بلکہ کیا بلکہ مولوہ اللہ کی سے صاحب سے آرائش میں اس کا حسن لکھی ہیں اس نے بھی غری خود کو قرار دیا یعنی خود بھی نظم کیا اور میر تقی میر کے بعد ایک بار بار اردو کی رنگ میں سے علاوہ اور بار بار سے علاوہ کے سے سے علوم کا ایک طوق "وہ نے لکھا وہی میں کے علاوہ سے علاوہ سے بار بار ہے تھے غالب کے ہاتھوں پہلے ایک شعر کے "محب لکھ" سے سرور ہوئی اور وہ شاعری "میر تقی میر لکھتے ہے" اور "علاوہ کھاتے ہے" کے کو میں جی جی ہوئی تھی غالب کے خود نے سے کہہ لکھی کہ اس کی انیسویں صدی کے نصف آخر میں جی ہر سید کا خود کی ایک دور بھی تو کر میں پڑا۔

غالب کو بھی اپنی اس شاعرانی کا اور اک حاصل تھا اس لئے تو وہ جسے دوسرے سے کہتا ہے کہ۔

کسیبہ معنی کا قسم اس کو کھتے

وہ تھا کہ غالب میرے علاوہ میں کھتے

اپنے اشعار کے ایک ایک شعر کو کچھ معنی کا قسم قرار دیتے ہیں غالب نے شاعرانہ طو نہیں دیا بلکہ ایک ایسی حقیقت بیان کی ہے جس کا اعتراف ہزاروں اہل علم نے کیا ہے۔ میر تقی میر کے ہم سے غالب کا وہ شعر میں اس پہلے دیا تھا وہ شعر کی پانچ دہائیوں کے علاوہ چارہ سوئی سے لڑن نظر آتیں گے غالب ہی نے تو پڑا میں وہ پڑا کہ اس کا اور اس کی عقلی اعتبار آج بھی پڑا ہے غالب سے اختلاف تو اس کے بعد کے بھی شعرا نے کیا ہے مگر ابھی تک کسی نے "میر تقی میر لکھتے ہے" کے وقت کی باتیں نہیں کی تھیں نہ کسی کو محبوب کی معنی ہائے درد" کے دیکھنے اس شاعر میں حیا تھا علاوہ کے اس وقت میں معنی کا وہ مصدر تھا میں بار بار ہے اور اس طو ایک علوم کی طو کے خود سے علوم کی طو ہے کہ اگر جہاں کا سفر لے گئے تھے تو یہ غالب ہی کا حصہ ہے۔

مولوہ اللہ کو لے معنی کا سبب لکھا یا غیر میں اللہ کو شاعری دینے سے خلاف رکھا شاعری وقت گزرنے کی سہ کوئی نہ لکھی ہے۔ شاعر اگر یہ جہت صرف اس لئے دیا رکھتا ہے کہ وہ اپنے ہم معنیوں سے مختلف نظر لے تو وہ محض فاضل کا خلاف ہے کہ وہ جانا ہے اور اس کے معنی الضمیر پر یہ علاوہ ہائوں کی صورت میں گر کر اسے کھل دیتے ہیں اور اصحاب لکھتے ہیں۔ جہاں اگر اس جہت کا قصد ذہل معنی ہو چکی اگر شاعر کا دماغ ہو کہ وہ علاوہ کے سے علوم کی مد سے باطن گہری کے داس کو قرار سے لڑاں سمجھ کر کے تو اس کی یہ جہت پڑی ایک حقیقی اور عقلی کردار تھا کرتی ہے اور وہ محض اپنے دور ہی پر نہیں بلکہ نظروں پر اسے کر دیا ہے غالب کے بارے میں کسی نے باطن دوست کہا ہے کہ اس کے ہاں خیال کی بارگاہی ہے مگر زبان کی بارگاہی نہیں ہے بارگاہی اس لئے ہے کہ غالب تھا کہ اس نے اپنے سے داخل کرنا ہے اور صریح میں اس کی قسمت الکی صاحب ہوئی ہے کہ اس پاس کے علاوہ میں اس کے سے علوم سے چنگ دیکھ

اٹھے ہیں۔ اس کے لئے افلاک اور ہی تو کیجیں اپنے صفائی کو اپنے اندر بچھا کر نہیں نکلیں دھنیں بلکہ وہ عمر مستقل ہوتی ہیں اور عمر قاری یا سالانہ کے دھن پر مرمم ہو جاتی ہیں۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ غالب صرف قاری عربی کے افلاک و تراکیب کے مسلسل مستقل سے اپنی جدت طرازی کا اظہار کرتا ہو۔ اگر نئے افلاک مستقل کرتا ہے تو سوج افلاک سے دست کش نہیں ہو جاتا بلکہ انہیں نئے نئے صفائی کی لکیر لکھتی ہیں، جس کا ثبوت ہے کہ بہت سے بہت کھولتے پہلے جاننے اور سنے کے سے مضامین سے لذت باب ہوتے جانے۔ اس کی کئی فرمیں ہیں انتہا تک سلیس ہیں کہ غالب کا ذخیرہ افلاک پیش نظر ہو تو اس سلاست، بہت جلد ہوتی ہے مگر جس طرح مولانا رحیل جو ہر نے کا خاکہ میں طویل طویل لکھتے ہیں اس کے لئے لکھتے ہیں کہ شعر لکھنے کا میرے پاس وقت نہیں ہو تا۔ اسی طرح اس قسم کی تبلیغ سلاست بھی بہت دشوار اور وقت طلب کام ہے۔ فور کرنے کی بدلت ہے کہ سلاست کی لکھتہ فرمیں تو غالب سے پہلے کے شعراء کے پاس بھی تکلیف سمجھتی ہیں مگر غالب کی سلیس فرم ان فرمیں سے اپنی تفکد کیوں ہے؟ فرق وہی ہزار کل اضافی لکھتہ کا ہے کہ غالب کی سلاست میں بھی بدلت ہے۔ اس کے ساتھ افلاک دوسے ہی پر لکھ ہیں لیکن عجیبہ سنی کا قسم ہیں۔ سادگی اور پے لکری کا یہ اضافی غالب کا سلوب سمجھ کرنا ہے

غالب کی جدت طرازی اور تخیل لکری محض اس کے اسلوب بیان پر اس کے طرز اظہار پر منحصر نہ تھی۔ بلکہ وہ بیان تو صرف ایک درجہ تھا اور غالب کے فن کا پادری منحصر تو اس لکری بند کا اظہار تھا جو سلاست سلیز کے ذوال کے بعد یہ منبر کے مسلمانوں کے دھنوں پر سلاست ہو چکا تھا۔ کسی بھی شاعر کے موضوع شعر اور انداز شعر کا الگ الگ حلقوں میں نہیں جانا ہوتا کہ وہ ان کے درمیان اپنی تخیل و تخیل ہوتی ہے کہ ان کا الگ الگ تجزیہ جان سے گوشت کا جدا کرنے کے حروف ہے مگر محض سمجھنے کے لئے اس قسم کی رضا چاہی ضروری ہوتی ہے۔

غالب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عمر بھر ایک "داشدراند کہ" میں جھکا رہا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ داشدراند کہ میں صرف وہی لوگ جھکا ہو سکتے ہیں جن کی داخل جواز ہو ورنہ خود غالب کے بارے میں ایسے داشدراند سمجھتے ہیں کہ داخل عمر بھر جواز دہی۔ غالب کے پاس تو "آئینہ عمری صبا سے بکھلا جانے ہے" ماشعور سے مدعا ہو کہ کہتے ہیں اور اس کے قاری کو یہ بھی گھبراہٹ ہے مگر دوسرے داشدروں کے پاس صبا سے مجھ سے آگے کے اس پار دیکھنے کی سکت ہی نہیں تھی۔

غالب نے ایک غالب شاعر کی دانسی کی مطابق لکھتہ زبان کو آواز اور وہ اس کے امکانات کو وسیع کیا۔ اسے روایت کی دھن میں سے نکل کر کڑکی کی دھن سے متعارف کرنا اور یہ غالب ہی کی اس برکت افکار کا اظہار ہے کہ غالب کے نصف صدی بعد ہی اردو کو انجیل کا شاعر نصیب ہوا جس نے اردو کی زبان صفا کی مصلحتوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ لطف کی بدلت ہے کہ غالب اور انجیل نے اردو زبان کو جدید افلاک اور جدید تراکیب سے ملائی بھی کیا اور یہ امتیاز بھی کی کہ ان کی تیار لکری سے افلاک ہونے لگیں اور سنی دماغش نہ ہو جائے۔ اس سنی اور شدت جدت طرازی کو جمل انکار صحن اظہار یا اظہار پر ہی کہہ سکتے ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ اپنے کام میں بدعتان شعراء کے لئے دشوار تر ہے جو سچ پر جیسے رہتے ہیں وہی نہیں ہوتے بلکہ انہوں میں قوت ہی ہوتے ہیں اور گروہ نیل کے لئے سے سے صحت سے اپنے صغور آئے دانسی دور کی ہمراہی بھر دیتے ہیں۔

غالب نے ہی زبان کے ساتھ ہی ہی فکر کا بھی آثار کیا۔ کلام حیات کی ایک بہت بڑی تبدیلی نے اسے کلمہ کا شعراء میں ہونے دیا بلکہ اسے اس شیخ کی دولت بخشی کہ کلامت میں جو کلام اور ہی نہیں۔ کلامت مسلسل حرکت میں ہے اور مسلسل حرکت سے تبدیلی پیدا ہوتی ہے تھیرا دیا ہوا ہے افلاک آتا ہے بڑی قدروں میں سے بدعتان صحن کلمہ تخلیق ہیں۔ ہی قدروں کی تخلیق ہوتی ہے انہوں کے افق وسیع ہوتے ہیں سوچ کی ہر دلا کلمات ہی ہو جاتی ہے پہنچا اگر انسان صحن کا کام کرنے پر مجبور ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ

مستقل کی طرف اپنی باتیں بھید نہیں نکلتی، اگر مستقل کی نگی کسے گا تو غرضی باتیں کا حصہ بن جانے کا چنانچہ ایک ہشور اور  
مذہب انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ باتیں کے تجربات سے لدا پھندا آگے بڑھتا جائے اور مستقل کو اچھے معیاروں کے مطابق عملے کی سعی  
پوری دیکھ ساس لئے تو غالب کہتا ہے۔

مد سے دل اگر افسردہ ہے گرم نکلتا ہو  
کر جنم تک شاید کجرت غلام سے دلو

استقامت غالب کے داخلی اور کائناتی رجحانوں کا اور ہے غالب کو یہ استقامت اس انداز نے دی کہ

ہے کائنات کو حرکت تیرے لہجے سے  
ہر تو سے آئلب کے ڈسے میں جاں ہے

اسے یہ یقین ہے کہ رب "زلزلت دن گردش میں ہیں ملت اسی" تو ہمارے عین ہے کہ قلوب کے ہر طوطا کا مرط نہ کئے اور  
پر تو خود شید سے شہسبازوں میں آئینہ خانے درج جائیں ساس لئے تو غالب کا کرب ایک مثبت کرب ہے نہ وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر روند مچنے پر  
بجور کرتے دلا کرب ہے اور نہ بد دلانیت کے وعدہ کھوں میں بھلا دیتے دلا کرتے اس کرب کی پشت پڑائی غالب کی عقل و دانش کے سپرد  
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالب نے برصغیر کی تاریخ کے سب سے بڑے لہجے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی کہیں نہیں ہٹی اس نے  
کبھی غلٹ تسلیم نہیں کی۔

یہ درست ہے کہ وہ اس صورت حال پر اپنے غلام میں وہ دوا ہے اپنی شہری میں اس نے اپنے کرب کو چھپانے کی کو عقلی  
ضمیر کی اور بڑا کہا ہے کہ

دراغ فراقی صحبت شب کی طلی ہوئی  
اک شمع نہ مکی ہے سو وہ بھی فوش ہے

اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ

ہے دل ہائے لاشاکر نہ صحبت ہے نہ لہجے  
ہے کسی ہائے قنار کہ نہ دلتا ہے نہ دلی

ہر وہ ہے نغمہ زہد نام بتی و ہم  
نہو ہے آئینہ فراق بھوں و شکس

عقل حق ہر فہم عقل صورت  
حق حق ہر بیان اول حصین

حق ہے ربطی شیرازہ اجڑے عوام  
دمل زلزلہ رخ آئینہ صن بچیں

کس نے دیکھا عجب اہلِ دعا آفتلِ غیر؟  
کس نے پایا اڑتے دھندلے حیر؟

مگر ساتھ ہی یہ بھی تو کہتا ہے

آفتلِ کدو ہے سید مرادِ پندل سے  
اسے دانے اگر معرقِ اکلد میں آوے  
کافور کی ذہن سوکھ گئی پیاس سے دیر  
اک اکلہ پاؤں دہلی پہ خار میں آوے

غالب کو اس اکلہ پاکی کو کاغذیں اقداسی لئے اسے تھکے اور تھکے اور اقدار اور ملکیت کے گھنڈوں میں بھی لئے ایمانوں کی  
جیلروں دھکیلی دے گئیں

ایک لمبے کے لئے فرض کیلئے کہ غالب ایمان نہ ہو یا محض ایک طوفانِ شاعر ہو یا تو تصور کیجئے کہ ہمارا گزشتہ ایک صدی کا ادب کتنا  
سہاگہ کتنا جھل جھل ہو گیا ہے غالب ہی کی تو دورِ عظمت کا سہرا ہے کہ ہماری شاعری دہشتِ انجیل سے وادیِ سہنے سے نکل کر سماںِ حیات و  
کائنات سے بچہ اترا ہوئے گئی۔ غالب کے بعد اس پیچھے ہڑی نے وارغ و امیر کی صورت میں سہانے کی کو خوشی کی کرنیں چھری بہ  
غالب کے اثرات اسے سلی اور نالچی نہیں تھے کہ غالب کے اطفال کے چہرے ہی برسی بعد قسم ہو چلتے۔ اہلِ نیک پہنچے پہنچے قدیم شاعری  
نے جدت طرازی اور تکرارِ کلام سے بہت سخت ہنگامی کر اقبل نے اس شاعری کے رسی اور روحانی پہلوؤں کے عملِ خالص کا اعلان کر  
دیا اور ہماری شاعری اور ادب وہ جگہ پہنچے ہو تو ہے اس صورت میں غالب کی عظمت کو سراہا ہے۔

آج غالب کی وقت کے اسے برسوں بعد بھی ہم اپنی عقلی سوالوں سے ضل رہے ہیں یہ اتھوڑی صدی کے اس بے مثال  
جینیس (GENIUS) نے افراتے تھے عقلی سوال عقلی فکر کی پیداوار ہوتے ہیں وہ نہ راضی نہ رضا قسم کی فکر کو سوالوں سے کوئی  
تعلق نہیں ہوتا کہ سوال دراصل اسودہ صورِ عقل کے خلاف احتجاج کی حیثیت رکھتے ہیں اور جب عقلیں ان عقلی سوالوں کے جواب  
دہنے لگتی ہیں تو انکشاف کے سوا اچل کھلتے ہیں اور ارتقاء دیتے تو مزید اگلے گئے لگا ہے۔ اس ادب کی تاریخ میں شاید غالب ہی  
نے سب سے پہلے ان سوالوں پر غور کیا تھا کہ

بکہ تھو میں نہیں کوئی مسعود  
ہاں یہ بلکہ اسے خدا کیا ہے  
یا ہاں چو لوگ کہے ہیں  
مگر وہ عقلی و کیا کیا ہے  
ہاں رافِ حمزہ کیوں ہے  
مگر ہضم سرور سا کیا ہے؟





## غالب اور جدید ذہن

اس میں کوئی شک نہیں کہ غالب دراصل سہویں صدی کا انسانی فائدہ عقلی سے انیسویں صدی میں پیدا ہوا گیا اور اس بات کی اسے سزا بھی ملی۔ اس کی شعری کو فصل 'اس کے اندر فکر کو بخاڑی اور اس کے اسلوب جملہ کو عقل امراض قرار دیا گیا۔ مگر جب غالب تقریباً ایک سو برس کی مسافت طے کرنے کے بعد انسانی میں پہنچا تو دہانے نے بھی کھول کر اس کا استقبال کیا۔ بعض نے اس کے دماغ کو ایسی کنویں میں شامل کرنے کی جہالت کی اور بعض نے اسے سہویں صدی کا فقیہ اور فکر جملہ جدید ذہن کا استخمس جسے پہنچنے پر غالب کے کام سے حائر ہوا اس وجہ سے فائدہ دیا۔ دونوں طرز کو ایک ہی WAVE-LENGTH پر سموس کر دے تھے۔ یعنی جدید دور کے ہر قسم کے RECEIVING SET میں غالب کے دماغ سے شکر ہونے والا سولہ بیئر کسی موسیٰ سیاحی یا طائی دھوکہ کے برابر درست موصول ہو رہا تھا۔ دیکھنا چاہئے کہ یہ کچھ کیسے رہا تھا؟

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ انسانی ذہن کی نگلی یا قزلی جوش زلزلے کے خاص مزاج کے تابع ہوتی ہے۔ مثلاً جب زلزلہ سے دلی کا مظاہرہ کرتا ہے تو دہانت محکم ہوتی ہے، 'تخلیقات زلزلہ بکڑیاں پلٹے ہیں کوہ و قلعہ میں شکایت آجاتی ہے اور فو ایک ہونے کی طرح طوفان طبع کی جھین کے ساتھ جڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ لازم ہے کہ ایسی صورت میں اس کا دماغ بھی تخلیقات کے پھرتے دماغی کلی ہو گا اور ہوا کرے۔ سو کرتا ہے۔ چونکہ اسے طوفان پھرتے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے کہ یہ سب کام اس کا طبعی مزاج نام سے رہا ہوتا ہے لہذا اس کے دماغ کو اپنے بیکریٹ میں قسب کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ دوسری طرف جب زلزلہ قسب کی چال میں رہا ہو، قسطے سمٹ رہے ہوں اور جزر و مد کی باعث سامنے تخلیقات ٹکڑے ہو رہے ہوں تو انسانی ذہن کو بھی قی صورت حال سے بچنے کے لئے اپنے بیکریٹ کو فوری طور پر کھلوانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ مگر وہ ہر دم دہانے ہوئے تاخیر سے مسلسل اور حیران کرنے والے پھیلتے اور موصول کر سکتے دماغ کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ سمٹ دماغ کی باعث نظر کے سامنے قدم قدم پر ہر دھنسی لہر کر انسانی ذہن کی پہاڑ کو دھکیلیں۔ نیز دماغ کے باعث جاتی نہیں رہیں اور نظر ہر دور اور باسطوں کی سرحد تک کا بھونے لگتی ہے۔ اس ضمن میں کوئی دامن نے ایک غیر ملل ملتی ہے۔ دھکتا ہے کہ مدد سوا کی مثال اس لنگے کی طرح ہے اس میں ہر سطرغ کے بعد ایک ہدیکہ ہی درج ہوتی ہے۔ اگر آپ رنگ کر اور اس کے ساتھ اپنی آنکھ لاکر دیکھیں تو آپ کو لنگے کے دوسری طرف کا ایک محدود باصرہ ہی نظر آئے گا لیکن اگر آپ سانگیں پر سوار ہو کر غیری دماغی سے لنگے کے پاس سے گزریں تو تمام درجی کجاہوں کی اور آپ کو لنگے کے پار کا ہر ادا نظر دیکھنی دے جائے گا۔ مگر دماغ ضروری ہے یہی مثال انسانی فطرت کا ہے۔ اگر اس کی رفتار کم ہے تو اعداد اس کی دورانی قوت بھی زیادہ ہو گی اور وہ جی سمیٹنے سے وہ سب کچھ دیکھ لے گا جسے طبع کی رنگ کچھ سلاطین نے اس کی نگاہوں سے چھپا رکھا تھا۔

جدید ذہن سہویں صدی کی پیداوار ہے۔ سہویں صدی ایک انتہائی غیر دماغی صدی ہے۔ کئی انتہائی عقلی اس کہ ادب کو دھوکوں سلی کے قسطے سے دیکھ رہی ہو تو وہ حیرت انداز سے سوچتے ہر جگہ ہو گی کہ اس کہ ادب کو کیا ہو گیا کہ ٹانگیں اس کی ساری عقلی شہر کی کھین کی طرح چاندی طرف اڑنے لگی ہے اور بعض کھین کی قزلی سیالوں تک پہنچ رہی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس کہ ادب کی قزلیوں کا کرم

بنا ہو گیا ہے جیسے کوئی مخلوق ہو گیا ہو۔ سو بیسویں صدی جز دہائی نہیں انٹلی جتنی صدی بھی ہے ہم سب ایک وقت نہ صرف ہمارے طرف بلکہ دوسرے دار ہمارے ہیں بلکہ ہر وقت انہوں سے زیادہ بولنے اور اپنی کہلاؤں سے بھر کر آنے کی ضرورتیں ہیں۔ اور جتنکے اور دیکھنے سے لے کر حیثیت ہوائی جہاز اور ہمارے ہر ہی ہم تک۔ آواز کے دائرے پھیلتے ہی چلے گئے ہیں۔ تعمیر اور تہذیب کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ ہر شے جنم نون میں پائی دیکھتی دیکھتی ہی ہے پانچویں ایک THROW AWAY CULTURE نمودار ہو رہا ہے جس میں فیشن کرکٹ کی طرح اپنے رنگ بدلتے ہیں۔ ہر دہائی ایک وقت گزرتی بھی ہے اور قیمتی بھی۔ گزرتی ہیں کہ اس نے صدیوں پرانے ملتی اور بعد اعلیٰ ہی نظام کو لڑا ہوا نام کر دیا ہے اور اس کی پر شور اور بے کا پٹیل کے سامنے ٹھہرے مسلم اور چلے جاتی کے ہاتھوں کی طرح ٹھہرنے لگے ہیں۔ قیمتی ہیں کہ انہیں کی ہر دہائی نے بہت سے پہلوں کو کھلا کر دیا ہے جتنکے ہمارے ہر طرف کی کائنات ابھر اور کائنات اعلیٰ دونوں کا مطالعہ کر رہی ہیں۔ تعلیمات نے کائنات کو کھادیں کر دیا ہے کہ اس کا اور ایک کرنے کی کوشش کریں تو عقل کے بھی پر ہل اٹھیں۔ حیاتیات کے مطالعے نے طبع کی کونکہ میں ایک کائنات اعلیٰ کا سفر دکھایا ہے بلکہ GENE-SPLINKING یا RECOMBINANT DNA سے تحقیق کر کے ایک نیا باب کھول دیا ہے۔ تعلیمات نے اعلیٰ زمین کے اعلیٰ میں ہر کر نہ صرف اس کے پرانے پہلوں کو شہت انعام کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ شخصیت کے نونے ہونے اعداد کو نونے کی طرف بھی ایک قدم اٹھایا ہے۔ ان سب کے نتیجے میں انسان کو ایک نیا دھن مل رہا ہے۔ گویا ہر دہائی کے ہاتھوں کے سامنے پہلے ہونے لگے کی درجہ تکجا ہو کر ایک کڑی سی ہی گئی ہیں اور اس کڑی میں سے انسان کو ایک نیا جہاں مل رہا ہوا دیکھتی دیکھنے لگا ہے۔ ہر دہائی ایک وقت پرانے جہاں کے اندام کا تہذیبی بھی ہے اور اگرتے ہونے کے جہاں کا اگرتی۔ ہر دہائی سے لیں بھی ہے اور تعمیر سے اٹھنا بھی۔ ہر انہ سے کٹ کر اپنی انفرادیت کو بھی کھل رہا ہے اور تحقیقی طور پر اعلیٰ ہونے کے ہاتھ اپنے اعلیٰ دھپ کو پہچانے پر بھی قادر ہے۔ اٹھارے بیڑی کا اس میں بھی ایسی شامی کے مطالعے ہی سے ہو سکتا ہے جس میں اس کا سارا تاثر محسوس ہو رہا ہو۔ غالب کی شاعری ہر دہائی کو اسی لئے عزیز ہے کہ اس میں اسے اپنی ہائے اور طوائف، انفرادیت اور انفرادیت، اپنی خصوصیت اور تحقیقی روح ایک ایسے اندام میں اکر آتا ہے جو ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ہر بعض اوقات تو کائنات کی شور کے مقام تک بھی جا پہنچا ہے۔

ہر دہائی دو دنیاؤں کا حکم ہے۔ ان میں سے ایک دنیا تو وہ ہے جو ہم دیم لے میں تہذیب ہو رہی ہے۔ جس میں شکست و ریخت کا عمل اس قدر تیز ہے کہ دنیا اور مظاہر کے مطالعہ ملتی دھلتی اور غم و غم کی قدرتی بھی سہار ہو رہی ہیں۔ لی شیں۔ انہی نے اپنی شاعری میں اسے ایک دہانہ یا WASTELAND کہہ کر پکارا ہے۔ اب کہ ہر دہائی شاعری میں اسے صحرا یا برف دار کے دھپ میں دکھایا گیا ہے۔ مطلب کے تھیں جسے عقلی کھنڈ دھن، اپنی پنکٹر، ہاتھ لپی اور سہاروں کے لئے اسے اعلیٰ مطلب سے موسم کیا ہے اور ہر ہاتھ دینے کی کوشش کی ہے کہ انسان کی مدنی تہذیبی ہائے اب اس میدان کی دی میں ہے جو انسان کے اعلان میں کہیں چھا بیٹا قند غالب کے زمانے میں جب مدنی دھلتی صحرا، گھر سلامت، 'معاذوں پر قرار اور دینی رفتار کم تھی تو شاعری میں کسی دہشت لینے کے آثار کا نظر آتا تو اس قیاس نہیں قند جتنکے مطالعے میں شعرا نے مدنی کے آوازے کا ذکر کیا تھا مگر ایک پوری دنیا کے اندام کا مطالعہ کی نگاہوں سے ابھل قند غالب وہ دھن نفس قہا جس نے بیسویں صدی کا اسی ہونے کے بعد، بیسویں صدی کے دہشت لینے کے اگرتے ہونے سچوں کو دیکھا اور ہمارے اس کجاک صورت حال کو اپنے اٹھارے میں سونا چا گیا۔

اب میں ہوں اور ہاتھ ایک شعر آدھ

درا ہ تو نے آئینہ عقل دار ہ

گھر ملتا جو نہ دیتے بھی تو وہاں ہوتا  
 ہر گھر نہ ہوتا تو بھلاں ہوتا  
 نہ میں ہے رطل مر کئی دیکھتے تھے  
 نے ہاتھ باگ ہے نہ ہاتھ رکھ میں  
 نہ کئی تھو ہوں نہ چوہہ ستر  
 میں ہوں اپنی شکست کی آواز

شکست کی آواز غصہ بھی ہوتی ہے اور ہلاکت بھی! ہر زمانے میں ہر جگہ شاعر کے ہاں اپنی سزا کا فیصلہ کسی نہ کسی حد تک نمود افرا ہے۔ اور اس لیے کے جو میں دہرائی اور ہے سو سبکی کے حاضر بھی ملتے آتے ہیں مگر کم شعرا کے ہاں ہلاکتی سزا کی شکست و ریخت کا احساس نمودار ہوتا ہے۔ غالب اپنے حاصرین سے اس اعتبار سے بھی مختلف ہے کہ اس کا لم زمانے کے اس دور سے آگیا ہے جو کلاسیکیت کا گواہ ہے اور جس میں پوری لسن لسانی کے اندر پہلے اور بعد میں غلو غالب ہیں۔ چہرہ زہنی کا اختیلاقی وصف بھی یہی ہے کہ وہ زمانے کے ہلاکتی رخ سے متعارف ہو رہا ہے۔

مگر جیسا کہ میں نے کہا بیسویں صدی میں نئی فوسٹے اور ریزہ ریزہ ہونے کا سفر میں دکھادی پڑا اس کی نصرت میں قیصر کی ایک صورت بھی ضرور ہے۔ گفتنی گاری میں بھی وہ ایک سزا ذاتی ہے تو اس کے بچنے سے ایک ہی اور شفاف سزا پڑا کہ وہ چلی ہے۔ بیسویں صدی کا وہاں اس کی ہلاکتی شیراز بدلتی کا باغ ہے اور غالب کے ہاں بھی چہرہ زہنی کا یہ خاص امتداد صاف نظر آتا ہے۔

ہوں مری شکستہ حضور سے نور  
 میں صلیب گفتن کا آئینہ ہوں

غالب کے ہاں تو صلیب ہمارے کامرانی اور ٹھکن یا افریقہ کی بھگت میں بدلتی ہے اور یہ ہے کہ یہ چٹا چھو بیڑی کے بارہو غالب اس حقیقت کے پس سے نکلتا تھا جو آہستہ آہستہ طعنا اور دبی قہمی مگر تھیں اس کے حاصرین کی آنکھیں دیکھتے سے حاصر تھیں۔ چہ کہ بیسویں صدی کا وہاں شکست و ریخت کی لڑائی ہوئی گد میں سے آئے واسے زمانے کی ایک بھگت پانے پر تھو ہو گیا ہے اس لئے جب اسے ٹھکن یا افریقہ کے ہونے کا احساس شعری صورت میں گواہ گواہ ہے (جیسا کہ غالب کے شعرا میں) تو اسے قدوائی طور پر بیڑی کا احساس بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چہرہ زہنی میں غالب کی طبعیت کی ایک اہم وجہ یہی ہے کہ اس کے شعرا آج کے دور کی انسانی طلب کا پورا کرنے میں اور دم بہ دم پہنچتے ہوئے آہل میں نہ صرف اس کا ساتھ دیتے ہیں بلکہ اسے آئے واسے زمانے کو بچاتے اور ہمارے تک پہنچتے ہیں۔ اہل بھی کستے ہیں۔ چہرہ زہنی سے گلی کا کوئی بھی نہ مرا شاعر آج کے وہاں کو اس انداز میں جتھیں مہا نہیں کر سکتا۔

بیسویں صدی جیسا کہ جب بدلتے ہیں بیڑی افریقہ سے ایک تھکات فیل صدی ہے۔ اس میں ہلاکتی ٹھکن سے بھی زیادہ ہلاکت کے اس پرانے کو طبیعت حاصل ہے جسے افریقہ کا بیڑی ہے۔ افریقہ کا کام یہ ہے کہ جب چاہیں ذات چاہیں وہ ہر جگہ ساری دنیا کو آپ کی دیکھ پر لا کر آ کر آتا ہے۔ یوں کہ دنیا کے ہر ترین گوشوں میں بھی کوئی دھڑ بولتا ہو تو اس کی دھک آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر محسوس ہوتی ہے۔ بیسویں صدی کا نور ہمارے قری دار نظریوں کے ہزار اپنی میں ہاتھوں میں ملتا ہے اور ہر ماہ ہے اب اسے دنیا کا شری WORLD CITIZEN کہنا شایہ زیادہ سوزوں ہو۔ یہ شری انسانی مہاس باخبر اور پاک ہونچے میں بدلتی کی شد تک پہنچنے کی علامت دکھاتا ہے۔ چہ کہ



اور غالب کا مسجد ہے ۔

مجھے سوا گلی ہم پہ بہت سے قسم ہوئے

اسی طرح فیض لکھتے ہیں ۔

حلقہ روح و علم بھی مگی تو کیا تم ہے

کہ خون دل میں ڈال لی ہیں انگلیاں ہم نے

اور غالب کا شعر ہے ۔

درد دل گھوٹوں کب تک چلوں انکو دکھائوں

انگلیاں بکھر اپنی جگہ خونچاں اپنا

مضمر غالب اور فیض کا قتل برگر میں بکھر گھس اس بات کا اظہار ہے کہ غالب کے کام میں ایک ایسا ذہن کار فرما نظر آتا ہے جو دسویں صدی کے ذہن کا اوّل دو کلا نکلا ہے۔ غالب سیاسی مصلحتات میں نہیں ملوث مصلحتات میں بھی خلافاً پشور ہے اور فکری اعتبار سے تو وہ دسویں صدی سے پہلے تک ہم تک ہے ۔

ہے کوئی جہانے خود اک مضمر لیاں

ہم انہیں لکھتے ہیں غصوت ہی کیوں نہ ہو

بیکہ دھواں ہے ہر ہم کا آسماں ہوا

کوی کو بھی سیر نہیں اٹلیں ہوا

بلبل کے کھارواں پہ ہیں صد ہائے مکی

کہتے ہیں جس کو مطلق عقل ہے جہاں کا

مگر غالب کا روح مصر سے جڑ ہوا اس بات پر اہل برگر میں کہ وہ اناج کا تخلی حاصل ہے وہ اصل لادیمیت کے بھی وہ پہلو ہیں ۔ ایک یہ کہ نو اہل کا جڑ ہی ہنسے لیکن صورت میں گنگی کی وہ ذاتیت جنم لیتی ہے جس کا نتیجہ نے انتہائی عمارت سے ڈر کیا ہے وہ سری صورت یہ ہے کہ نو اپنی ذات میں مضمر لادیمیت کا موزوں حاصل کرے اور یوں اہل سے لڑے اٹھ کر اپنی انفرادیت کا احساس دلائے موزوں کے ہی انفرادیت کا یہ اور ذات کل سے شہساز کی کا اور ہے۔ لیکن وہ اور جب جڑ کو اپنی ذاتیت کا موزوں حاصل ہوا ہے۔ مگر غالب صوفی نہیں ہے۔ غالب کی انفرادیت ایک تخلیق کار کی انفرادیت ہے لیکن وہ لادیمیت کو کس تو کر آ ہے مگر اس میں قسم نہیں ہوگے۔ اسے کسی بھی قسم کی دوا میں موہا نہ نہیں۔ زندگی کا مسئلہ وہ یا موت کا غالب کا اسلوب اور دماغ دو سروں سے انگ اور جدا ہے۔ یہی تخلیق انفرادیت دسویں صدی کا اثر شریں بھی ہے جس کا لہجہ کے علاوہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں مظاہر غالب جیسے جاسے ہے ہوئے لگا ہے۔ غالب کے ہی انہی ذات کا اظہار بکھر یوں ہوا ہے ۔

وہ لہجہ ہم ہی کہ ہیں بدشاہ عقل سے شعر

نہ تم کہ چار چار چار ہر بادوں کے لئے

لازم نہیں کہ شعری م م لکھی کریں  
 یا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سزے

ایک خاص بات ہو غالب کو اپنے دل سے باندھ اور جدید ادبی سے تعلق نہ کرتی ہے اس کی جس طرح ہے طرح غالب کے دور میں بھی  
 تھا لیکن اس نے زیادہ تر پہچانی 'جو' غرض و قریب و باطن بازی گری میں خود کو لپٹا لیا تھا اور وہ جسے جسے کسی کے سینے میں ہدیہ  
 مید اور حلقے سے لپٹا اور ہانکری اور مٹا جانے 'ہر چی' ہر دلی اور ہر رنگی کی شان "کہا ہے غالب کے دل سے اس دلی اور نہیں  
 نکلی تھی۔ دیکھیں بھی ہمارے لب بکھرے ہر سے سحر سے میں چٹے چٹے کھلے کاغذ ہاں ایک رہا ہے قدیم اور نئی ہی کو دیکھیں ہاں میں  
 سیدہ اقبال کے ہیں دو سیاں دلہا یا شمع کی شان میں تب کو ایک کونہ لپٹا ہوا شعر غزل دل چلنے کا ہر دلی غزل کے مزاج سے لپٹا  
 غزل ہو کہ اسی طرح انوری ڈیڑھوں میں حواہیں ہیں پوری غم سے ہاں ایک دکھائی دیتے ہیں۔ اس بھوت بھوت کے جس کی دوست  
 ہ بھی اثرات محسوس ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ہاں صدیوں کے سحر کی شکل سے زیادہ تر شہ و دیار کا شکر ملی کر رہا ہے جسے جسے  
 انسان کا کام بنا چاہتے اور وہ عام سنگھ میں ایک نوری نری طرح سرایت کرتی ہے ہمارے ہاں پوری طرح ادھر نہیں پائی۔ لہذا دوسری  
 صدی میں اس دیر لب سحر اس کے کنارے چٹا کر آ رہے ہیں جو بعض اوقات بجلی سی لہریں میں گھل کر ایک عجیب سی لپٹا اور راحت  
 کا مظہر کرتی ہے اور ہلے حلقوں لپٹا کے حلق عام سنگھ اور صبح کے عام انداز میں بھی دکھائی دیتے گی ہے۔ "کہا" لکھتے کی ہر  
 امرارت کو پتی شہت سے محسوس کرتے ہوئے ایک مشہور سائنس دان نے ایک جگہ لکھا تھا:

THE UNIVERSE IS LIKE A GRIN ON THE FACE OF A CAT WHILE

THE CAT IS NOT THERE.

اور یہی مزاج میں ہر چی' ہر دلی اور ہر رنگی کی ایک خوبصورت مثال پیش کر دی تھی۔ لہذا کے شعرا میں غالب وہ واحد شاعر ہے جس  
 کے ہاں مزاج کی یہ لطیف کیفیت اپنی صدی کی کسی اور مرثیہ کے ساتھ انہی ہے اور دوسری صدی کے ادیب کو اشعار اور مظاہر کی  
 معنی کلیات کا احساس دلاتے ہیں کہیں ہوتی ہے۔ غالب کا کل یہ ہے کہ اس نے اپنی انفرادیت کا ہمہ گیر اظہار نہیں کیا کہ اپنی بات کو  
 نکالے شعرا کا اور اپنے جذباتی اصل پر سحر کے کی روشنی اختیار کر کے نور و انوار کے حصار سے باہر نکال لیا اور یہی اس کی کل نظری کا  
 مظہر کا ہاں کا چلن دوسری صدی میں بدلنا عام ہو رہا ہے۔

آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ جدید ادب پہنچنے ہوئے علوم کی وسعت سے لکھتے کی ایک لکھی ہی سچ سے آگیا ہو رہا ہے جس کی کوئی  
 نسبت نہیں ہے۔ راجہ ویرن کائنات کی آخری قوس پر مدھنی کی دھڑکی دھڑکی سے ذرا کم دھڑکی دھڑکی ہاں کی طرف چلتے ہوئے QUASARS  
 احساس دلاتے یا خود میں پروٹونڈام کے اہل میں اڑ کر GENE کی کائنات کو خشک انہی کہہ کر اور اس کے اہل میں لپٹا اور  
 پروٹون کی ہے نسبت دیا کا سحر و کائنات کا علم سماجی کے لوگوں کو سحر عام ہاں لہجے یا لہجے انہی مدح کے ساتھ اہل کو مختلف کریں "تجہ  
 ایک ایسے "مولوں" کی صورت ہی میں انہی ہے جو دوسری صدی کا وصف خاص ہے اور جسے کائنات شعور  
 COSMIC CONSCIOUSNESS نام دیا جا سکتا ہے۔ غالب کے دل سے دوسری صدی کا یہ دلی بھی نمودار نہیں ہوا تھا کہ  
 تجربہ کی بات ہے کہ غالب کے ہاں ایک ایسا دلو ہے کہ انہی کا چلن مدھن دیا جا سکتا ہے۔ غالب اب کہتا ہے کہ

ہے کل قننا کا "درا قدم ہاں

ہم نے دشت لکھن کو ایک گھل یا چلا

تو انہی نے سوچتے ہر جگہ ہو رہا ہے کہ دلو کائنات کی قدیموں میں پوری کائنات کا اہل کا سحر و کائنات کہنا ہی مدح ہے کہ اس نے اپنا  
 پند قدم دشت لکھن پر رکھا ہے اور "درا قدم رکھنے کے لئے لے کوئی جگہ ہی نہیں مل رہی

## غالب کا سفر کلکتہ

میدر ہائی ہارے غالب " مرتبہ پہ انکیر علی تندی - غلو کا یہ مجموعہ ۱۸۵۸ء میں غالب مدنی کے موقع پر شائع ہوا۔ غالب کے غلو ہارے میں "مکر تندی" صاحب نے دیباچہ اور حضور انگریزی میں تھیں۔ میں نے دیباچہ کا قصیدہ حضور کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ معلوم واضح ہو جائے۔ شاعری قلم نہیں بلکہ مسلسل مضمون معلوم ہو۔ حوالے اور حواشی بھی نہیں دئے گئے ہیں۔"

غالب کے ہارے غلو کا ایک بے پاد و مدگر سونہ غلو نہ کیا ہے۔ وہ اب شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ غلو شاعر کے سطر ٹکٹ کے بارے میں ایک ایسے دیکھار کی تشکیل کرتے ہیں جو اب تک معلوم نہیں تھا۔ یہ سطر غالب نے اس لئے کیا تھا کہ ان کے مرحوم بچا مرزا غلو ایک جگہ غزل نے جو پختہ و دلالت میں پہنچی تھی اسے درست کرنا۔ اور پھر حق ثابت کریں۔ اصل میں یہ مجموعہ اپنی فن پارا ہے لیکن ریاست اور علاج کے غالب پر وہ اثرات مرتب ہوئے ان پر وہ فنی اثرات ہے اس مجموعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے دامن پر کچھ اور کچھ کس طرح سے اور پسے ہوئے اور ان کی شاعری میں ہے جو لیڈن کواد والا کہ

### (۲)

اس مجموعہ کو جمع جانور میں مسافر کے لئے ایذا ہی میں یہ بات جانتا ضروری ہے کہ غالب ظاہر گھٹنے کے بڑے شائق و عاشق تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں کھوپ اور کو اپنی کوئی خانے کی حالت تھی۔ اس کوئی میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد شامل ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ان کے غلو نہ صرف ان کی سوانح کے لئے مواد فراہم کرتے ہیں بلکہ ان کی شاعری کی تشریح و توضیح میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کی شاعری کے بے سطر میں جو قوتیں حرکت تھیں ان کا قصیدہ بھی ہوتا ہے اس کے علاوہ اس زمانے کے سنی و دہائی انقلابی اور خانگی حالات پر وہ فنی اثرات ہیں جن پر سلیہ سٹلا دیا تھا۔ یہ وہ نندہ غالب قدیم ہمارے لوت دے تھے اور فرسوں لہم حکومت کے صحیح عہد کو غیر عہدوں طریقہ پر جگہ دے رہا تھا جس کے قریب انگریز تھے۔

یہ بات ہر ایک شخص جگہ ہے کہ ہمارے شاعر اور اس کے عہد کے بارے میں حقیقی معلومات کا یہ خزانہ انہیں انہوں کے لئے کم ہی ہو گیا تھا۔ لیکن نندہ کی گمانی سے جو کچھ بچ گیا ہے وہ یہ لیڈن غلو ہیں جنہیں ان کی مدد میں دیکھنے کو لی اور یہ وہ غلو ہیں جو پختہ ہونگ کے باب جرم کی تشکیل کرتے ہیں پختہ ہونگ غالب کی زندگی میں وہ بد شائع ہوئی لیکن وہ وہاں انہیں سے مطمئن نہ تھے۔ کیونکہ پہلے اپنے انہیں کو پختہ اور دوسری انہیں کو غلط سے پہنچتے تھے۔ پختہ ہونگ کے غلو میں کئی ہی ایسا ہوں ہر ایک وہ غالب کی لیڈن زندگی کی معلومات کے لئے قدیم ترین ذریعہ ہیں اور اس عہد کے مشہور ترین انہیں سے حوالہ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے غالب ۱۸۵۸ء سے نقل ظاہر نکلتا کیا کرتے تھے۔

پختہ ہونگ کے غلو ان سب میں سے وہ سچ لہنے پر پیدا ہیں کہ ان انکیرس بہت بڑا ہے۔ اس کے بعد وہ غلو دریافت ہوئے ہیں ان کی تہذیبی انہیں دیکھتے ہیں اور وہ ٹکٹ میں غالب کے مدد میں تمام کام کا مرکز و محور ہیں۔ ایسے مجموعوں میں سب سے پہلا مجموعہ وہ ہے جو گھنٹوں میں دریافت ہوا۔ اس میں انہیں ہارے غلو ہیں جو غالب نے مولوی سراج الدین احمد " مرزا احمد جگہ علی اور مرزا



الانعام کو لکھے جس سے قیام انگلہ کے دوران دینی ہوئی اور دینی دلائل آئے کے بعد بھی ان سے رابطہ قائم رہا ان غلطی کی بدی تھوڑا  
بچ آجنگ کے شروع شدہ غلطی میں مشرک ہے۔ لیکن ان کی صحیح قدر قیمت اس حقیقت پر مبنی ہے کہ جو مہارت پہلے شروع ہوئی تھی اور  
جو صد ہجرت کیا تھا اس عا کو پر کرتے ہیں۔ یہ غلطی اور کچھ غلطیات حقیقت غالب میں شروع ہوئی ہیں جسے مسعود نہیں دیکھی ہے  
نے مرتب کیا تھا۔

انہی اہم ایک اور مجموعہ ہے جس میں ۲۲ غلطی ہیں۔ یہ اہلکار کے حکیم صوبہ ارضین صاحب کے ذاتی مکتوبات سے ملے  
ہیں۔ یہ غلطی غالب نے ان اصحاب کو لکھے جو انگلہ میں رہتے تھے اگرچہ کہ کتب الیہ حضرت کے نام میں مسعود ہوا ہے لیکن  
طلب خیال یہ ہے کہ دوسرے اصحاب کے علاوہ مرزا ابو نیک جان غلام محمد حسن اور فضل الدین حیدر کے نام ہیں۔ یہ غلطی 'مواہر  
غالب' کے نام سے شروع ہوئے ہیں۔ اس مجموعہ میں غالب کی وہ غلطیات بھی شامل ہیں جو اس سے ملنے شروع نہیں ہوئی تھیں۔ مواہر  
غالب کو ایک تنہی تبصرہ کے ساتھ کافی حد تک ۱۸۳۹ء میں علی گڑھ سے شروع کیا تھا۔

### (۳)

زیر مطالعہ مجموعہ ۱۸۳۹ء تکلیف کرنا چاہتا تھا کہ ۱۸۳۰ء کے ایک جنگ کرا کے بعد جو دینی غرضی سے حاصل کیا گیا تھا اور یہاں  
مطلع لفظ آباد ایک تاریخی قصبہ ہے۔ یہ علی حسن خان اسی قصبہ کے رہنے والے تھے جنہوں نے ان غلطی کو نقل کیا تھا مسعود کے  
الانعام پر۔ یہ زبان انگریزی میں لکھا گیا ہے اس بات کا علم ہر ایک قضاوت کے ساتھ نہیں ہو سکا کہ یہ مجموعہ کب مرتب ہوا اور نقل کیا گیا  
لیکن اس کا امکان ہے کہ اسے ۱۸۳۹ء میں لکھا گیا۔ یہ بات مطلع ہندو پگڑا بداس اور ناہر کے قصبہ دار بعد انھیں علی کے ایک خط سے  
مسعود ہوتی ہے جو ۱۸۳۹ء کو علی حیدر علی حسن خان کو ان کے ہاتھ کے پتہ پر لکھا گیا تھا علی حیدر علی حسن خان کے ہاتھ میں کچھ  
مسعود نہیں ہو سکا لیکن بداس اور ناہر کے قصبہ دار نے جس حکیم و حکیم کے ساتھ انہیں غالب کیا ہے اس سے ثابت ہوا ہے کہ وہ  
ہندو کی انتظامیہ کے تحت چلنے والے عہدے پر فائز رہے ہوں گے۔ جہاں امکان ہے کہ ان غلطی کو نقل کیا گیا اس طریقہ کی انتظامیہ  
تصدیق اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ اس مجموعہ میں غالب کے غلطی کی بدی تھوڑا ہندو کے صدر دلائل یا سول جج سولی جو علی صاحب کو  
لکھے گئے ہیں۔

مسعود میں ۲۲ ذاتی ہیں۔ ہر خط پر انھیں سطور ہیں جن کی کٹا کر ۱۲۰ ہے۔ پچیس غلطی ہیں ان میں سے ۲۲ غالب کے ہاتھ  
کے لکھے ہوئے ہیں۔ باقی ۱۰ غلطی حیدر علی حسن کو ان کے دستوں نے لکھے ہیں۔ ان ۲۲ غلطی کے علاوہ جن میں خط نمبر ۱۰ نمبر ۱ کی  
نقل ہے۔ مسعود میں دو تہاڑے انگلہ میں غالب کی پہلی غلطی کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ تہاڑے اس کتاب کے چھ نمبر ۱ کی نقل  
میں پڑنے لگے ہیں۔ مسعود غلطی میں ہاتھ سے بنے ہوئے لفظ پر چار کڑیوں دو غلطی سے لکھا گیا ہے 'اور یہ جو حقائق پر اسے  
کیڑوں نے کھا لیا ہے۔ کچھ ہر سولہ ہو گئے ہیں جن میں سے اکثر کو میں نے کینٹ تہاڑے اور کینٹ غالب غازی کی مدد سے پر  
کرنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں وہ کڑیوں سے لکھے ہوئے ہیں ان میں نے تیس میں اپنی قیامی مہارت بھی ہے۔ صورت دیگر ان  
خطات کو جنہیں کیڑوں نے پٹا لیا ہے انھوں کے درمیان کاہر کر دیا گیا ہے۔ مسعود میں غلطی کو کیڑوں نے دو تہاڑے لکھا ہے جو ہم  
ہے کہ ان پر کڑی صریح نہیں کی ہے اور جن غلطی پر کڑی لکھی ہے سب میں نہیں لکھا گیا ہے نہ ہی غلطی کو کسی خاص حقل سے  
ترمیم دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ ان کے علاوہ سے انگلہ اتنی اور بے ترتیبی کا احساس ہوا ہے۔ دہلی اور آگرہ کے مشابہ اور احمدی  
شہادت کی مدد سے میں نے انہیں تاریخی اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ ہر خط کے اوپر ہی سرے پر شمار کیے تاریخی ترتیب کا بھی کرنا ہے اور



جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ گفت کا یہ مشکل سرچشم نے اس لئے اختیار کیا تھا کہ وہ حنفی اور نکل نکل سے اس سے کی حق سے درست کرنا چاہتے اور ان کے چار مہرم لفظوں میں نے وہ حنفی اور نکل نکل میں پھوڑ دی تھی جس سے دعوے کا صحیح جہت کیا جائے ان کی دلیل یہ تھی کہ چار مہرموں کے لئے اور ایک نے ستر سو روپے بلکہ مایہ طور مقرر کیا اور اس کے علاوہ سو گھوڑ اور ستر کے دو پر گئے بھی انہیں دے گئے۔ ۲۹ جنوری ۱۸۵۷ء کو دہلی کے ان کی فاکٹی ڈسٹریکٹ کے انتظام میں جاری کئے گئے۔ یہ گئے انہیں دہلی بھر کے لئے دے گئے تھے۔ لفظ ایک نکل کا حق نیکیت انتظامیہ دیا گیا تھا۔ ان سے دہلی کوئی حق دے ایک لاکھ روپے سے زائد تھی۔ اس جائیداد لفظ ایک نکل کی تقریبی کے دس ڈیڑھ لاکھ روپے دہلی سے کرے اور چند دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ جس دن ان کا انتقال ہوا حکومت نے جائیداد ضبط کر لی اور بلکہ ہی چار مہرموں کے ساتھ کو بھی مہرم کر دیا۔

حضرت عیسیٰ کے کوئی نواسہ نہ تھی۔ لہذا متعدد ذیل لوگوں کے علاوہ اس کا کوئی وارث نہ تھا۔

المادة ١٠٠ (١)

وہاں کے اعلیٰ مراعاتی و قلاب سے درمل پہونے لے۔

سجستان کی دہاوی یعنی گھروڑے جنگ کی حالت اور قیام جنگی

اس وقت میں سے کوئی بھی اور ایک کے پاس نہیں جاسکتا تاہم نہ اپنا سہل سمجھا سکتا تھا کہ میں میں سے ہر ایک میں خدا کی قدرت سے شرف فہمیت خدا کی ہے جو افراد تھے۔ غالب کی عمر اس وقت صرف نو سال کی ہوئی اور ان کا چہرہ بچہ کی شکل میں تھا۔ اس واقعہ میں صورت میں سے قائم، انکار خواہ حلقہ اور صرف ایک کے ہیں۔ خدا زانو اور دست مگر تھیں اس نے مرحوم رسول اللہ کے جسم و معنوں پر چڑھ کر اور صرف ایک خدا کے شرف اور حق میں سے ہی ایک چہرہ اپنی نے خواہ حلقہ کو اپنا دست چاہا۔ یہ تو وہ سمجھتے تھے کہ خواہ حلقہ اپنے رسول کے پاس سے ان کی اپنی جانگیر کے بقدرت کے لئے قابل قدر شخص چاہتے ہو گئے۔

اس نسل میں اسے خلی خلی کے چند میں فیروز پور بھڑکا سنا گھس پھا پھا کھو ہا اور عجمی کی جائیں میں اس کی فتح میں ہا نہیں ہزار دہائیہ علاقہ تھی۔ خواجہ خانی کو اپنی جائیں میں بھڑکا کر اسے خلی خلی کھان چور گئے اور لارہا ایک سے دو خواجہ کی کہ متعدد ذیلی جائیں کی کہ دو رقم فتح سے وہ انہیں لارہا کی جائے اور عجمی خواجہ ایک خلی کے لارہا میں کی گزروں کے لئے سطر طے کر دیا جائے اور پچاس سولہ کی دیکھ بھل کے لئے دو رقم خلی کی جائے سوار جب سرکار انگریزی کو ان کی خودت ہوگی۔ چلی ہوں کے لارہا ایک نے اس درخواست کی منظوری دے دی اور اس سلسلہ میں ایک دچرٹ نکلو۔ لارہا کی ہیں خارج بلاد چار گونے اس کی منظوری دے دی اور اس وقت گورنر جنرل نے اس سلسلہ میں ۱۱ سنی متعدد کو اسے خلی خلی کے نام ایک پڑوا پڑوا کی جائے اور متعدد ہا خلی کی سلسلہ گونئی انہیں لارہا کی گئی۔ خواجہ خانی اور خواجہ ایک کے دو سرے دوتا اور پچاس سولہ کے دے کے لئے دو تحفہ کو انہیں سوار پر فرام گئے جائیں کے دو رقم خلی گونئی گئی۔ انہیں اس پڑوا کو پڑوا ہونے ایک ہا ہی گورا خاکہ ۱۱ راجہ اول ۱۱۱۱ بھارت نے ہوں ۱۱۱۱ کو اسے خلی نے لارہا ایک سے ایک اور پڑوا حاصل کر لیا جس کی مد سے خواجہ ایک کی علاقہ خلی کی تحسیم متعدد ذیلی شہرہ کی گئی تھیں۔

جس کا صرف ایک غل کی وجہ اور بہتوں کے لئے

جس کا صرف ایک غل (غالب) اور مزاج صرف غل کے نتیجوں کے لئے  
نکل

ہر صفت

ہر صفت

ہر صفت

جب غالب کی شعور کو پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ اس غل نے ان کے ہاتھوں کے ساتھ باطنی کی جہان کی دلیل یہ تھی کہ  
صرف غل کے وجود کے لئے یہ چٹن شعور کی گئی ان میں طوابع خلق کا کوئی حصہ نہ تھا ان کا کیا تھا کہ ان کے دماغ کے اندر میں ایک  
نوعان طوابع مرزا طوابع خلق کا ایک پانچ روپے ملا ہے سائیکس قلم طوابع مرزا کی شادی اس کی دہائی کی بیوہ بہن کی بیٹی سے ہوئی تھی  
اپنی بہن اور بیٹی کی پرورش کرتی تھیں۔ فیک اس طرح جس طرح دست گھٹا کی جاتی ہے اس شادی کے نتیجہ میں طوابع خلق پیدا ہوا  
جس کا صرف ایک غل کی چٹن میں کسی قسم کا دعویٰ درست نہیں۔

غالب ہر خلق غل کے خلاف قدم اٹھانا چاہتے تھے لیکن جس چیز نے انہیں ایسا کرنے سے روکا وہ یہ حقیقت تھی کہ ان کے شر  
مرزا اپنی خلق اس غل کے پھرنے والی تھے اور اس طرح اس غل غل کے خلاف کوئی کارروائی ان کے شر کی بنا پر ناممکن کا باعث  
ہوئی۔ مثلاً انہیں اس غل نے انہیں ہر بار یقین دلایا تھا کہ خواہ خلق کے انتقال کے بعد جو رقم سے لی گئی وہ غالب کے ہاتھوں کو منتقل  
ہو جائے گی۔ اس غل نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ وہ ۱۸۵۳ء میں خواہ خلق کا انتقال ہوا تو اس کا حصہ اس کے بیٹوں کو منتقل ہو گیا  
وہ نہایت غل جب مرزا اسٹیف پر اپنی مرض کا حملہ ہوا تب نہایت غالب کو چھ سو روپے سالانہ ان کی دیکھ بھال کے لئے رکھنے کے لئے اور تو  
سو روپے سالانہ قرض خواہوں کو لایا کرتے تھے۔

جب صاحب کا خیال بھرا اور چٹک گیا تو غالب نے ہمیں ہلاک دیا تھا ان کو بھلا لیا اور دہائی سے فیروز پور کی طرف روانہ ہوئے  
مگر اس غل نے جو وعدے کئے تھے انہیں حقیقت کیا جاسکے انہوں نے وہاں اس وقت تک قیام کیا جب سرچارلس خلاف نے ۶  
جنوری ۱۸۵۶ء کو امرت پور کو اپنی کھوپڑی میں لے لیا۔ جب غالب کو یہ احساس ہوا کہ اس غل نے کوئی بدلہ کر کے انہیں مل رہے  
ہیں۔ تب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ خلاف سے ملیں اور انہیں کے طواہی ہوں۔ وہ واپس مل نہ جاسکے کیونکہ قرض خواہوں کی ہنگامہ  
کرتی اور فوج کرتی سے خاک تھے۔ اس لئے وہ کلن پور کی جانب روانہ ہوئے جہاں خلاف سے ملنے کی امید تھی۔

جو جی وہ کلن پور پہنچے خلت ملیں ہو گئے اور چونکہ انہیں اس شہر میں کوئی قتل مسلح نہ تھا انہوں نے کلن پور پہنچنے پر ایک چاکلی کی طور لگا پڑ  
کر کے گھنٹہ بیٹھے۔ یہاں کی سب دہوا بھی انہیں دس دن کی اور وہ پانچ ماہ اور چار دن بہن چلے گئے وہ بھلا گئے اور غالب نے انہیں  
مل کے ہاں قیام کیا۔ انہیں اپنے چلے پہلی شہر بھاری جگہ ۳۱ اگست ۱۸۵۶ء کو بھلا کے قتل سے بچے تھے۔ یہ بھلا بھلا تھوڑے اور بھلا  
غالب کو بھلا میں لی اس سے انہیں مرض سے بھلا تھی اور انہوں نے تقریباً چھ ماہ قیام صاحب کی مسافر داری سے لطف اٹھایا۔ چونکہ  
پارش کا نہایت ختم ہو چکا تھا اور گورنر جنرل دہلی فکرت چا گیا تھا غالب یہ سوچ کر بھلا کی جانب روانہ ہوئے کہ وہاں ہو جائے گا تو  
ایک ہی ہے جب وہ مرشد آباد پہنچے تو انہیں اس غل نے انہوں کی فریادیں سن کر انہیں رنج و ملال ۳۳ سالہ سلطان جہاں پور ۱۸۵۷ء  
میں ہوا تھا اس واقعہ سے غالب کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا کیونکہ ان کا دعویٰ اس غل نے ان کی ہاتھوں سے منتقل کیا اس لئے وہ دنیا میں  
یا مہر جائے کوئی فرق نہ تھا انہوں نے مرشد آباد سے گئے کے لئے اپنا سفر بھلا رکھا تھا اس لئے میں اپنے آپ کو کلن کی حکومت کا  
صدر مقام تھا۔



قلب دو دن میں تازہ دم ہو کر عجب شہنشاہی میں سوار ہونے اور چاند کے سہلوی طور پر کائنات پر طغیانی کرنے کے لیے کربل کے دلہن اکبر علی علیہ السلام کی ہاں پہنچے۔ رسول نے نصیحت گرم دہائی سے غرض آمیزہ کا لودر کی جگھے تک طویل ٹھنگ کرستہ سہبہ عجب وہیں ٹکٹھ کرستہ لیکن چلہ ہی پھر کر گئے اور خواب کی صحبت میں دو دن لودر لیکہ رات گزار دی اور عقود کے حقائق سے انہیں آنکھ کیدہ غرضی قسمتہ دلہن سہبہ امام ہانے کی دھتھ چاندو کے سلسلہ میں بکلی کے کدکھڑے سے عقود پڑی میں اچھہ ہونے لگتہ۔

علی انگریزوں سے ملنے کے لیے ۶ فروری ۱۸۵۸ء کو مولوی محمد علی خان کی ولایت کے مطابق صاحب کاشفی القضاۃ کی قیادت میں ۲۰ رضاکاروں کے ساتھ ۲۳ مارچ ۱۸۵۸ء کو موضع صاحب کی روڈ کے پار اٹھنے کی رہائی تھی۔ مولوی محمد علی خان کا ابتدائی نام علی محمد تھا۔ مولوی محمد علی نے حکم صاحب سے صاحب کا تعارف کرایا۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی کو انصاف اور کرم بخشی سے منسوب کی۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے دربار سے بہت دور ہے۔ اپنے پہلے مولوی صاحب کی روایت کے مطابق قتل کے بعد صاحب کو اپنے گھر میں قیام دیا گیا۔

اصلی جانے کے ایک ہفتہ بعد طالب کو اپنے پھرنے پہلی مرزا یوسف کا دیا ۲۷ رمضان ۱۲۲۳ء مطابق ۳۰ اپریل ۱۸۳۸ء کو۔ وہ  
جسے جیلن ہونے کی وجہ انھیں وہ دہائی لوہ میں جلا بھڑا کر آئے تھے۔ ان کا علاج ایک عامل کو راجہ جیس کی تحفیں حتیٰ کہ مرزا  
یوسف کے مرض کا سبب نکال دیا ہے۔ اس کے علاج سے مرزا یوسف کی حالت میں خاصی تبدیلی آئی۔ طالب کو اور اطلاعات بھی نہیں تھیں  
سے بخیرگی کی خبر دست ثابت ہوئی۔ حالت کے ہر ایک خواہگار مواد لیا تو طالب ابتدائی فوش ہوئے۔ سبک لکھ لود پر مسرت خیر طالب کی بھنگ  
تھی۔ ۳۰ شوال ۱۲۳۳ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۸۳۸ء کو انہوں نے فرزند کے ہم ایک عروسیہ نکھی لود وہ اسباب جانے کہ جن پر وہ اپنے  
مخدوم کو راجہ دست پریم کو نسل میں پیش کرنا چاہتے تھے اس کے بعد وہ پریشانی بیکر فنی مسٹر اسٹرنک سے ملے ہر قاری کا نصیحت عہد وفاق  
رکھتا تھا اس نے ہر سید اس کے لئے لکھا اس نے اس کی بیوی قریب کی۔ ہر طالب مسٹر فریڈ سے ملے اس نے ان کا بیوی گرم دہائی  
سے استعفیٰ کیا لود یہ جان کر فوش ہوا کہ مرضی گزار ضرر ملے علی کا نتیجہ ہے جسے وہ دست ابھی طرح جانتا تھا اس کے بعد طالب نے  
مرض داشت پیش کی جسے انہوں نے قاری میں لکھا تھا کہ ان کا مخدوم گورنمنٹ کے لئے پیش کیا جائے۔ مسٹر فریڈ نے اسے  
مسٹر ریشی کے پاس بھیج دیا۔ اس کا نام یہ تھا کہ قاری میں قریب کوہ ہم دروہا سٹون کا تیرہ انگریزی میں کرے لود مسٹر فریڈ کے سامنے  
پیش کرے۔ ہر طرح لود ہر طرف سے مطمئن ہو کر طالب نے مسٹر فریڈ سے اجازت چاہی جس نے نہ صرف یہ کہ خطر لود پانی پیش کیا  
بلکہ اپنی نشست سے اٹھا لود وہاں سے نکل پھرنے آیا۔ اس سلوک نے جانورے شجر کے دھن پر بہت اچھا اثر بھڑا طالب اپنے مخدوم  
کے بارے میں بہت راسخ تھے۔

اسی حدود میں طالب کو علم ہو کہ انگریزی کا انٹیکل مرزا افضل بیگ ان کے خلاف سم جادہ ہے اور مسلسل سرگوشیاں کر رہا ہے۔ افضل بیگ مرحوم علی بیگ کا برادر بیچ تھا اور اس کی بہنوں اپنی بہن کے چٹاں کے لئے تھیں جو چٹائی کے تھپے میں لڑتی تھیں۔ طالب کے نکلنے پہلے سے یہ کہہ عرصہ گلی "مرزا افضل بیگ اور اس کے حمایتی تھے اس سرکاری حلقوں میں جادہ اور دوسرے حلقوں نے یہ کہانی گھڑی کر کا اس نے وہاں تھیں اپنا نام اور انھیں تبدیل کرنے کی عادت میں جگا ہے۔ طالب نے اپنا اور وہاں چٹائی کیا اور اس احترام کو ظاہر کرنا ہے یہ امید وہاں ملت سال گلی مرتب ہوا تھا اور اس پر ان کی مرزا افضل بیگ اور دوسرے حلقوں کے حمایتی امید تھے علی عرف مرزا نوشہ تھے۔ ایک عرض اہلوں نے اس سلسلے میں حکومت کو بھیجی کہ ان کے خالصین بدلتی ہو چکی تھیں ان سے مشورہ کر رہے ہیں اور یہ کہ اپنی پادشاہی واضح کرتے ہیں کہ امید تھی ان کا نام ہے مرزا نوشہ عرف طالب تھیں۔ امیدوں نے مزید کہا کہ انھیں طالب میں چار حلق ہیں اور یہ کہ یہ آسانی بھی غرضیات میں مشعل نہیں ہے۔ آسان ہے کہ یہ کہی کہی امید تھیں کہتے ہیں جو میں حلق ہے

نورین کے نام کا حصہ ہے۔

اہل حق کو متعجب بنانے کی کوشش کے علاوہ مزید اہل حق نے نکتہ کے قائل اور مذہبی عقول میں عابد کو بدنام کرنے کی برائی کوشش کی۔ اہلسنت سے کہا کہ اہل حق میں نور شیعہ حیلوت سے کہا کہ وہ خدا کے مقرر ہیں۔ صرف اس پر اس نے قنوت نہ کی بلکہ نکتہ کے شعراء سے کہا کہ عابد حق میں سے کسی کو خاطر میں نہیں آتے اور برسرِ عمل عقل کو برا بھلا کہہ چکے ہیں۔ اس طرح "عشرائے نکتہ کو بھڑانے میں کامیاب ہو گیا اور عقل کے حامی تھے۔

یہی وہ نکتہ تھا جب شعرائے نکتہ نے ایک اجلاس چلی تاکہ ہر ایک کے پہلے نکتہ کو نکتہ دوسرے کے اعلان میں مٹا دیا۔ یہ نکتہ ہماری ایک مٹا دیا۔ ۱۳۳۳ھ مطابق یکم جون ۱۹۱۸ء کو ہوا۔ عابد اس میں شریک ہوئے۔ "دوسرے مٹا دیا کے لئے ایک قادی اور "دوسرا نکتہ کا مسودہ طرح دیا گیا" اور عابد کو دیا گیا کہ عابد نے طرح میں فزولیں تھیں اور مٹا دیا میں پڑھیں۔ اور لوگوں کے علاوہ دلی برائے کامیابی مسودہ تھا جس نے "دوسرے شعراء کی فہمی لڑائی میں عابد کے ایشاد کی بدنامی کی اور ایشاد کو دہریہ اور ان کے ایشاد کو پانچوں قادی کے ایشاد میں شمار کیا۔ بعض شعراء کو اس دور سے منہ کی آگ میں جلا دیا اور عابد کے متعدد قادی شعراء شہید اور ایشاد تھے۔

جنوری اور عالم داور سے عالم داور

میں پڑھنے کے لئے راہنما دیا

پہلا اعتراض یہ تھا کہ ہم اور عالم ایک ساتھ اشتغال نہیں کئے جاسکتے کہ عالم مٹا دیا ہے اور ہم حق کا مینہ ہے چار شہادت اور سر ایشاد نے اسے مسودہ قرار دیا ہے۔ نکتہ قائل "نظرِ اخص" کے صحیح نہیں ہے کہ اسے دیکھنا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ "حق" راہِ حق کی پہلے "منہ" کے ساتھ نہیں ملتا۔ تاہم پڑھنا ہے چار اعتراض یہ تھا کہ شعرائے قر کے ساتھ "منہ" کو "دستی" کے ساتھ اشتغال کیا ہے لیکن یہاں کے ساتھ نہیں۔

عابد نے ان سے سنی اعتراضات پر کوئی جواب نہ دیا لیکن حیلوت چلی کے قادی فخرانوں نے سترضی کو جواب دینے کا تہہ کر لیا۔ تیسرا مٹا دیا "دلی" ۱۳۳۳ھ مطابق یکم جون ۱۹۱۸ء کو مسودہ ہوا۔ انہوں نے مسودہ جیسے مسودہ ایشاد کے ایشاد بطور مسودہ چلی کے اور دیکھنے کے طور پر "نکتہ" شہیدی اور دیگر شعراء کو کام چلی کیا۔ ایشاد برائے ستر نے حلیم کی سترضی حکمران کے لیکن حق کے ساتھ ہیں اور حق آگاہی۔ انہوں نے "دوسری قادی" کے ایک شعر "عشرائے نکتہ

نور دیکھنے پر نکتہ میں دیکھیں داور

نکتہ پر ہے مسودہ مٹا دیا

اعتراض یہ تھا کہ وہ کے کون میں متعلق ہے ہونا چاہئے۔ جب حق سے یہ کہا گیا کہ وہ "منہ" پہلے ہی کے مسودہ ہے تو جواب دیا کہ وہ "حیلت" متعلق کے علاوہ بھی اشتغال نہیں کیا گیا۔ عابد نے سترضی کو ایشاد کے ایشاد خاکہ بطور مسودہ چلی کے گریب دیا۔ جب عابد کو "دلی" سچا ہے "حیلت" نہ دلی ہا "حق" دیکھاری حاصل کرنے دلوں میں سے ایک "دارگہ" حق "نکتہ" کے پاس پہنچے اور "حیلت" کی کہ "الزاد" حق کے "زاد" اڑتے "میں" پھر دیکھے ہیں۔ حق "نکتہ" نے عابد کو "کھلا" اور "کا" جس "نہم" کے لئے وہ "نکتہ" اپنے ہیں اس "نہم" "تہہ" دی۔ انہوں نے شعراء سے "حیلت" کرنے کی بھی اطلاع دی اور "کھلا" ایک "حیلت" "نہم" دی۔ عابد نے "حق" حق

بہر گناہ غالب کی شاعری میں بجز شاعری ہے۔ شاعری کے ابتدائی حصہ میں اپنے کائنات کی تعریف کرتے اور انسان پر باغی تھے اور یہ سوز گہم میں ان کی وہ دھواں بھرا کرتے ہیں۔ اپنی خاموشی کا اعتراف کرتے ہوئے وہ اپنے معترضین کا اہرام دیتے ہیں کہ وہ غلطی پر ہیں اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے کی بجائے اور اظہارِ غم کی بجائے ان سب نے غالب پر طعنہ ادا اور اپنے دفاع میں اپنی دلی گہمی اور انہیں گہم میں دبی تھی۔ اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے معترضین کی صورت و شخصیت کے متعلق ہوتے ہیں۔ عقلمند اور واقف کے عروج کو کم کرنے کے اہرام کے سلسلے میں بیسے حلیہ سے اظہار کرتے ہیں کہ غلطی "عربی" "عربی" "عربی" "عربی" کے ساتھ عربیت اسلامی کو بھڑا کر دے۔ عقلمند اور واقف کو دیکھنا ہے۔ غلطیت گہرا اظہار سے وہ معترضین سے کہتے ہیں کہ کوئی شے ان سے غلط نہیں ہوئی اور نہ اعتراضات کی یہ داکرنا ہوں۔ دار ہے تو صرف یہ کہ میرے اہمال کی وجہ سے ملے ہوئے غلط دلی ہو گی۔ آخر میں جتنی ہوتے ہیں کہ جو کچھ ہوا اسے بھول چھوٹ اور صاف فریادیتے۔

دلی سرگہ کرانی سے غالب نے خود کو آزاد کیا۔ غالب سے کہا گیا کہ غلطی کے صحابہ وہ اپنا مقدمہ ریڈیو نہ دلی کے قوس سے پڑی کریں۔ یہ سن کر وہ پتھریں ہونے لگے۔ ان کے لبوں میں نہ تھا کہ مل جائیں اور ہر ٹکڑے آئینے۔ مسٹر ایڈورڈ نے انہیں یہ حضور دیکھا کہ وہ ٹکڑے میں ہی قیام کریں اور دلی میں اپنے دیکھ کر دلی کے لئے ستر کر دیں۔ لڑا غالب نے اپنے دوست مولوی فضل حق کو بلا لیا اور دہلی اور فیہ لاری عدالت میں سرحد دار اور بیسے کالون دلی تھے ساتھ ہی وہ پڑے کے مولوی ہو مل جلی سے دوستی ہونے کے ایک سٹارٹی ملا اہمات مسکن کو روانہ کر دیں جو مولوی من اللہ کے بیٹے اور کولیوک کے سر جتنی تھے کہ وہ دلی ریڈیو ٹی میں ان کے مقدمہ کو محسن و دلی اہمات تک پہنچا دیے۔ غالب نے درخواست کی کہ اگر ہو مل جلی خلیا اہمات مسکن سے واقف نہ ہوں تو عظیم سلامت مل جلی سے اہمات مسکن کے لئے خط حاصل کر لیں۔ اسی سلسلے میں غالب نے مرزا امیر بیگ کو ایک خط لکھا کہ وہ پڑے کے لب لا اظہار مل کے ہاں تھے یہی بلکہ غالب غالب کو دلی کے دوستوں سے معلوم ہوا کہ امور جلی خان کے بیٹے اور گوی غلیوں نے اپنی بد مزاجی "لوائی" "مائی" اور اسراف سے اپنے ہم ذہبوں کو بلکہ انگریز افسروں کو بھی اپنا مخالف بنالیا ہے۔ غالب نے اپنے مقدمہ کی کچھلی کے لئے اسے اچھا ٹھکانہ کہا اور ٹکڑے میں قیام کیا ۔

غالب نے قیام ٹکڑے کا فیصلہ کر لیا لیکن ان کی جلی حالت ابھی نہ تھی۔ جب وہ پڑے میں تھے تو اب لا اظہار مل کے قوس سے ایجن کراس سے وہ بیڑہ دھپے قرض لے تھے۔ اس رقم کا بیڑہ صرف اور صرف ٹکڑے کے چار لاکھ کے قیام کے دوران خرچ ہو گیا۔ لے آئی رائج ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۱۸ء کو غالب نے پڑے کے مولوی ہو مل جلی کو خط لکھا اور یہ درخواست کی کہ ان کے لئے حق ایک ڈار دھپے قرض حاصل کیے جائیں۔ قرض آنے میں دیر ہوئی اور ان دنوں موسم بہار شروع ہو گیا۔ غالب نے اپنا گھوڑا اپنے دوست دھپے میں فروخت کر دیا اور سانس اور ایک ملازم کی خدمت بھی ختم کر دیں۔ اب ان کے پاس بھی ملازم اور ایک کارخانہ ٹھکانے کی فراہم کی رقم کے بیکہ سے انہوں نے کھل کر خود کو دلی لہاس موسم بہار کے لئے خریدا اور ملکہ الزاہبہ کو گناہ کر چکاس دھپے کر لیا۔

دلی کھلا اور غلا کے عالم میں غالب کو مولوی فضل حق کا خط ملا جس میں یہ حضور دیکھا گیا تھا کہ چندتہ میرا دل کو ریڈیو ٹی مل میں اپنا دیکھ ستر کریں۔ غالب نے مقدمہ کے تمام حلقہ نقذات حق کے ان میں متعدد دلی نقذات بھی شامل تھے۔ بد بختی کا وہ خط جس میں کہا گیا تھا کہ غالب ریڈیو ٹی دلی کے قوس سے خود پڑی کریں۔ بد بختی کا خط وہ ریڈیو ٹی دلی مسٹر کولیوک کو لکھا گیا۔ ۳۰ مئی انہر خان کا خط کولیوک کے جتنی اہمات مسکن کے نام یہ نقذات لکھ غالب خود دیکھ خط کے ۳۰ مئی ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۱۸ء کو تمام نقذات خود غلا کے ایک لفظ میں رہ گئے اور دست امزی کی صورت میں سرنگھل۔ غالب نے دس دھپے لاکھ کے اور رسید حاصل کی۔ دیکھ دلی سے ٹکڑے تک ایک دھپے کے بارے میں دیکھ ایک دھپے کا بھی یہ نقذات دلی پہنچے تھے کہ غالب کو



ایک علامتی لفظ حق کا جانور رہتا ہے جس کے بغیر ظالم عدل سمجھیں۔ شیعہ غالب نے ظالم کی ایک نقل دس روپے کے مستحجب سے، کہہ کر انگریزی زبان سے دو اوقاف ۵ روپے الفیل ۴۳۰ روپے ۵ حبر ۱۷۸۹ کو بنا دی۔

۲۰ راجہ اقبال ۱۹۳۳ء تکلیف و اکتاہٹ کے غائب کے پاس سو روپے رو گئے تھے کہ چاند کے مولوی کو مل کی چاب سے مولوی ولایت حسین کے توسط سے بٹری ملی۔ غائب ٹریفک سے پھرنے نہ سکتے اور خود بازار گئے جاگہ ناگہ اور بٹری کی رقم کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ افسس جتا گیا کہ بٹری اٹھن کے نام سے کور ۱۰ سو روپے کی ہے۔ غائب نے مولوی ولایت حسین کو بٹری دے کر بازار بھکارو اسے پہناتے۔

ہڈی کے کہنے سے چاب کو کچھ ہل سکیں۔ لیکن مہذبہ کسی دہلی میں حضور کے سلسلہ میں، جو آخر ہر دہلی میں اس سے ۱۰ پڑھانے میں فرق نہ انہیں سب سے زیادہ پڑھانے کا یہ حقیقت تھی کہ کھڑا دہلی کچھ کے پہ پہلوں کے بعد بھی ان کے دیکھ چنٹا ہوا لیل نے کوئی اصلاح نہیں دی تھی۔ یہ دہلی کے حضور مولوی غصیل حق اور دہلی میں عزیزوں کی چاب سے کوئی فرق نہ تھا۔ اپنے بھوتے دہلی مروجہ صنف کے شیعہ علما کی ذہنی ترقی و عقل جو واقعی طور پر طویل تھے خواہہ حلقے کے بہادر تھے، عقلی اعتبار نہ تھا۔ چاب نے اپنے حضور کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنے کے لئے تقریباً ساری محنت کے علاوہ کچھ نہیں کسی کا بھی جواب نہ دیا۔ ان کی یہ بیوقوفی عقلی تھی یا بغیر اس لئے کہ انگریزی زبان کی کارکردگی انہیں بہت زیادہ اچھا تھا اور عقلی نتیجہ تھا کہ علاوہ انہی اہل علم نہیں ہو سکتے۔

عزیز خادمہ شیخس نے طالب کو پوچھا کیا اس کا سبب یہ تھا کہ میں نے سبھ لکھائی بدل۔ اصل میں ہوا ہے کہ اعلیٰ اس کے کہ مہدی افضل حق کو ہزار ہا روپیہ فائدہ کہ کیونکہ دلی سے جہاز پر روانہ ہو گیا اور ۲۳ شعبان ۱۳۳۳ھ مطابق پندرہ فروری ۱۹۱۵ء کو واپس آیا۔ روپیہ کسی میں نہ کی عرض داشت نہیں دین کے بعد چلی ہوئی۔ جب مسلم کہ کیونکہ نے مدرسہ پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ بعض کھڑات ہو لارا ایک کے ہاتھ میں تھے موجود تھے لہذا اس نے کھڑات لکھنے سے طلب کیے طالب اس چلی ہوئی سے لکھی طور پر دست خوش ہونے کے کہ اس کا خیال تھا کہ تحقیقات در لکھنے پر چلی ہوگی۔ لہذا چ کہ اس پر کھلی شای کی جاگیر ہے اس کے اور ہی کے شرکاء کے ہمارا حالت تھے کہ دوسرے چ کہ اس پر ایک شای کی چلی میں زندگی کے شرک طریقہ عمل کا دعویٰ کئی تک جو دست قلم

[illegible]

فروری ۱۸۶۹ء کی ابتدا میں جب مسز بیلی اور ایڈا، شینگ ٹنگٹ واپس آئے تو ہمیں کے راجہ لوہٹ نرائی سگو شرم میں داد ہو چکے تھے۔ ہمارے دو بچے تھے جن کا نام جازا کو روپ تھے لیکن حیثیت سے حق کی کہ وہ اس سے خارج کے خلاف احتجاج کرنے آئے تھے جس کی بد سے اس کی اپنی ریاست میں اس کی مخالفت و قوت کو سلب کر لیا تھا۔ راجہ لوہٹ کسی جھگڑا میں تھا روپے میں غالب کا لیل تھا کہ حکومت کے اہلکار مسز نے ہوں گے۔ لڑا کہ اٹھایا کہ ۱۸۶۳ء مطابق ۱۱ فروری ۱۸۶۹ء کو راجہ کے احرام میں ایک دیوار منظر کیا جائے۔ جب غالب کو اس کا علم ہوا تو وہ مسز فروری کے پاس دربار سے پہلے جو رہا کیا اس میں اس کے دور اس کا اہلکار کہ اس میں بھی شریک کیا جائے۔ سکرٹری نے اس کی ایک کے نقل کیا 'لڑا غالب تیار ہونے اور وقتہ منظور، دربار میں گئے ۱۸۶۸ء قدم تہنیت حضورہ اہل

۱۔ عظیم گز کے ریلوے پل، جو "سب جہاں" گھر کے دھڑ اور دارالعلوم جامع گنوں میں پر مشتمل ہے، کا اعلیٰ درجہ کی اصلاح ایک "سب شہادت"



مورانی ترقیب حتی اس میں اعلیٰ کیا گیا تاکہ سامعین کو معلوم ہو جائے کہ گورنر جنرل کا دفتر اپنی دولت کے ذریعہ بددستوں کی جانب حشر میں کسی وقت مدد نہ کرے گا اور لو گورنر جنرل ایک بڑا اعلیٰ کشتی کے ذریعہ انڈیا کے آسمان میں جائیں گے۔ اس اعلان کو سن کر غالب کو خیال نکلا کہ آئے والے کی جیبیں میں ان کے ہتھوڑے کی طرح دھڑکتی ہیں۔ لہذا انہوں نے طے کیا کہ گورنر جنرل کے سامنے کے دست سے تکی دلی بچا جائے۔

دب انہوں نے نکلنے سے روائی کا قطعی فیصلہ کر لیا تو غالب علی اکبر سے ملنے بجلی کے بھر مولوی عبدالحکیم کے بھائی مولوی سراج الدین احمد سے ملے اور ان سے یہ درخواست کی کہ نکلنے میں جو بچیں دھت ہو اس سے انہیں باخبر رکھیں ۳۰ ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۳ اگست ۱۸۵۷ء کو انہوں نے اپنا سلسلہ کشتی کے ذریعہ پورہ روانہ کر دیا اور خود بمبارت پورہ ۱۱ یا ۲۰ ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۰ یا ۲۹ اگست ۱۸۵۷ء کو روانہ ہوئے۔ وہ پورہ پہلے 'غالب و انصار' علی کے ہاں قیام کیا اور جس دن پہلے اپنی ہی روز مولوی محمد علی خان سے ملاقات کی پورہ میں انہیں معلوم ہوا کہ مسٹر کو لیوک سبھل کر دینے گئے ہیں اور ان کی جگہ مسٹر فرانسس پکس کا قہر ہوا ہے۔ انہوں نے ۶ جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ۳ نومبر ۱۸۵۷ء کو علی اکبر خان کے ہاں ایک خط لکھا اور یہ درخواست کی کہ کسی انگریز سے مسٹر پکس کے لئے سفارشی خط حاصل کریں اور اسے دلی بھیج دیں۔ پورہ پختہ مطابق ۷ نومبر ۱۸۵۷ء کو وہ پورہ سے دلی کے لئے روانہ ہو گئے۔

غالب کچھ جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۹ نومبر ۱۸۵۷ء کو دلی واپس پہنچے جہاں ان کے بھائی مرزا یوسف کی حالت بدتر ہو گئی تھی اور دلی کا سیاسی موسم اس سے زیادہ غریب ہو گیا تھا۔ یہاں پہنچا کہ وہاں کے تھے۔ ان تکلیف دہ حالات میں انہوں نے مسٹر پکس کی شان میں ایک قہر لکھا۔ اس سے ملے گئے۔ وہ غریب ہو گیا تھا۔ قہر کی تحریف کی غالب سے ایک خط لکھوا دیا۔ دلی اور نکلنے کے بارے میں پوچھا۔ وہ ان کی تکلیف کا حل سامان کے طور پر غالب کو طم ہوا کہ میری ۱۸۵۷ء میں گورنر جنرل نے رپورٹ ریڈیٹنٹ کو بھیج دی تھی اور اس میں اس کا جواب دیا تھا۔ قہر کے حشر کشتی کے حالات گئے اور مسٹر کو لیوک کے مصائب کا تذکرہ ہوا اور دلی اور سبھل کو دیا گیا اور مصیبت آئی کہ ہتھوڑے کے حالات سبھل کے لئے اور نکلنے سے ان کی نقل طلب کی گئی۔ اس کے بعد ۸ دسمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۳ جنوری ۱۸۵۸ء کو مسٹر پکس نے درخواست گزار کے بیان کو فیوز پور کے جاگیردار غالب خاں کو لکھا کہ وہ غالب کی تکلیف کا جواب دیں۔

برادری جس امر میں علی نے ادا کیا کہ اس کا حشر ۸ دسمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ء میں لکھا تھا کہ حشر ایک خان کے ہاں تھا کہ اسے کچھ نکلنے کی جاگیر سے پہنچا ہوا دے سکتے تھے۔ وہ ہزار سلاطین طوابع ملتی کہ اور باقی تین ہزار حشر ایک خان کی والدہ اور اس کے ایک طرف اور دوسری جانب مرزا نوٹ اور مرزا یوسف جو مرزا حشر ایک کے بھائی ہیں مولوی رقم تقسیم کی جائے۔

### (۷)

مقدمہ دیا گیا کہ قہر پر مسٹر پکس نے ۵ مئی ۱۸۵۸ء کو رپورٹ حکومت کو بھیج دی اور کہا کہ حکومت کو اس سے زیادہ حق نہیں دینا تھا کہ اس کا ایک نے غالب اور ان کے بھائی مرزا یوسف کو چند سو روپے سلاطین دیا حشر کے ہیں اور یہ رقم وہاں جس امر میں علی نے لکھا کہ وہ دے سکتے تھے۔ مسٹر پکس کا یہ فیصلہ دلی کے ریڈیٹنٹ کے جواب مسٹر پکس نے دلی دیا۔

ریڈیٹنٹ کے اس فیصلہ فیصلے سے غالب پریشان نہ ہوئے کہ انہیں گورنر جنرل کے ہاتھیں بکڑی مسٹر امرنگ کی حالت کا بھیج دیا۔ لیکن اب تک ہم "نے میں ہمارا ہاتھیں داک نہیں۔ علی اس کے کہ خلاف رپورٹ دلی سے حکومت کو پہلے ۳ مئی ۱۸۵۸ء کو



بارضی قیام کی طریقے سے چٹانہ طور پر قسمت ثابت ہو رہی تھی تو یہ کہ مشرقی ہندوستان میں رہنے والے مختلف قسم کے لوگوں سے یہاں درست داخل قائم ہوا اور ان کی بدولت سمیت میں بے انتہا اضافہ ہوا جن حالات پر یہ لکھے "جن لوگوں نے ملے ان کے ہارے میں سطولیت کا جیسا بامعنی ہونے کے ساتھ کیا اور غالب نے اثرات قبول کئے۔ باقیہ فیروز پر مکتوبہ طور پر کہو میں جو سلوک ان کے ساتھ روا رکھ کر کہا اس سے وہ براہ راست ہوئے اور ان پر آج کل اس اعتبار سے ہاتھ رکھو کہ انہیں طویل حالت تک پہنچا دی گئیں بعد اور جاری کے قیام کی وہ بہت خوشگوار باتیں ساتھ لے گئے تھے۔

جاری میں تقریباً چار ہفتے ان کا قیام رہا اس دلچسپ شہر کے طرانا سطولیت "عوام کی شوقی اہانت اور گھاس کی تانگی اور غرضو وار یہاں نے غالب کو بکرا لیا تھی کی اس وقت سے مرشد اور شہر کے سمور کی مسن میں گرفتار ہو کر غالب کا تحلیل ہندوؤں کو بھی آیا اور انہوں نے ایک مثنوی "چراغ دیر" کہی جو ان کے شعروں کی ایک لطیف عمدہ نمونہ ہے۔ شہر کی خوش طبعی "نکلت حراتی" دودھ جلی سے وہ کسی قدر مزہد ہوئے اس کا انداز اس جلا سے نکلا جا سکتا ہے جو غالب نے یہاں کے مولوی مولی علی خان کو لکھتے ہیں خواص پیدا ہوئی کہ عقیدہ ترک کردوں۔ ہاتھ میں ایک گلاب ہو، کھینچ کر نکلتا (نشد) اور میری پشت کے گرد بیٹھو (ایک حرکت دھاگہ) ہو۔ میں گنگا کے کنارے بیٹھوں تاکہ میں اپنے دھوکے پیست کو اپنی ذات (پیست) سے دھواؤں اور ایک قندہ کی مانند دوا کا آدن بدلتا۔ بدھ کی تجلیات میں اس شہر کے اڑ کو بہ نسبتی دیکھا جا سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ جاری میں مستقل قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں شہر کو چھوڑ کر نکلتے ہوا چار ہفتے باقی کے قصہ کی پہچان کر گئے۔

گلٹ میں غالب کا قیام تقریباً اسی طرح رہا اور بعض دھوکے جاری میں اس شہر سے محبت ہو گئی۔ جسم کی مہارت کے اعتبار سے تب وہ ہوا انہیں داس آگے اور بہت پرانے احوال غالب ہو گئے۔ موسم سرما میں وہ میں قیام کے ساتھ نئی ٹیبل کا پانی پیتے۔ لیکن بہت داسوں شروع ہوا تو ترک کر دیتے۔ حقیقت وہی کی کہ وہاں کی بہت گلٹ کی آب و ہوا انہوں نے زیادہ ہم مزاج پایا اور اس کی ٹھن میں ایک قصیدہ لکھتے۔ بہت ذرا جب انگیز معلوم ہوئی ہے جب ہم اسی صدی کے اختتام پر ایک ہادی شاعر کو گلٹ کی آب و ہوا کو برا ہوا کہتے تھے۔ گلٹ کی آب و ہوا کے بارے میں زیادہ عجیبہ اور حیران کن دے بھلے کے ہادی واقعہ طور کے قسم سے ملتی ہے۔ اس کا مشاہدہ ہے کہ موسم سرما کے چار ہفتے آب و ہوا کے گلٹ زیادہ غیر صحت بخش نہیں ہوتی لیکن موسم گرما اور بارش کے موسم کے اگلے ہفتے آب و ہوا صحت غیر صحت بخش ہوتی ہے۔"

گلٹ میں ان کے مہذب نے جس گرمی برقی سے انہیں خوش گوند کہا اس شہر سے محبت میں ایک اضافی عنصر ہو گا۔ بہت کچھ وہ باقی مل انکر جان سے آیا لیکن میں مرحوم جانی سراج الدین جان کی یاد سے ملے گئے انہیں اسیا ہوا ہے کہ اپنے گھر میں ہوں۔ ان کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں مولوی سراج الدین علی خان "مولوی عبدالکرم" نقلی مانتی علی خان "کتا" کہہ سکتے "مرا اہو جگہ خد پس اور دیگر جگہں اور جمل اعتبار دوست میرا آئیں۔ شوقا پاؤں تھے اور انہوں نے ہمارے شاعر کو جسے ہم گلٹ کے اہل سمیت سے متعارف کرانا ہو گا۔

اس کے علاوہ غالب کی ہادی شعری کی اصل قدرویت کا اعتراف ہر وقت کے دیکھنے کے دیکھ کر مراد دیکھنے میں ملے۔ انہوں نے مشاہد میں رہا ان کی تحریک کی اس کے بعد جو اپنی سرگرمی سے کہ سیر محرم نے غالب کی خدمت و کجی کی بلکہ ان کے دوست مولوی سراج الدین جو اور علی انکر جان نے ان کی طبیعت اور دلچسپی کی علی انکر جان کے کہنے پر غالب نے اپنی ہادی لکھا کہ ستر نہیں کاغذ اور چٹا رنگ قسم ہو۔

اسبب کی دلچسپی کے ساتھ گلٹ میں غالب کو دلچسپ اظہار کی چوٹی پر ہی طبیعت حاصل تھی۔ بہت کچھ غالب حکومت کے تکراری

مسٹر ماسٹر فزیر اور گورنر جنرل کے ہاتھیں بیکریٹری مسٹر انڈرل سٹریٹ سے ملنے کے دن کا پتہ کرنا کافی سے انتظار کیا گیا اور ان کے ہاتھوں کے حضور کے سلسلے میں خود ہی مدد ملی کی۔ گورنر جنرل لارڈ رینکین نے ۱۹۱۱ء اور کیم اگست ۱۹۱۲ء کو گلڈ میں دہندہ سٹوڈ کے اس میں اگلے شمار کو شرفانے گلڈ اور غیر ممالک کے سوا کے درمیان سلسلے والی نظام میں لپٹیں بک دی گئی۔

گلڈ برطانوی رنر کا دار الحکومت تھا اور اس میں انگریز دار الحکومت کا تمام عرصہ اور غلبہ پانچویں نصف ہاتھ لہاں میں ملیں ہوئی تھیں۔ غالب فزیر ان سے سحر اور اسے شکر کے پناہ چاہ کر دینے والے نظاموں سے وہ اس قدر حیرت ہونے کے جتن لہذا گلڈ سے دلی کو دلی انہیں شوق گزری۔ انہیں بجلی کے ہم یاد آتے تھے اپنے دوست علی اکبر خان سے درخواست کرتے ہیں کہ موسم میں وہ باتیں یاد کر م فرمائیں اور ہم بھیجیں۔

شکر کے حق کے خلاف جس چیز نے غالب کو سب سے زیادہ حیرت کیدہ لوگوں کی قوت حیات تھی۔ جو صنعتی حد کی قوت سے ہنک رہی تھی۔ انگلستان کے صنعتی سون کو تشکیل کرنے والے گلڈ میں آنا شروع ہو گئے تھے جو سائنسی سرگرمیوں سے تشنگانہ تصدیق کے دیکھتے تھے۔ لیکن انہیں غلے نے وہ اس وقت گلڈ میں تھے ابھی کی سیکشنس اور لوہوں کی ڈلی نکلتی ریسر اور سراسر نائن کی برسبیل کا ترنہ کر چکے تھے۔ اس قسم کی کوششیں لوگوں کے ذہنوں پر اثرات چھوڑے تھے۔ وہ عین اور سائنسی سطحت اور لہذا میں عام دیکھیں یہ صورت۔ گلڈ کے شروع سے وہ نومبر ۱۹۱۲ء کو ملے کیا کہ جان ہل میں ایک جلسہ کریں۔ جگہ پتہ کے درجہ ایک ڈاکہ دوسرے بلور نظام اس لئے وابستہ کہ پتہ کلیات وہ طرف اپنی سراسر داخلی کشش کے درجہ ایک سہ پائیس دن میں مکمل ہو اور یہ سراسر وہ کیپ میں وہ پانچواں کے درجہ اور شرفا یہ دیکھی کہ ۱۹ نومبر ۱۹۱۲ء تک اس پر عمل ہو۔ یہ تخلیق برطانوی دہلی تک محدود رکھا گیا اور یہ کہ برطانوی کا وزن تین سو سے کم نہ ہو۔ اس سلی کو پانچواں کے ایک داخلی جہاز اس کے ذریعہ پتہ نظامی طور پر دہلی جہاز ہوتے جن کے نام امریکی شکار بجلی اور برام پتہ تھا۔ یہ پتہ سٹوڈ کے دریاؤں میں استعمال ہونے لگے۔ نومبر ۱۹۱۲ء کو ڈاکٹر لائی پر سب اور پکچر ہر لکھن بجلی کے باوجود دہلی کا کالہ آج تک سٹوڈ کر لکھیں۔ پتہ کے خلاف سب کا سراسر یہی دن میں مکمل ہوا لیکن دلی ان کے سفر میں دس دن کم لگے۔ ایک عام بجلی کشش اس حاصل کو ملے کرنے میں تین ماہ لگی تھی۔

دہلی جہاز دہلی مدراج ہانے سے جہاز دہلی نکل دھل لایک تیار باب نکلا اور غالب کے ذہن پر اس کا اثر ہوا اور پتہ سے پتہ کے لئے ذہن کی کڑی کو نکلا رکھتے تھے۔ مثلاً اور سراسر ٹیپ لکھیں و بار کا پاس دھل ان کے ذہن کو دھلنا تھا۔ لیکن نے انگریزوں کی مدد سم جہاز اور سائنس دہلی کا اعتراف کیا۔ پتہ کے مولوی جو علی کو ایک خدا میں سمجھتے ہیں۔ یہ امر شہید نہیں رہا کہ دہلی جہاز ان لوگوں کی لہذا میں سے ایک ہے یہ جہاز دہلی سے دھل کر آئے اور دہلی جہازوں نے گلڈ سے آج تک حاصل ہو چکی ہیں ملے کید۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ دہلی جہازوں کی رفتار جن کی پتہ کے ساتھ رہائی کشش پتہ دلی جہاز تھی اسے دہلی کی گہرائی اور لہوں کی قوت کے مطابق ہر موسم میں تبدیل کر دیتے تھے۔ مثلاً اسی دن دہلی جہاز دلت کے وقت بجلی کششوں کی پتہ کسی منصب مقام پر نظر انداز ہو جاتے تھے۔

اگر دہلی جہاز دہلی نے حاصل کو طمع کر دیا تھا انگریزی ڈاک نے غیر دہلی کو محظوظ کر دیا۔ غالب اس سرکاری طر کے پتہ کا سلی نے اور اپنے اہم کارڈر "شمار ہر انگریزی ڈاک سے پیچھے تھے۔ انہیں پتہ تھیں تھا کہ جو طرہ اس ڈاک سے پیچھے ہائیں وہ کبھی کم نہیں ہوتے اور اگر تقسیم نہ ہو جائیں تو پتہ خوب کار کو دلی مل جاتے تھے کسی چیز کا وزن ایک روپے کے برابر ہوتا تو اس پر ڈاک فرج تقریباً ایک روپیہ آتا اور جب غالب نے اپنا طرہ ہر دہلی بھرتہ دس روپے لاکھ۔

اگر وہ ذرا طر دہلی میں یہ تبدیلیاں ہو رہی تھیں تو سر پر شک پرکس کے موہن ہونے نے طر کی تھلاؤ پر ہار کر اسے دہلی جہاز



## غالب کے فلسفیانہ افکار

غالب فلسفی تھانہ اس نے فلسفہ کے کوئی اصول وضع کیسہ نہایتی طور پر شاعر تھا لیکن اس کے اکثر اظہار میں فلسفیانہ خیالات رہے بے فکر آئے ہیں۔

فلسفہ ہم سے تعلیمات آئینہ "طبیعیات" طبیعیات اور تصوف کے مجموعے کا لیکن طبیعیات اور حضرات ہمارے نزدیک فلسفہ کے حدود سے خارج ہیں کیونکہ یہ دراصل تجربی علوم ہیں، انہو سائنس کہلاتے ہیں۔ تعلیمات کا بیشتر حصہ بھی آئینہ اور مصلحتات پر مبنی ہے لہذا اسے بھی فلسفہ میں شامل نہ کرنا چاہیے۔ آئینہ ہے فلسفہ ہے اور اس کے مسائل کم و بیش ذاتی اور فطری سے تعلق رکھتے ہیں۔ علم اور عقائد معروضات اور سیاست بھی فلسفہ میں داخل ہیں لیکن یہ ذہنی مشقیں رہے کہ فلسفہ اسی وقت تک فلسفہ رہتا ہے جب تک اس میں جذبہ کی علامت نہ ہو۔ سوز و گداز کی آمیزش کے بغیر یہ شعر کا ادب اختیار کر لیتا ہے اور جب کوئی ذائقہ شاعر عم و حکمت کے انہی مسائل کو اپنے جذبہ اور وجدان کی بدولت شعر کے چلب میں داخل کر لیتا ہے تو فلسفہ لیتا ہے اور خود نظمیں اور استعاروں میں بیان کرتا ہے تو حقائق کے دلکھ ہونے کو سمجھ جاتے ہیں اور حقیقی اور تخیلی استعاروں میں ایک دھندہ نکلتے ہیں۔

شاعر عالم عقلی کا بدشگ ہوتا ہے اس کے افکار کی بددیاری عقل اور دینداری اسی سے وابستہ ہوتی ہے۔ حضرت کے مظاہر اور حیات اور مملکت کے عناصر رنگا ہے اور ان کے مطابق تخیلی فکر کی دل دنیا میں بیکار کر اپنے طوفان بکھرے اس کی بددیاری کرتا ہے۔ اس کا احساس اس قدر شدید ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان تخیلی بیکاروں سے وابستہ کر لیتا ہے اور ہمارے انہی ایک ایک کر کے فن و صحبت کا لباس پہنا کر ایسے رنگ میں ہمارے ملتے ڈالتا ہے کہ ہم حیرت ہونے لگے نہیں رہتے۔ یہی حقیقی حیات کا نام پاتی ہے مگر یہ خودی نہیں کہ عالم عقل میں کم ہو کہ شاعر جو بیکار کے وہ مرقعہ مرقعہ دوست اور قتل قتل بھی ہو۔

### وحدت الوجود

غالب کے کام میں وحدت الوجود کا مسئلہ سب سے نمایاں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات کا زور و اثر اور حرکات عالم کی برائے شجر حقیقی کے نور سے سمود ہے اور ہر چیز میں اس کا تصور ہے۔ شے کا جسم بھول کی سرگرمیوں بل کی فکر انسانی قمری کی فکر ورجی انہا کی مسئلہ غریبی پائی کی روایتی سمودوں کا رقص سوز و گداز انوش و غروش اور لدا اثر ہے۔ اسی کا فیض ہے اسی جاہ غالب کتابت ہے۔

اور ۲ جلوہ یکجہی مستحق نہیں

ہم کہیں ہوتے اگر حسن و ہونا غرض

شعر کا سید جی راز حسن ہوتا ہے۔ سبب جس وقت دیکھا اور اس کی سمودوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایک جی برائے ہر عاری و ساری دکھائی دیتی ہے۔ یہ ہے اختیار پکار لیتا ہے۔

صد جلوہ درید ہے ہر شریک الخالی

خلقت کہیں کہ وہ کا انکس الخالی

وہ اس بات کو ثابت کرتا ہوا کہ کائنات کی حرکت ارتکاب کی جنش اور عالم کی گردش فلسفہ ایک دلت سے وابستہ ہے جس میں دلتی کی محاسن



نہیں جانتا ہے۔

ہاتھی ہلکے اور دھرتی کی گنہگار  
میرا، اور خوشی میرا بڑی گنہگار

: لیکن جس طرح میرا سوسے کو اٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے اسی طرح پادشہ بنگلہ کثرت کے دھرتی میں بھی نہیں سانسکتا۔  
ایک اور مقام پر وہ اسی مضمون کو اسے اٹھا کر بھی چھوڑ کر جاتا ہے۔

عالم کتنے دھڑکتے ہیں  
کب اٹھتے، کب غباری ہو، کب بے خواب

غالب دھرتی وجود کے مسئلے کو اس طرح بھی جیت کر جاتا ہے۔

بھلائی دلا، دکھائی دلا، غلط دھرتی دلا  
چکے بیکیت دلا، گر بھلا دھرتی دلا

مطلب یہ ہے کہ کثرت دھرتی پر غالب نہیں آسکتی۔ اگلی ہیٹ اگلی رہے گی ہے اسے ہزار بار شمار کیا جائے مگر تو دھرتی کو سمجھتا  
پہلے ہے تو فلسفی کھو کر انہیں میں نہ بھول، اس سے تو جیانی کے ظلم اور شرما میں جلا ہو جائے گا۔  
پھر کہتا ہے کہ یہ عالم جسے تو نے خدا بنائے کیا کھو رہا ہے کھلا دلت دھرتی جلا ہو گا ہے وہ دلت امید ہے۔ کسی چیز سے مرعوب  
نہیں، سب سے محرم لہجے عالم میں کیلی ہوئی ہے۔

اے کہہ پڑاؤں کھلاؤ، کھلاؤ  
دروازہ خلی کھلاؤ، دھرتی دھرتی  
عالم کہ تو جی دیکھ کر میدان  
دلت سے امید جلاؤ، دھرتی دھرتی

اسی خیال کو ایک اور مقام پر جوں جوں کرتا ہے۔

حلق درالہ دھرتی دھرتی دھرتی دھرتی  
بہت تر اسی سے چلا دھرتی دھرتی دھرتی

غالب دھرتی کے لئے میں اتنا سرشار ہو جاتا ہے کہ جب وہ اپنے گرد دھرتی پر نظر آتا ہے تو اسے دنیا کی ہر شے اسی رنگ میں رنگی نظر آتی  
ہے۔ مگر بھلا کثرت کی جلاؤ ریڑیاں اسے پریشان کر دیتی ہیں اور وہ سرکلا جیت ہی جاتا ہے۔

جب کہ تھو بی نہیں کوئی سوسا  
پھر یہ ہلکے اے خدا کیا ہے؟

ہو ہائی چو لوگ کیسے ہیں  
 نور، دھند، د لوگ کیا ہے؟  
 جسکی رنگ چھری کھنک ہے؟  
 گنگہ چٹم سورسہ سا کیا ہے؟  
 ہنر، رنگ کھنک سے آئے ہیں  
 لہ کیا جڑ ہے ہوا کیا ہے ؟

انسان کی اپنی صوفیانہ کرام کی تحریریں ہندوستان کی رات، رطلت کا آئینہ ہے۔ وہاں کا خیال ہے کہ جس شخص نے اپنی رات کا  
 روشن حاصل کر لیا اس نے رات پوری کو جان لیا۔ غالب اس عقیدے کو اپنے قصوں، ناولوں میں اس طرح بیان کرتا ہے:

ہے ہونگی صفت، دوسری خوشم  
 درپہ، یک صفت، لڑائی خوشم  
 لعل، ہے ضمیر، کہ، لعل، غلام  
 مانتا کہ، یہ، دوسری پیدائی خوشم

من عرف نفسه فقد عرف ربه

کی اس سے واضح تفسیر کیا ہو سکتی ہے؟

انسانی عقلی سے ہر چیز کو اپنے عقل سے جدا خیال کرتا ہے۔ مثلاً کہ لاکھ لاکھ آدمی اس انقلاب حقیقت کا منظر ہے:

ہیں کہ در گل دل ملو کہ راستہ دیکھت  
 صوفی، ہندو، ذوق، طالب، رضائے دیکھت  
 چہ، انکس، کہ، لود، و، لڑائی، ی، علی  
 لی، دی، کہ، درپہ، پید، ہم، راستے دیکھت

بھلا دیکھنا:

ہے کہہ سکتے ہو ہم تل میں نہیں ہیں چہ یہ  
 کہ شب تل میں نہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہیں کیوں ہو

نظریہ ارتقاء

مورخ قلعے کا ایم ڈی منٹو "نظریہ ارتقاء" ہے۔ اگرچہ قدیم شمارے بھی اس پر غور فرمائی کی ہے۔ مگر غالب نے اسے جس رنگ  
 میں پیش کیا ہے وہ سب سے الگ اور دلچسپ ہے۔ یہ کہتا ہے:

گراؤں کی طرح نہیں ہوتا  
پیش نظر ہے آئینہ دائم خوب میں

یعنی شہو حقیقی عالم موجودات کی خوب میں چھپ کر آئینہ کے دائرے میں نہیں سمجھتا ہے اور اپنے رخ و رنگ کو غرضِ خجیل سے آراستہ کر دیا ہے۔ جب یہ گراؤں و لہجائیں ٹھل ۛ جاتے ہیں تو وہ اپنے چہرے سے خوب الفت دے گا جس وقت دیکھنے والے پھر انہیں دیکھیں گے۔

کس کا رخ جلو ہے جیت آئے خدا  
آئینہ فرشتہ عشق است شکر ہے

گیا قدرت کی سرکاریاں اسی درجہ خجیل کو نہیں پہنچی۔ خدا نے اسے اس قدر کاغذ کر دیا ہے۔  
یہ جلو عشقِ خجیل ہے وہ تم بھر  
پہنچاؤں میں دتر مہدم بھر  
وہی دورِ جلد و آئینوں کے لئے  
وہ شکرِ خدا دمِ پیچہ تم بھر

یہ رب کے حکمانے زندگی کے بارے میں سب سے ٹھیکہ قائم کیے ہیں۔ میں نے اس سے وہ خاص طور پر قائل ہو کر ہیں۔ ایک دعوت کا قول ہے کہ کوئی شے نہ کہ دنیا میں قائم نہیں رہ سکتی۔ ہر چیز کے پھاڑ پھار کے لئے کسی دوسری شے کی ضرورت ہے۔ وہ دوسری شے اپنے اس میں نظر کے سوا اس لئے کا بہ نہ کہو نام رکھ دیتی ہے اور یہی ہم اس شے کا سبب بن جاتا ہے۔ خدا پھر اسی وقت پھر ہے جب انسان اسے پھر کہتا ہے۔ ورنہ وہ سچ ہے۔ اس کو واقعی قلم کہتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ سری دعوت کا قائل ہے کہ دنیا کی ہر شے ٹھنک جاتی ہے۔ اسے اپنی جگہ کے لئے کسی دوسری شے کی ضرورت نہیں۔ خدا پھر اسی وقت بھی جاری قرار دے دیکھنے والا کوئی نہ قلم نہ ہر سچی قلم کہلاتا ہے۔ غالب روحیات کا قائل ہے۔ اس کا تصور یہ ہے کہ یہ دنیا جو ہمارے سامنے موجود ہے اور اس کی موجودات کے جو ٹھنک ہم نے رکھ لئے ہیں۔ وہ سب ہمارے دماغ کے اختراعات ہیں۔ ورنہ عالم کھل ایک سو سو شے ہے اور ہم جو اس کے اجزاء ہیں اسی سو سو شے میں شامل ہیں۔

ہرچہ لفظ ہے دنیا میرے آگے  
ہو آ ہے شبِ روزِ دنیا میرے آگے

اگ کھیل ہے اورنگِ طیل میں میرے نزدیک  
اگ بات ہے اچھا سمجھا میرے آگے  
جو ہم نہیں صورتِ عالم مجھے منظور  
ہم خود نہیں ہستیِ شہاد میرے آگے

ہوئے صوفیاء کا نظریہ بھی اس سے متاثر ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا کی پیدائش ایک نقطے سے ہوئی اور پھر نگہ کوئی ہستی نہیں رکھتا اس لئے اس سے بچا اشد وجہ بھی ہے حقیقت ہے۔ خواہ وہ عقل انکس ہی کیوں نہ اختیار کرے۔ غالب کتابت

ہاں کائنات مت فریب ہستی  
ہر بند کس کی ہے نہیں ہے

» سب مقام ہے کتا ہے:

شہد ہستی مطلق کے کمر ہے عالم  
رنگ کتے ہیں کہ ہے ہا ہمیں منظور نہیں

دعوت اللہ اور کثرت رسوم کی عقل دے کو شعور و صبح و صبح کے سچ و باج ہونے کو اس سے زیادہ عالم فہم نکل نہیں سدا اور  
لطیف بڑا یہ ہیں دولت نہیں کیا جا سکتا

ہے مشعل نور صود پر دوزخ نور  
ہاں کیا دھوا ہے شعور و صبح و صبح میں

## دور کی آفرینش

دور دور اس کی آفرینش ایسے موضوعات ہیں جن پر عجب اور شہا کے خواہ نے بحث کی کہ کہا ہے مگر ہمارے شعرا نے اپنی رتھیں  
یادوں سے اس دلی مسئلے کو پائی کر کے بھلوا ہے۔ غالب بھی حقیقت کی ہمنوا کرتا ہوا کہتے پر اور دور حقیقت آموز بڑا یہ ہیں کہتا ہے  
کہ میری دور اس وقت پیدا ہوئی جب کائنات کی ہر شے غوی سے ناکسا تھی۔ نہ چاند میں نیا تھی نہ ستاروں میں ہلک نہ سورج میں  
دشمن مباحرام بلا سے بے خوف تھی پھول تخت سے غلام تھے اور پتہ طاقت پر داز سے صفوں

ہاں بحر ظہم کہ مہ را در شیشی دیدہ ام  
شب مہ چشیاں دلدردی گردنہ امی دیدہ ام

لخت خلوت خلوت دریاہاں کا نیلا دور  
زہرہ را اندر دوا سے نور عیاں دیدہ ام  
ہر یکے فارغ زنجیر ہر یکے بڑاں غریب  
لوئے داور » فطرت دوسل دیدہ ام  
ہرگز اسے بڑاں ہا دستانی نہ بدی طل کہ صفا  
لہ را در نور کدیاں داب نیواں دیدہ ام

رفتہ ام زہیٰ بنی بیدر ہوا دمویں دلہا  
 مہرِ غلب زہرِ جلی پہنک رہا ام  
 شاد ہوا سر گھن پہ جھنک لہو  
 طوا سفل جانی بر پہنک رہا ام  
 حرم رات لیل روزگرم کردہ ام  
 لکڑ لم کوش نہ طعن خواہم کردہ ام

### علاش حق

غلب اور صوف کا اہم ترین مسئلہ علاش حق ہے۔ ہر شخص اپنے عقیدہ اور اس کی اچھ کر رہتا ہے۔ ظاہری دنیا میں یہ مضمون  
 کئی بار ہو چکا ہے مگر غلب نے اس کو اپنے مخصوص انداز میں کہ اس طرح بیان کیا ہے کہ اس پر فحش کی آکھ بھی نہیں ہو سکتی

دہواذ محبوب کلمہ پاسک طبقت  
 اور نکلے گوہر غلب کھلی  
 اسی شور کہ گرداب بحرِ دولت برادر  
 اسے لکت دل خوفِ محبوب کھلی

ہماری ہلکے خواہش نہ کھیر  
 آملی پہ شیشی دہم اسے کب کھلی  
 شورشِ فوری کی ہر نفس را  
 پھرنک اسے جھنک مستزب کھلی

غلب دنیوی فکرات میں ڈوبا ہوا تھیں قلب اور کیمو کے لئے دھوم دھمکاتا ہے۔ انکلت ہوسر نکلیں ہی کہ اس کے  
 سامنے آتی ہے۔ وہ اس میں غور و فکر کرتا ہے اور اسے ہر شے میں جادو حق پورے بادل و اطل کے ساتھ نظر آتا ہے۔ وہ دھت کی یہ  
 دیکھ رہی دیکھ کر پھر اٹتا ہے۔

اسے سوج گل لوت لڑتے بھستری  
 اکاں سفل سڑتے بھستری  
 یہ ہوا نیست سفل میاورد ہر ما  
 اسے اسے گل پیام لکھتے کیمو

ہوں شمع اور تو بلخ ویرانہ کہ ہوں  
کھلی مرائی سہلے جھپٹتی  
اور چھ شعلہ کثیر کوئی نہیہ  
اسے وہ کو چو نہیہ جھپٹتی  
بچے بھڑکی ہر شعلہ کی وہ  
اسے سب برگہ میں کہ تو فراموش جھپٹتی

تھکاتے مشرق و مغرب کی ایک زندہ سہ جہت اس امر شعلہ ہے کہ حقیقت عالم کے چرے پر امراتہ ویرانہ کا وہ چہرہ ڈھلکی چڑھا  
ہے جس کا ہٹا ہٹا نہیں اور بقل مقلہ شیراز کہ

کیسے کسی کھڑو دکھلاؤ گھٹت میں مغل

سب نے اپنی چوڑی کا اعلان کیا ہے مگر غالب اس سب سے الگ ہو کر کہتا ہے کہ اگر تو امانت آسمان نہ ہو آجکے دشوار ہو تو امانت  
نہ تھا ہم میں ہی ہو کر چہرہ دہے اور شعلہ ویرانہ کی شعلہ سے بچ جاتے مگر مشکل یہ ہے کہ وہ جس طرح آسمان نہیں جس طرح دشوار  
بھی نہیں جس لیے شعلہ ویرانہ کی شعلہ قائم ہے

منا ترا اگر نہیں امان تو مل ہے  
دشوار تو کیا ہے کہ دشوار بھی نہیں

ہر کہتا ہے

میرم نہیں ہے تو ہی تو اپنے دلو کا  
وہاں وہ نہ جاب ہے وہ ہے مار کا

میں دلو کے نعروں سے تو ہی دھت نہیں دورن بظاہر جاب نظر آ رہے ہیں نہ بھی پند ساز کی طرح امراتہ جی کے رنگ ہر  
رہے ہیں۔  
یہ شعر بھی کیا ہی ہے

شعلہ ویرانہ ہے کس کی شعلہ حق  
کافری ہے جس کی ہر شعلہ تصور کا

فلسفہ حیات

غالب نے جس دہانے میں آنکھ کھولی اس وقت مسائل کی سطحیں ایک ایک کر کے مٹ رہی تھیں۔ قوم اصلاح اور چل کی

طرف قدم چھاری تھی۔ عرصہ حیات دودھ دھک ہو رہا تھا۔ یہ داخلی 'خود فرضی' اور کوئی 'فرضی' کی ہر طرف گرم چھاری تھی۔ مسرت و دل کی طرف اور تواضع افسانہ نگاری حوصلگی اور خودداری کا قلم خلیہ خود غالب کی حالت یہ تھی کہ جان کے قتلے پڑے ہوئے تھے۔ مسرت و راحت کی کمی اور خودداری کی قلت نے قلم میں اس کا لہجہ کر رکھا تھا۔ اس کے نزدیک فطری زندگی ایک مجبوری اور حیات بشری ایک کلفت تھی۔ طبیعت قلب صحت اور راحت حوصلگی کے لئے ترستے تھے۔ اس قسم کے ہمارے حالات میں اس کا کام جتنا بھی کم تھیں اور جن انگیز ہو تا کم خود غالب اس قدر ناگہانی اور نکلیں میں گھر کر رہی تھی کہتا ہے کہ انسان کو آثار فطریہ یعنی مسرت، ہنس، فکر، صبر اور دلیری کو دیکھا جائے اور خود میں کے پڑھو اپنے آپ کو شکوہ ہمارا دیکھا جائے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اگر انسانی عورت، آدمی کا دکھ ہو سکتا ہے تو ایسے دماغی اہلی اختیار کر سکتا ہے۔ جس سے تحریکات اور کم زور ہوں۔

جیل و راحت اور خوشی و غم کی تریب عظیمیں انسانی شعور میں سوانح نگاری اور حیران کنی بھی دیتے رہے ہیں۔ مطلق بھی قلم مسرت و غم کے کربان کرتا رہا ہے۔ مگر اس کا قلم مسرت نگاری نہیں۔ دکھا رہا ہے کہ دنیا چند دھک ہے، اس کی نزدیک عشق و رعب ہیں۔ اس لئے انکی موعود چھوڑ کے لئے اپنا دل فداغ صحت بخت سکون اور طمانیت توہین نہیں کئی چاہیے اور چہ کہ دنیا ہلکتے ہوئے تو آزمودنی ٹوشڈ چھلکی اور فانی اختیار کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے اس کا خیال بھونڈا رہا ہے۔

اس قلم مسرت کا دوسرا اثر منظر جبر و قدر ہے یعنی ہمیں طبیعت بھی میں کوئی دلیل نہیں ہو گھس جس حالت میں ہے خدا ہی نے ایسا بنایا ہے۔ ہم کیا ہیں کہ خدا کے ارادے کے بغیر حرکت کر سکیں۔ ہمیں بدھ چاہئے گا نہیں چاہا پڑے گا۔ اس خیانت کا اثر یہ ہوا کہ قلم کی قوم پر حدود محدود طاری ہو گئی۔ ہمیں موت نہیں اور مطلقیت مت نہیں۔ مگر غالب کا قلم حلقہ کے باطن خلاف ہے۔ نہ تو مسئلہ جبر کا قائل ہے اور اور نہ قائل 'ٹوشڈ اور تخلیقی' قلم کا حامی ہے۔ اگر سے طوری کرتا ہے تو قلم فم قلم کرنے کے لئے چھپتا ہے کتا ہے۔

مے سے فرض شکلا ہے کی دیکھا کہ

اک گونہ ہے طوری مجھے دن دولت چاہیے

وہ اگر طوفی رہنے کی تھیں کرتا ہے تو ساتھ ہی خود داری اور ہنس حوصلگی کا درس بھی دیتا ہے۔

میںوں دیندیش دکن شرم کہ در شہر

نکلاں بوجہ حکم ہوا جو دھرم است

گرداختہ دل صودہ شہد است۔ رہا قی

خود لوح حواریت کہ اسنگ دھم مسرت

ہاں ہم دیند کہ خواہی امتی

دیکھا ہنگام کہ اگر خود ہم دھم مسرت

دھم رجائی فرقت دھن گردن

نہیں رہے ہنگام کہ ہم است

غالب ایک حکم پر طوفان کا لہجہ میں نکلتا ہے:

مرا کہ ہوا غدارم زردگارچہ ۵  
 ترا کہ بہت دنیا شاق تو بشارچہ طوفان است  
 دگر تو چاکست ہوا کہ دوست  
 انہی رحیق مقدس دہری طوفانچہ ۵  
 ہمیں پہلا گل دوسری دہری دہری  
 بدست فتنہ تیری گرد ہے سہارچہ ۵

۵ سری تک میں بھی نکلتا ہے:

جا چلا دغیب از سنا ہمیں پہ سخی  
 دل عدوت اگر طوفان ۵ گداز سخی  
 جا ۵ سحر ہم لطف عشق سنا  
 جا د شہد کلام ۵ کہیں دہری سخی  
 شمع طراز غلام قدر غم دور  
 آہیں روش راغرازا دگر سخی  
 ہزار آہیں ۵ ۵ متعلیٰ نہ  
 ہزار سخی طوفان ۵ ہزار سخی  
 ہوا آواز کہ صبح بیست سخی کہیں  
 انہی شرب کہ خود حرام سنا سخی  
 دگر طریقی بخت ۵ ہوا داری  
 الم ہر ۵ طوفان کے طراز سخی

دنیا میں کوئی انسانی چیز ایسا نہیں جس میں ۵ خلاف خود متعلق کیفیتیں نہ ہوں اور کوئی کیفیت ایسی نہیں ۵ ۵ متعلق جنوں اور  
 مخلوق کے تعلق نہ ہو۔ یہ کیفیت خود اختیاری ۵ یا اضطراری کسی نہ کسی چیز پر ضرور پہنچتی ہے تو اس کا نتیجہ خوشگوار ہو یا بد خوشگوار پہ لطف  
 ۵ یا بے لطف اچھا ۵ یا براب ۵ اگر نتیجہ خوشگوار ہو تو کچھ کہتے کہ پہلی تک رسائی ہو گی ورنہ نامرادی کا منہ دیکھنا پڑتی ہے۔ ان ۵



مشرق و مغرب کے درمیان صرف ایک امید ہی ہے نہ جلدی رہنمائی کرتی ہے نہ کہ قیامِ ازل سے لڑائی اور فوج و جہاز کا کھنڈ بکھنڈ  
 حصہ افسانہ کو، جیت گیا ہے اس لئے کامیابی میں بھی کوئی نہ کوئی امید ضرور پائی ہوئی ہے نہ وہ افسانے پاس ہیں، وہاں نہ جاتی ہے۔  
 بس یہیں ہر طرف مصیبت کی مصیبت نگر آئی ہو، پھاروں طرف سے یہی پیدا ہو، ہاتھ پاؤں رد عمل میں گھٹک اڑ رہی ہو، چٹک  
 ہوں اُبل بکھ گیا ہو، حق و باطل ایک ایک کر کے مٹا دیے ہو، چٹکے ہو، اس وقت امید ہی دوری امتداد ملتی ہے جس کی پادشاہت افسانے  
 پاس میں بھی طوفانی کی کرن پھوٹ اُٹتی ہے۔ غالب کتا ہے:

عشرتِ قطب سے دریا میں کتا ہو جاتا  
 درد کا حد سے گزرتا ہے ورا ہو جاتا

ۛ

ایک ہاتھ پہ موقوف ہے گھری دھاتی  
 نورِ فم ی سہی لڑے شادی نہ سہی

ۛ

عشرتِ ہارہ دلِ دلمِ قنا کھاتا  
 لذتِ دلیلِ بزمِ طوقِ نگہاں ہوتا

غالب کتا ہے کہ قوی بھی غولی میں رہا کہ نہ بھولے اور دریا میں غولی سے ہمیں نہ ہو۔ دونوں کا ہر ذرہ برابر ہے جتنا ہی دریا و غول  
 کھڑی ہو کہ راحت کا موزہ جیسا کہ اگلے کاغذ کے دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ ایک راحت کا خط فم کے بعد ہی ہے۔ اور فم فراموشی  
 بزمِ عشرت ہر وقت اسی دھڑکے میں رہی گے کہ چہ نہیں آگے چل کر کس قدر فم انہیں پھیلانا چاہے غالب کتا ہے:

دریا سے نوکر ہوا افسانہ قسمت پانا ہے دریا  
 چٹکی اچی چیں تھو پہ کہ تملی ہو چٹکی  
 نہ لالی شرفِ اندیشہ کب دریا کو مبدی  
 کتبِ ظہورِ لانا حدِ تجویزِ قنا ہے

## فلسفہ اخلاق

غالب نے اکثر اخلاقی توصیفِ شاعرانہ عزت نفس، خوداری، موصطفیٰ اور استقلال کے حلق میں اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں۔ وہ ایک  
 اعلیٰ کی تحقیر اس لئے نہیں کرتا کہ یہ آفاق دوزخ کے لئے احوال میں بائیں بازو اس لئے کہ لوگ تک ہیں اور خدا کی مہلت خاص  
 ہی سے گئے کریں۔ مگر لوگ مہلت اس دوزخ پہ کسے ہیں کہ مہلت لئے ہی ہمیں شہد اور شربِ طہور ہو، کی تو مہلت کو دوزخ میں  
 محرک بنا چاہیے تاکہ یہ اُٹھ اُٹھ نہ رہے۔

طاقت میں کرے دے راہیں کی آگ  
دلتا میں ڈال دے کوئی سے کہ جلتا تو

وہ عجیب کے خوش اور خوداری کے لئے میں دہائی ہو کر کتا ہے

گردلوں سواقی دہی سراسے  
ہلا دیتی ہم دہی کی خواہم  
جستہ او سرگشتہ خوش دل دہی  
ظلمتی دہی کی خواہم  
گریم دلتا نور ہر دم  
برقی سہاویں کی خواہم

تکتے لب برماں دوتا دلچسپ ہوں دم  
گر ہونے اندر گلیں بھی خوشی مرا  
دہی تم وسط لذت آواز دہ  
ہنسے کہ ہوں ہر علاقہ میں رفت  
بلکہ تیری شہساز ہوں دم  
ملے گردم دے خود شہساز رفت  
تو کہ دیکھ خود دہی ہوں تکتے  
ہر ترماں ظلمتی سہاویں دہ

ہم بکتے کہ پاتا جدید ہر  
در عذر القلت سچا خود ہلاک

تاک یہ بھی کتا ہے کہ اپنے کو خود خود کھو خود پہ نہیں نہ کہ کہ کتا ہے اٹھ جانے سے دیا تم ہو جانے گی۔

ہر کہ حاکم دے پاتا لعلی ہزار  
اسے کہ درواہ علی چاہی تو ہزار کدورت

وہ استقلال کی تعلیم ان الفاظ میں دتا ہے

پارہی کہ دریا لعلی اصابت سے  
سب سے ہی ہر دم دہ کرے ہفت است

ابراہیم کی کاوری دیتا ہوا کتا ہے:

صفت آدمِ بقیہ و قریہ طلب کن  
بھتیجی معبود صہبی و شہر مہا سود

انکساریت میں غالب کی متعدد ذیل طرز اس وقت تک زندہ رہے کی سب تک اردو زبان کا نام ہے:

نہ سنا کر یا کے کوئی  
نہ کو کر یا کرے کوئی  
ہواک نہ کر لگا ہے کوئی  
بھلی وہ کر لگا کرے کوئی  
کوئی ہے جو نہیں ہے طاعت منہ  
کس کی طاعت دہا کرے کوئی  
کیا کیا نظر نے سکھ دے  
اپ کے رہنا کرے کوئی  
ہمب وقوع ہی اللہ کی غالب  
کیوں کسی کا کہ کرے کوئی





اس وقت اکیس لاکھ روپے

ہاں میں کہ تعلیم و تربیت کے ابتدائی دور سے کہیں بلوغت تک گزرا اور کہ کے باوجود مجھے جس قسم کا لائق رہا جس میرا پاس میں  
خواب کا ذکر کرتی تھیں اور اتنی کثرت سے سنتے تھے، کیا کہ وہ ان کے انشورنی حلقے کا ایک اہم جڑوں کے نیچے چھہ فطرتی اور ان کے  
غور اس سے ایک اندازہ ہونے کی اہلیت حاصل کی میرا لکھن میں کی قوت فطری پر پختہ ہوا کیا اور ایک دن وہ کیا کہ لائق اور لب کی فاکت  
میں میں وہ بہت دیر اور مشکل کتابیں کئے لیکن خواب کی یہ دہائی و مشکل کھلی صرف اب تک محدود نہیں ہے بلکہ مسئلہ عام کی  
مثبت و منفی ہے اس مسئلہ عام کی کیا کیفیت ہے اس کے بارے میں کیا عرض کروں مجھے دل کی بات خواب پختہ دل میں دہلیز کے  
درمیان و دور تعلیم نے اپنی فطرتی کھنگو منہ اور خواب فطرت پر ابھی ۱۹۴۸ء میں کسی نے یہ کتاب چھاپنے کے دیا ہوں:

عجب کے شعر میں اٹھان کے خاک سے خاک طیف سے طیف اور پیوہ سے پیوہ جڑہ اور اسی کی زبان عطا کرنے سے قصور اور غصے کی صورت دینے اور قصور اور غصے میں دوسرا چمک دینے کی جو غیر معمولی قوت ہے اس نے طیف سے ہر تجربہ کار ادراک ممکن کر دیا ہے اور اس نے عجب کا قافیہ سب اپنے کسی چہرے اور اسی کے سنی گھٹے میں جوت قصوں کرتا ہے یا اس کی خاک نہ قافیہ نکالے کی وجہ سے ایک مشکل میں مبتلا ہوتا ہے تو عجب کا کوئی نہ کوئی شعر ملتا ہے اگر اس سے کہتا ہے کہ دیکھو میں حسد ہی اٹھان اور حسد ہی اٹھان کی تفسیر ہوں اس صورت حال میں اٹھان کا حاصل دینے اور اس کا حاصل برقرار رکھنے کے جو امکانات ہیں اٹھان نے عجب کے شعر کو ہر حال کی توفیق دیا ہے۔ کوئی کہ اگر تیری جبین ہو چاہے کہ دنیا میں کوئی لیا ہے ہو اس کے دکھ کے سنی رکھتا ہے اور اسے اٹھان کی زبان دے سکتا ہے تو اس کے لئے زندگی بسر کرنا اور زندگی کو بسر کرنے کی جی بکھاتا اٹھان ہو جاتا ہے عجب کے کام نے اورد کے ہر شعروے کو اورد کے تمام انجمن دی ہے صرف ان کی بات نہیں ہر اٹھان تجربہ کے حوصلے میں عجب کے شعر اور اس شعر کو اپنے دالے کے ساتھ بھی صورت ہے زندگی کے ہر معاملے میں یہی بات ہے اس کا رشتہ دوسرا ہی جاتا ہے۔"



موقع کا غلبہ کو چھاندیں اور خود کیا طور پر رہیں۔ اگر اور ایسا کر کے اپنے اہل بیت سے علیحدہ ہوں۔

پھر چنانچہ کے قریب اور زندگی گزارنے کی انکار کیا، اس مسئلہ پر صاحب کے اہل اور فطری حق کا تحفظ کرنے کے لئے تو نہیں اور فکر بھی اتنی ہی عقیم اور بڑا ہو گیا تھا۔ لیکن اہل بدلتہ کے مطابق میں نے اس کے کام سے اس کی شخصیت سے اور اس کے انداز فکر سے پیش رفت اور بے نیازی کا معاملہ حاصل کیا۔ وہ اسے جدا سے سمجھ میں آئی، شاعر نہیں رہا، عمل 'خوشی' کا اس کے مسلخ نہیں لگتا، وہ قیاسی اندازہ ہی اس میں نہیں تھا اور اس کے انداز زندگی گم ہے۔

یہاں کہنے کا مقصد یہی کہی کے ہٹو چڑھ رہے۔ لیکن اس سے زیادہ اہم اس کا یہ ہونا کہ خود و یقیناً تصور دوسری چیزوں اور سماجی امور سے کسی لیکن بھرے انداز فکر کی پستی کا جاننے کے لئے یہاں کہیں سے انہیں اس لئے وہ نہانے سے اڑ پڑتے بھی رہے اور اس سے بچے ہزار بھی رہے۔

فنی زندگی (آؤٹ آف یونگ) کا کام نکتہ ہے کہ زندگی گزار رنگ اور برقیوں ہے۔ مطلقہ کے لفظوں میں "گزار گزار" ہے۔ اسے اگر صنف انسان کی طرح سر کرنا ہے تو ہمیں بھی گزارہ شیوہ بنانا ہے۔ گدھاب کی شخصیت نے یہی برقیوں پیدا کی (پیر ۱۰ شاعر) 'عدم' نامی قصہ 'پدارتھ' اور پھر جا کر یہ حوصلہ ہے 'خوف' ہے 'یہ پتلی میں میں کئی کہ دلی اور کلاڑی میں سے سے تھے چمے زندگی گزارنے کے لئے ہر حوصلہ جا ہے۔ طالب ہے ہر بھی حاصل کرے گا اسے ملے گا۔

ایک بار میں نے اپنے دوستوں کو کہا ہے۔

[illegible]

اب ذرا دیر کا کھانا سے قریب گئے تو یہی ناپاکار چلا حرکت اور سو اور ارشاد کا عظیم کفر آئے کہ خود اپنی حدود زندگی میں بھی نہ کھانا کر حقیر اور تبدیلی پر مست بنے کیونکہ کفر آکر کوئی آج ناپاکار ضرور کرنا کی خدائی عظمت کفر تھی۔ بسے پہلے باب کے اس شعر کو سکول واصل نے شخص تھوڑا کاہل چلا تھا تو آج بھی ہر محلے کے مشعل بن کر دیکھ اٹھتا ہے۔

گزارش عملی = فارغ التحصیلی نامزد

تبدیلی اور ارتقاء غالب کی اسی حوصلہ بندی کا ایک کرشمہ ہے جو ان کے عقل سے ان کے دھم، انہی سے ان کے (حق و اصل سے ان کے تصور۔

$$\forall \mathcal{L} \in \mathcal{L} \quad \exists \mathcal{L}' \in \mathcal{L} \quad \mathcal{L} \leq \mathcal{L}'$$

غز سے ہر جگہ تھک رہا ہے۔ کہ کہ ہر عظیم ذہن کی یہ خاص باتوں ہوتی ہے کہ اسی اصول کے تحت ہوتے ہیں اور یہی وہ نکھڑتے ہیں کہ زندگی کی ہر خاک اڑا کر رملوں میں گھول کر دے جانے لگے۔

۱۲۷۲۸۹۱۰۱۱۱۲

اور ان چوں کے بعد ہر کیفیت سامنے آتی ہے اور اس دہی کے ایسا حیرت خزانے کے ایک جہاز سے دہی ہر مرگ جاتی ہے

2 4 6 8 10 12

الماء واليابس والحر والبارد والظلمة والنور



## رٹائے غالب میں انیس کی رہائی

دلی میں بارہ سو ناکرختی کا اقرار کر لیا جاتا ہے۔ یہ سدا میرا نفس کی ایک رہائی ہے حتیٰ کہ وہ انہوں نے غالب کی دقت پر نظم کی تھی۔ آخر فروری ۱۸۸۳ء میں راقم کو ایک بزرگ کے خط سے اس رہائی کا علم ہوا جس کی حقیقت مہارت پر تھی۔ میرا نفس مرحوم کو غالب سے تعلق تھا۔ غالب کی جب وفات ہوئی تو میرا صاحب مرحوم نے ایک رہائی کی جو میرا وہ عہد تہہ کے کتب خانے میں میرا صاحب کے ہاتھ کی کپی ہوئی اب تک محفوظ ہے۔ رہائی حسب ذیل ہے:

گزار جہاں سے ہوا جہاں میں مجھے  
مرحوم ہوئے جو رحمت میں مجھے  
سراج ملنے کا مرحلہ اہل ہے  
غالب! سو افسانہ کی خدمت میں مجھے

خاندان محمود آباد اپنے بڑے دل و کرم کی منت میں مشہور ہے۔ راقم نے کسی سہولت معرکت کے بغیر محض اسی حسن عین کی بنا پر ۶ مارچ ۱۸۸۳ء کو صاحبزادی نواب محمد امیر محمد خان صاحب کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا اور ان سے میری راجعت کی تہنیت یا تہنیت کی درخواست کی اور ان سے یہ فریاد بھی کی کہ اگر مذکورہ رہائی ان کے دلچسپی میں موجود ہو تو اس کا کس مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے ۲۵ مارچ کو مجھے جواب تحریر فرمایا۔ راقم کو جو حسن عین ان کی راجعت و راجعت کی طرف سے تھا ان کے حلیہ طے سے اس کی تصدیق ہوئی۔ انہوں نے اس رہائی کے حلقہ بیان کرنا راجعت کی تہنیت بھی فرمائی اور اس کی ذمہ داری بھی مجھے بھیج دی۔

سردار کمار نواب محمد امیر محمد خان کے خط سے معلوم ہوا کہ اس رہائی کا اصلی نسخہ ان کے پاس نہیں ہے بلکہ اس نسخہ اصل کی فوٹو کاپی ان کے دلچسپی میں موجود ہے۔ وہ جب ان صاحب نے تحریر فرمایا کہ ہر میر جو میر میری اور راجعت نے اسی طریقے کا کس انہیں راجعت فرمایا تھا میر جو میر میری کا انتقال ہو چکا۔ مرحوم لکھتے تھے خدا جانے اب اس رہائی کا نسخہ اصل کس کے پاس ہو گا۔ یہ رہائی میرا نفس کی دلتا کر ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے صرف اسے چھڑائی ملتی ہے:

آفتاب کو دیکھ کر آفتاب

جو غنیمتیں میرا نفس کے لیے ہیں وہاں میرا نفس ان کے بیک راجعت سے واقف ہے ان کے نزدیک اس رہائی کا ہر میر میرا نفس کو ملتا رہتا ہے کہ یہ نفس کا کام ہے کسی اور کا نہیں۔

اسی طرح اہل فکر معرکت پر میرا نفس کی اس رہائی کا نسخہ نفس ہوا بھی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اب تک میرا نفس کے نظم کی تقریریں چنانچہ ان کے قدر دانوں کے ذہن میں موجود ہیں۔ ان خصوصاً اور بعض دیگر کے وہ بعض معلوم کتب میں میرا نفس کی تقریروں کے ہاگ چھپ چکے ہیں مثلاً "میرا نفس" ہندو "میرا نفس" راجاں ۱۸۸۰ء میں میرا نفس کے لکھے ہوئے چار سطروں کا نسخہ



## مکمل رحمت (نسخہ سوید)

وہم میں مکمل رحمت کی ترتیب کا نام شروع کیا تو مکمل رحمت کے دو مخطوط نسخے مرقوم ہیں، ایک نئے ایک مرید ملک رام اور دوسرا مرید وادی الرحمن جلدی لون دہلی، انھما دانے کے ساتھ ساتھ ان کے مخطوطی کو ایک بھی آجودانہ کی روایت میں لکھ دیے ملک رام کا مخطوط تو بہت ہمارے دیکھا جاسکتا تھا جو کتب خانہ کجلی جلدی صاحب نے جس مخطوط کو خریدنے کا ذکر کیا اس کو دیکھ کر دیکھنے نہ چاہا اور صرف ان کتب خانہ کے دو نسخے لکھ کر مکمل رحمت صاحب نے کتب خانہ میں شامل کر دیے ہیں اور جن کا پتہ ہم نے "نسخہ سوید" کے تحت سے آگے نہیں لکھا کہ کس مکتب سے اور پیر داغ میں کس مکتب سے لکھے، یہ کلی حالت ہے۔

مکمل رحمت کی اشاعت کے کئی برس بعد انور جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے جلدی صاحب سے مکمل رحمت کی اصل "نسخہ سوید" دیکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور باتب تحیم جو بی ملک صاحب اصل سوید کو اپنی فون کر کے مکمل رحمت کا نسخہ دیکھنے کی استدعا کی تب سے موصوف نے شرف قبولیت بخشا اور ملاقات کا وقت مقرر فرمایا جس میں موصوف نے اپنا مقدس انکار کے بعد شرف جلدی حاصل ہوا تو میری درخواست کے بعد اصلی حوت لکھ جلدی کی وہ اصل میں مکمل رحمت شامل ہے لکھ صاحب کے لئے دی گئی تھی۔ میں نے ایک نظر دیکھنے کے بعد موصوف کی خدمت میں عرض کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ میری اصل دیکھ کر موصوف نے انور و قرانی کی روایت میں پائی کہ اور جو باتیں کتب خانہ کے دوسرے نسخے میں اب اصل دیکھ کر ان کی تصدیق ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے جگہ جگہ دیوانہ لکھیں لے کر موصوف سے اس معاملہ کا اظہار کر دیا کہ اگر آپ ان کے کتب خانہ میں لکھ کر دیا تو میں یہ نسخہ بھی مرید کر دے۔ موصوف نے اس بار میں کراچی آگیا لیکن اسے موصوف کو کتب خانہ کے لئے کی یاد دہانی کرنی لیکن دانے پر انور کو خاک شد۔

اب نسخہ سوید کی مکمل کیفیت اس لئے زیر قلم ہے کہ باتب تحیم جو بی ملک صاحب اصل سوید اور اصل اصلی حوت لکھ جلدی صاحب کے وہ دو نسخے ہر مکمل رحمت اور انور صاحب کے مکتوبات و کلام سے متعلق ہیں "انور کتب خانہ لکھ جلدی" تو یہ باتیں میں ایک کافر لکھ جلدی کا اور اصل مکمل رحمت صاحب موصوف کے اس کتب خانہ کو لکھ کر دیا۔

نسخہ سوید کا اختلاف سب سے پہلے نقوی کے صاحب نمبر ۵۰ میں "میں انور" کے ایک مضمون "مخطوط مکمل رحمت" (۱۰ ص ۱۰) میں ہے۔

"اصلی رحمت میں مکمل رحمت کے دو نسخے ملے میرے علم میں آئے ایک تحیم جو بی ملک سوید صاحب کے اصل کتب کی نسخہ ہے مکتب لکھ جلدی حاتم ہے قرانی کہتے ہیں کہ اس کی کتب بمرور حاتم ہے لیکن یہ نسخہ نامکمل ہے کیا ہے یہاں معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ کے دو نسخے میں کوئی فرق نہیں ہے اسے وہ نسخہ ہی میں پھر وہ انور پیر مکمل کرنے کی نوبت نہ آئی۔" (۱۰ ص ۱۰)

نسخہ سوید کے حلقہ میں "مکتب خانہ لکھ جلدی" کا بیان تمام تشریح ہے، مگر یہ اس لئے کہ دیکھ کر لکھ جلدی ہو کہ میرے خیال میں وہ روایت کا انور کے اولیٰ مخطوط میں مکمل رحمت کے دو نسخے کے متعلق گفت کر رہی تھی اور جس میں وادی الرحمن جلدی حاتم کی حیثیت مرید مکمل رحمت صاحب کا پتہ ہے اور ان سے مرید باتب تحیم جو بی ملک صاحب کے ذرا فرق ہے اور میں موصوف نے مکمل کرنے کی کو حلقہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مخطوط دیکھ کر داغ ہو چکا کہ نسخہ سوید اور اصل اصلی حوت لکھ جلدی صاحب صاحب کی بات کا ایک صر ہے مگر یہی حد ہے جو کہ اس کی کتب خانہ میں لکھ جلدی کے مکمل ہوئے کی وجہ سے کوئی فرق ہے اور وہ کتب خانہ سے اسے وہ نسخہ ہی میں پھر وہ انور پیر مکمل کرنے کے لئے اس نے اپنے لکھ جلدی کے مطابق حاتم یا صاحب کیا ہے۔

میں اور جس کے بعد اس نے کافور گل و حار مرچ و دار الحنن عابدی مرحوم میں رہا ہے اور چھ مہلت کے ٹکس بھی شامل کرکے  
ہیں۔ عابدی مرحوم نے خاصی عزت اور دہلی کی دہانے سے کوئی مسئلہ کیا ہے۔ سن کی محنت کی دوا میں اپنی مرچ گل و حار میں دے چکا  
ہوں اور ساتھ ہی میر حاصل تیرا بھی لکھ چکا ہوں میں نے شہرے میں اور قیادت میں عابدی مرحوم کے قیادت اور صرف نظر اور  
تصیل سے بیان کر دیتے ہیں۔ یہاں صرف یہ ماحول چلی گیا جاسکتا ہے۔

”صرف کے اس بات سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ موصوف نے پہلے لٹو سیرا سے لیا اور مظلوم صوں کی عقلی معزی  
بانگ رام کے متعلق اور لٹو مرچی سے کی۔ حار گل و حار ہنگ کے قلم لٹے سے لیا اور ان کا متعلق لٹو خواب سے کیا لٹو سیرا  
میں حار نہیں ہے کیونکہ اس مسئلے میں نہ لٹے سے پہلے یہ شعر ہے۔

باب زہر بیست لڑنے کو ہی کسم

کئی داسطی دولت و لیم نہ

اس شعر کو ہم اور کے بعد ہم لٹو سیرا کے حق کے کو ایک چلی کرنے کی کو حلق کرتے ہیں۔ گل و حار لٹو سیرا عابدی اور  
بانگ رام کی مرچ گل و حار میں سب لڑی ہے۔

پہلے لٹو سیرا کا کام اور سیرا شہید و حار کا کام ہماری سیرا حار لٹو خواب اور مرچ گل و حار میں آتی ہے۔  
(۱) لٹو سیرا میں پہلے کھل ہے اور آخر میں ”میرا شہر رام ہی لٹو“ اور ۱۹۳۵ء میں ہے۔ مگر گل و حار میں اصل لٹو سیرا کو ظاہر کیے  
پہلے ”انہیں سیرا میں مہرچ کھڑے کرنا چاہیے۔ پہلے میں مہرچ لٹو سیرا ہے۔ لٹو سیرا کی طرح حق کے بعد اور کام  
ہے۔ لٹو سیرا کی طاقت ۱۹۳۳ء سے ہوئی ہے۔

(۲) حار کا کام اور گل و حار میں ۱۹۳۱ء فرسوں سے لٹو سیرا ہوئے ہیں۔ لیکن لٹو سیرا میں مہرچ ”میرا شہر لٹو سیرا“ لکھنے کے بعد  
یہ سولہ شعر نقل ہوئے ہیں کہ گل و حار کی چھ مختلف فرسوں کے ہیں:

قا خواب میں خواب کو قلم سے مظل

جب آگہ کھل گئی نہ لیاں قلم نہ سودھا

لٹا ہوں کتب قلم دل میں سبق آموز

لیکن یہی کہ دقت کیا اور بد قلم

امیلا کتنے نے دارغ صوبہ برنگی

میں درد ہر لہاس میں آگ اور قلم

دست فراموشی میں بھی کسی لٹو سیرا کے کیا

دلم کے بھرتے تک باطن نہ بندہ کوئی کے کیا

خاندان دلف ہیں دلیر سے بھائی کے کون

ہیں کرکھ دھاندلی سے گھبرا دیں کے کیا

مرض کچھ اور لٹو سیرا کی گری کئی

بیکر خیال کیا تھا، وحشت کا کہ صراہل کیا  
 محبت قہری ماں سے لیکن لب ہے بے دانی ہے  
 کہ صبح بولے گی سے ہاتھ جو آپ کے دم مرا  
 گرم نہیں ہے تو ہی ٹولے راز کا  
 ہاں وہ نہ چاہے ہے پھر ہے مالا کا  
 تو دور سے غیر نظر ہائے تیر جو  
 میں دور دیکھ کر ہی مٹا ہائے راز کا  
 ہی ہی کہ عرش ہاں سے چلے آئیں رہے  
 ہر گوشہ بظاہر ہے سر چھو ہاں کا  
 تیرا کوشش لم جہری ہر وہ  
 چو کہ تھا دہندہ مگر ہائے راز کا  
 ہاں میں جب وہ چاہتے ہیں  
 میرے انہوں کو برا چاہتے ہیں  
 کہ اس نے اڑ دیکھا ہے ہم  
 بھی ایک اپنا ہوا چاہتے ہیں  
 تو جتنی سے رہائی معظم  
 شک کہ ہے سچا چاہتے ہیں  
 عقلی ہائے طعنے سے بچے  
 رنگ ہائے کو رہا چاہتے ہیں  
 کس کا دل زلف سے ہوا کہ اس  
 سے شکر ہے تھا چاہتے ہیں



دیکھ کے انعام پر دہش کی گئی ہے۔ خود پارسہ مجھ سے کہے کہ آخر میں میرے لئے ایک چھٹی منزل تھی۔ نے تھی، انعام کی تکلیف ۲۰۰  
تھی، ۲۰۰ سے کہے کہ جس کی مطابقت ۲۰۰ سے ۱۰۰۰ سے ہوئی ہے۔ ۲۰۰

ہماری مروجہ گل رحمت میں کل اشعار ۲۰۰ ہیں۔ لیکن میں تین شعر گل رحمت ایک نام سے لکھ چکا ہوں۔ نام میں ۲۰۰ ہیں جن میں ۳  
شعر ہماری گل رحمت سے لکھ چکا ہے۔ نام میں ہماری گل رحمت میں ۲۰۰ ایک نام کی مروجہ گل رحمت کے ہیں اور حاکمیں لکھ چکا  
سودا کے ہاں کرشمہ کے ہیں جن کی تفصیل دہش میں ہے پہلے چار چار غزلوں کے مسئلے اور شیخ صاحب فریاد

غزل نمبر ۱

حاکم کر ہے دلد اس قدر جس بزم رضوان کا  
وہ ایک گدرد ہے ہم یہ غزلوں کے حلق لہان کا  
نکھر میں ہے ہماری لہان وہ لکھ چکا  
کہ یہ شیراز ہے انعام کے ازلے پہنچ کا

غزل نمبر ۲

ہم نے مجھے دیکھ کر یاد کیا  
دل بھر کھنکھانہ فراد کیا  
ہم نے مجھ کو پہنچ کر یاد کیا  
نکھنکھانہ فراد کیا

غزل نمبر ۳

حسن طوطے کی کھانسی سے پتہ چلتا ہے  
ہم نے انعام سے ہیں لکھ چکا  
آئے ہے دیکھنی عشق پہ دہش صاحب  
کس کے گھر جانے کا چاہ بامیرت ہے

غزل نمبر ۴

کہیں ہیں گماں نہ تپ رہا یاد دیکھ کر  
جنا ہیں اپنی طقت دہش دیکھ کر  
سر پہ لکھ ۱۰ صاحب شہدہ جان کا  
یاد آگیا مجھے تری دہش دیکھ کر





دشمنی اور قریب ہو گئی۔

۱۰ غزلیات قاری گل کو

و ترجمہ "ہم شد گل و شاد باریخ اسلم دی قند ۱۳۵۲ھ" یہ ۲۷ فوری ۱۹۳۳ء سے مطبوعہ رکھتی ہے۔

گل و شاد سے یہ حقین بہت کم ہے گوکہ غزلیات کے ۳۵۳ شعروں میں صرف ۲۱ درج ہیں۔ گویا ۳۳۸ شعر کم ہیں۔ ایک قطعہ قاری کا نہیں ہے اور قاری کی ۲۷ غزلوں میں سے صرف ۹ غزلیں ہیں گویا ۱۸ غزلیں قاری کی نہیں ہیں۔ قاتر گل و شاد بھی نہیں ہے۔ اس لئے اہم ہے کہ اس میں بعض اشعار و محلات جان کے گئے ہیں اور بعض قاری اشعار بھی ایسے معدوم ہیں کہ جن سے تاجت کلام میں مدخل ہے۔ قاری مراد گل و شاد میں چھ شعر قاری قصیدے کے ایسے موقوف ہیں جو نسط ماکہ میں نہیں ہے اور ان میں یہ ایک شعر ایسا ہے جو کہیں نہیں پایا جاتا۔

ابواب از حریفین وطن نشووم

یہ خلف از وطن ہم چوں غریبوں شوم

اسود زکونہ کی مدثن میں نسط اصل سودا گل و شاد کا انتخاب ہے جو قاضی عزت اللہ دہلوی نے کہا اور اپنی حاضری میں درج کر لیا اس میں دیباچہ کے بعد معدومہ تاریخ سے صرف اشعار ملتے ہوئے ہیں کہ گل و شاد کا کوئی ایسا نسط قاضی صاحب کے سامنے تھا جس میں دیباچہ کے بعد یہ تاریخ ملتے تھے۔ یہ صاحب نے وقت فعل کسی ہو گیا یا بحر نسط کے کاتب نے خود کہہ دی ہو گی۔ گل و شاد کے حق کے علاوہ دو قاری غدا اور چار اور غزلیں بھی اس حاضری میں نقل ہیں۔

## ڈاکٹر کوہر نوشہی

## مرزا غالب کی نثر نگاری

اردو نثر کے تاریخی سیاق و سباق میں مرزا غالب کا نثری اسلوب بعض خاص اہمیت کا حامل ہے۔ مرزا غالب کا اسلوب نگارش اردو نثر کے جس حلقے سے وابستہ ہے وہ تھا ہوا اس میں اسلوب نثر کے دو اہم دور گزر چکے تھے۔ پہلا دور عربی اور فارسی لٹری سے متاثر اس قدیم اسلوب کا تھا جس میں الٹی قرین سوجھ بوجھ میں خیال بنی اور ہندوستان کی دنیا معلوم اور انداز میں یہ فہمیت حاصل تھی اور لٹریچر وادعویٰ افکار کے درمیان اور زبان کے بچاؤ و فہم میں الجھ کر رہ جاتے تھے۔ اس اسلوب میں لکھنے والے کے ذہنی تجربہ اور افکار و فہمی کے ذہنی رد عمل اور دلچسپی کو مد نظر نہیں رکھا جاتا تھا اور اردو نثر ہمارے نئے احوالوں کی رنگ باری کر رہ گئی تھی۔

دوسرا دور فورٹ ولیم کالج کے نثری کراموں کا تھا جن میں "مخدومزاد قوت" کی افکار کے مطابق مصنفین نے اس نکتہ سے بھرپور اور مرزا ضعیف نثر سے اپنا رشتہ قطع کر کے سادگی اور سادست کو اپنا اور اردو نثر کو اسلوب پرستی کی قدیم ودان سے آزاد کر کے اسے انفرادیت کے افکار کا وسیلہ بنایا اس طرح ہمارے ادب کی نثر میں مشرقی طرز احساس سے عمل وادعویٰ اور افکار پرستی کا رجحان نظر آتا ہے وہاں "سرس" دور میں اس مسئلے سے انحراف اور غافلگی ہوئی تھی ہم ادعویٰ و لکھنے والے سے یہ یاد رہے کہ اردو ادب کی بنیاد سے اردو نثر جتنی تکلت سے وابستہ ہے۔ بدلی مشرقی تہذیب و ثقافت اور مغربی طرز احساس کا انہیں فرق سمجھ کر خود بخود بخود اور عقلی و فہمی کے نثر کے مقابلے میں فورٹ ولیم کالج میں الٹی نثر کو رد کیا جاتا تھا ہم یہاں چاہے کہ قریب اور عام فہمی کے لئے کمال فہم تھی۔ چنانچہ ہمارے اردو کے دیباچے میں انحراف کیا گیا کہ:

"محبوبوں کے خود دہن پہلے کلی کر گشت نے لطف سے لہلہا کر اس قہقہے کو نصیب ہندوستانی کھنگر میں نہ اور  
کے لوگ ہندو مسلمان "عورت" ہوا کے ہلے "خاص" عام اکہ میں بولتے ہیں "تبرہ کہ"

میرا میں اور میں کے رشتے اردو نثر کو نئے فہمی شخصوں کے مطابق اعلیٰ کی کو مشق کی جیسی خود اپنے طرز احساس کو پورے طور پر نہ بدل سکے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اول فورٹ ولیم کالج کے اہم مصنفین کی نثر یکساں خصوصیت کی حامل تھیں۔ مثال کے طور پر ہمارے دیباچے میں "سرس" دور کے مصنف کے حصے میں تھیں "آئی" "سرس" فورٹ ولیم کالج کے اہل مصنفین جن میں خود میرا میں بھی شامل ہیں۔ قدیم طرز فکر یعنی یہ ثقافت نثری اسلوب کے سرے پر ہی طرح باہر نہیں آتی تھی۔

مرزا غالب کو بھی وہ اہم اسلوب ورثے میں ملے تھے جن کے مقابلے سے انہیں اگر ایک طرف سبج اور تنقل نثری ثقافت اور اس کے سحر دہن فہمیت نہ ہوتے تو انہیں ہوا تو "سری" طرف فورٹ ولیم کالج کی نثر کے بدلے میں انفراد ہوا کہ یہ اسلوب پرچہ عام فہم ہے لیکن اس میں اپنے لہجے کے ادبی شہور اور زندگی کی عکاسی نہیں کی گئی۔ چنانچہ غالب نے اس کی کامیابی کرتے ہوئے اپنے نثری اسلوب میں نہ صرف اس کی عکاسی کی بلکہ اردو نثر کو ایک کمال عقیدہ کو نہ بھی عطا کر دیا۔

غالب کا نثری اسلوب انفراد تر الطور کی عقل میں ہے جن کے شعور ہمارے لب تک شائع ہو چکے ہیں۔ عیندی "لہجے سلی" غالب غالب ہمارے "عقود غالب" "شہادت غالب" وادعویٰ۔

غالب نے عقود فہمی کے ذریعے میں اسلوب نگارش کو روحانی کرامات میں نہ جس افکار کی درمیان اور کوہنگری پر زور ہے اور نہ صرف لہجے مطلب کے مقابلے رکھا گیا ہے بلکہ ان کے ہی اہم پر ثقافت انفراد اور لکھنے کی نثری فہمیت نے بکھا ہوا کہ یہ اسلوب اختیار

کیا ہے جس میں اللہ اور مطلق نام یک جان ہو گئے ہیں۔ اسلوب کے بارے میں اگر یہ مفروضہ مان لیا جائے کہ:

”اسلوب کھینچنے والے کی شخصیت کا یہ تو ہوتا ہے تو یہ بات بلاطوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ غالب کی نثر میں کی شخصیت کی مکمل طور پر آئینہ دار ہے اور ان کی طرز نگارش میں ان کی شخصیت کا مغربی ہونا ہر طرح کے تشبیہ اور مختلف سے پاک بالکل واضح نظر آتا ہے۔“

غالب کا اردو ادبی مزاج ’مشرقی طرز احساس سے وابستگی‘ ’تذہیبی مقدار سے ہم آہنگی‘ ’جنت اور قہر کی دو این‘ ’غربیت میں کی شخصیت کے قریب پہلوؤں کی نثر میں صاف نظر آتے ہیں۔ انہوں نے نثر میں بے غلبہ انداز پر قہر دی اور سلوکی ’سلاست اور مدالی‘ کا شمار دلیہ ان کی نثر میں خیال انگیزی کے ساتھ ساتھ ادبی مغربی کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

غالب کی نثر کی ایک نمایاں خصلت یہ ہے کہ ان کے ہاں نثر کی مختلف انواع کے تقاضوں کا شعور محدود ہے۔ یہ غلطی ان سے پہلے کسی نثر نگار کے حصے میں نہیں آئی تھی انہوں نے ایک وقت میں نثر کے مختلف اسلوب کو یک جا کر دیا ہے۔ ان کی بعض عبارتوں پر داستان گوئی کا گمان ہوتا ہے تو بعض عبارتیں غزل لکھی کا اسلوب لے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان کے بے شمار مکالمے دار سے کے متحرک اور زندہ مکالمے دکھائی دیتے ہیں۔ چند نمونے سامنے فرمائیے۔

۱۔ اگر زندگی ہے اور ناپائیداری کے دکھائی کی جائے گی۔

۲۔ کام جان کی گلی ’خیراتی کے پھانک سے چل کر چک غصے کے پھانک تک بے چراغ ہے۔

۳۔ یہاں تمہارے دوا تو نواب امین الدین جان پہلو ہیں ’میں تو تمہارا بندہ ہوں۔

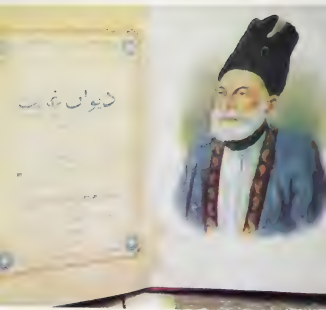
۴۔ اسی چمڑی کج رفتار کا رہو ’ہم نے اس کا کیا کا کا خدا تک دلیں دہلا دہلا رکھتے تھے ’ایک گوشہ وحش خدا

چند مجلس و سہ نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ غصے ہول لیتے تھے۔

سواری نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اسے غلبہ اور قہر کی جگہ نہ تھا ایک نگر دیکھا

غالب نے اردو میں جس زندہ اور قابل تنقید نثر کی بنیاد رکھی اسے ان کے بعد قبول عام حاصل ہوا اور یہی سبب ہے کہ آج کے دور میں بھی ان کے ہاں غالب کے اسلوب کا یہ تو نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔





یہ تصویر ڈاکٹر حسین نے کسی جرمن لکاش سے  
 چار سو روپی تھی۔ اس تصویر کی تیاری کے لئے مولانا  
 حلال کے پاس سے ۵۰ روپے سے بھی استفادہ کیا گیا

خطے میں جس قدر اصطلاح استعمال کر سکا تھا وہ کیا۔ یہ تصویریں اس کے سامنے تھیں۔ غالب کے نقوش اور لحاظ داخل کی ساری خصوصیات کو اس نے ہر کلمہ غالب کے سوشل و فنی امتیازات کو بھی نظر انداز نہ کیا۔ آخر عمر کی احمول کیفیت و چہرہ کی اس ہجر میں غفلت ہو گئی ہے۔ — اس قسم باتوں کے علاوہ ظاہر اس ہجر کو "غالب" کہنے کے لئے چار نہیں۔ وہ اسے "کلاسیکی شاعر" کہنے پر مصر ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ فکار کو اس عنوان پر کیوں اصرار ہے مگر ایک عنوان یکہ بھی وہ غالب بلکہ غالب ہے اس کی عظمت اس عنوان سے بھی ظاہر ہے اور جو ہجر تخلیق ہوا وہ غالب کے سوا اور کون ہے؟ اگر فکار کا جذبہ یہ ہو کہ وہ سب سے عظیم شعرا کو بھی اس "عظیم" میں لٹا دے تو جیسے آج تک برا نہیں ہیں "کلاسیکی شاعر" ہونے میں بھی وہ اوصاف "جہلے" ہیں جو ہم غالب سے منسوب کرتے ہیں اور جن کا اصل اصطلاح نہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا غالب کی یہ نگلی شہیہ یاد کرتے ہوئے فکار نے غالب کی شخصیت کا پورہ مطالعہ کیا تھا اور اس نے اس خصوصیات کو چرخی گرفت میں لیا تھا جس کی وجہ سے غالب ایک تہذیبی علامت بن گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کا یہ نگاہ پلاند نے بھی نہیں دیا اور چند لکھی باتیں بھی شامل کر دی ہیں جو فکار کے ادبی فکر کا ہم دیکھتی ہیں۔ فکار اپنے موضوع کو کسی کس لکھنے سے دیکھتا ہے میں پر یوں بھی کوئی تہ فنی نہیں لگتی جا سکتی۔

بعد نے یہ ہجر یعنی جنہوں کے اسلوب پر غلط ہے کہ اصطلاح "کلاسیک" کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کلاسیکی شخصیتوں کے لئے یہی اسلوب مناسب بھی ہے کیونکہ وہ قدر و قیمت کو اسیر کرنے کے لئے اس اسلوب کی روایت اور کی روایت بھی کرتی ہیں اور وہ بھی مگر بعد نے شرقی مزاج و ادب کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے اور ہجر جاننے کے وقت ایک نئی بین راستہ اختیار کیا ہے مگر ہجر میں انہیت کی جھلک نہ دکھائی دے۔ مثلاً آپ باتوں کی ترتیب میں یعنی نگار کی نگلی سی جھلک پائیں گے تو انہوں میں وہ جنت و درانی اور شطہ بھی نظر آنے کا وہ غالب سے جنسوں اور اس کے فنی طرز سے متوجہ ہے۔ عمر کی روایت سے انہوں کے اور میں دیکھا ہوں بھی ہے گویا چراغ کی اور شمع تو ہے مگر دماغ فزونی بہت شب نے فوٹی کی سیر سے قریب پہنچا رہا ہے؟

بعد نے یہ کام اپنے عام انداز اور سے مختلف طور پر کیا ہے کیونکہ اس کے دیگر جیسے کلاسیکی یا "روایتی" موضوعات و اسلوب سے مختلف نہیں ہیں۔ اس کی علامت علامت نے دوسرے روپ اختیار کئے ہیں۔ بعد دیکھو کہ ایک جہت انہوں نے کلاسیک کا جہم و چراغ ہے۔ چودھری شاد میر تقی میر اور دوسرا پاترا جیسے مشہور استادوں کا شمار دیا ہے۔ اس نے کھنڈ کے ترش لیز کا شس کلا سے دیکھا۔ سندھ لہی بھی حاصل کی ہے۔ اس کے فنی کی نشانیں کی جگہ ہو چکی ہیں اور جنہوں کی تصویر انہوں میں شروع ہوئی رہی ہیں جنہیں نگار نے فنی نے سراہا۔ پسندانی طور پر وہ نمود لائیں کا شوق نہیں بلکہ خود ساختہ سے بھی نمود ہے مگر فکار کی روایت ہے پردہ کی اس میں بھی نمود ہے۔

بعد نے ہجر ساری کے علاوہ فنی نگاری بھی کی ہے۔ تجزیہ مطالعہ اور کرب و غم رنگوں کا شائق و گدیدہ ہے۔ اس کے موضوع اور تہذیبی دل کی دھڑکیں ہیں۔ فنی کے عظیم فنی باتوں کو دیکھنے کے لئے اس نے ہر سے برصغیر کا کوئی نہ چھن دیا ہے۔ ہجر پائین میں ساری ہزارہ جہم اور چٹلا کے سرچشموں کو دیکھ چکا ہے۔ ہجر میں ایلے دیکھا اور ہندوستان کے ہمارے دیکھے ہیں۔ ساری گمراہ فزونی جہم جہم فنی کی نمود ہے وہ بعد کی نگار ہے۔ مگر نگلی ہے۔ جیسے جیسے عمر میں غفلت ہو گا اس کے فنی تجربات اور متنازعہ تجربات کا وہ بھی دستچ ہوتا جہلے کا جس کی ہمیں چرخی توقع ہے۔

## تعلیقات غالب

شعری اصطلاح میں "غزل" یا "تن" ایسے اشعار کو کہتے ہیں جن میں کوئی شاعر اپنی حالت اور اپنے کل فن و لہجہ پر فخر کا اظہار کرتا ہے۔ "لعل لب سے انواع شعری میں غزل کو ایک خاص صنف قرار دیا جاتا ہے۔" "عنی تباری اور اردو کے تقریباً تمام شعراء (غالب، اقبال، اقبال) کے یہی ہمیں ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں وہ کسی نہ کسی انداز میں اپنے کل فن اور بعض شعراء اپنی برتری کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔" "غزل" غزل کے یہ اشعار خاص طور پر:

بازوں سدا بہشت خاک شیراز ازچہ بود  
گر بود اگر کہ گرد سواد دلائے من  
تقریب کہ من تو سر مدح سادہ دم  
نہ انوری نہ لعلی وہ نہ بہلی

یا "غزل" میر کا ہے۔

میر کا ہے میرا دلہا ہوا  
اگرچہ گوشت گری ہوں میں شاموں میں میر  
پہ میرے شعر نے دوسے بھی قسم لیا

اسی طرح صفحہ اور سوا کہتے ہیں۔

صفحہ دلائے پہلا ہے میرے رجب کو  
شادیوں گد ہے مزا کی بھی موزلی کا  
موس صبی کی تصویر کھینچ آئی ہے سوا کو  
کئی خاطر میں اس کے بانی و مولا کو ہے

تباری میں لکھا ہے کہ اشعار قسم کے شعراء بھی تعلق سے نہیں جاتے اگرچہ ان کے یہی ایسے اشعار لکھتے ہیں اور چہ ایک شعر ایسے ہیں جن کے یہی غزل اشعار کی خاصیت ہے۔ ان میں غالبی و موزلی وغیرہ سراسر ہیں۔ یہ شعراء ایسا کہ پہلے عرض ہوا انہیں روا دست اپنے کل فن اور اپنی عظمت کا اظہار کرتے ہیں اور کہیں دوسرے شعراء کو اپنے سے کم درجے کے شاعر کہہ کر اس سطح میں موزلی یا دہم ہے اور اسی وجہ سے اسے بطور شاعر کہا جاتا ہے۔ "غزل" غزل میں ایک جگہ خود کو تو "حک النظم" کہتا ہے لیکن غالبی جیسے بڑے شاعر کو "نظم" (موزوں شعر کہنے والا) کے لقب سے یاد کرتا ہے۔

"اسلام اے حک النظم" بدلتا دلاؤ خاک  
چن بارانگہ باہم شادیوں رستم

لہذا میں کہ مراحل دلہ از رنگ  
چراغے ہیں اور مرگ سوخت کاغذی

غالب کے یہاں بھی فعلوں کے اشعار کثرت سے ہیں، جہاں تک اس کے لہجہ کلام کا تعلق ہے اس میں اس قسم کے اشعار گنتی کے ہیں اور ان میں بھی بیشتر اس کا لہجہ دہلیا ہے، یعنی وہ کسی دوسرے شاعر کی اپنی برتری کا اظہار نہیں کرتا بلکہ پاداشط طور پر اپنے استاد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

دہلی کے تیس استاد نہیں ہو غالب  
کہتے ہیں اگلے دہلے میں کوئی میر بھی تھا

اور یہ کہے کہ دہلی کے تیر ہو دہلی دہری  
گفتہ غالب ایک بار پادہ کے اسے تاکہ ہیں

لیکن دہری شاعری بالخصوص قصیدے میں اس کے فن کے اشعار کی تعداد خاصی ہے اور ان کی ایک جگہ انداز بیان عربی کا ماہر ہے۔ یہ قصائد کے حوالہ بعض نظریہ اور منقبت کے قصیدوں میں بھی کہیں دہلی چار چار اشعار میں اور کہیں دس دس بار بار شعروں میں اس نے اپنی ملی و مستحق فہول کا ذکر جسے فن کے انداز میں اور اچھوتے ہیں کے ساتھ کیا ہے۔ ایسے بعض اشعار میں تو واضح طور پر وہ کسی جیسے استاد سے اپنا موازنہ کر کے اس سے اپنی برتری کا دعویٰ کرتا ہے اور بعض میں اسے حقد کے لئے اشدوں اور کھیلوں سے کہہ لیتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر بارہائی ہمت کا لہجہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

باہنہ بھڑاؤں گفتار کہ مستم

ادب بختم نیر غلط ہیں را

بخت سلہ معراج و اقل فرم نیست

تسکین پہ غم دل بگھر گزین را

دہلیک زنی کاخ و اور حلقہ

گرم ہلچل باد تھیں پہ شادیں را

(اگر تم یہ کہو کہ قدرت نے ہم بخت و شہریت جادو کو خلق دی ہے تو حقیقت ہے یہ سب کہ اسے مہارک تھیں اس حاکم کا کیا ہوا)

جادو انہوں نے صدی بڑی کا ایک عظیم قول کو شعر ہے اس نے دہری قول کو اس کا حامن بنا لیا اور کھلے بھلا دہلی کی دوسرے شاعر کو غیب دہلی سے نکال دیا۔ لیکن اگرچہ جادو کے نام سے لکھا ہے تو دوسرے شعراء ہی سے لے گئے ہیں پھر بھی اس کی طرفوں نے دنیا میں غلط نہ کیا کہ اس کے آگے ساری مشہور خواہ اور ساری چھ شعراء بزرگ کی بھی آوازیں پست ہو گئیں۔ (شعرا نگر ہلدی) آج بھی جہاں ایران میں اس کے کلام کو شہادت کے لہجہ سے قرآن کریم کے بعد دوسری حیثیت حاصل ہے وہیں وہ ہم دنیا میں کمال و مہمت و شوق پر مہیا ہوا ہے۔ بھری یہاں اور انعام شاعر بھی جس کے ہنرمندی میں قول کہ کہ غالب ایک قسم کا غرور محسوس کرتا ہے۔

غالب خواہ غلطی ارشد ہم غالب

فلا لہو ہم و چشم ازلہ و ارم





شش فضاء بادشاہ ملک سخن

عمل غلبہ دہی خواہ بین ملین

بہل غلی ملین تھا اور سو شے میں بڑا ہے اس کے کام میں مبتلی اور دہائی کے غلبہ اس کی زلیب میں جاتی تھی۔ بہت اور تھوڑی دہائی ہے۔ یہاں بھی تقریباً اسی قسم کی غریبوں سے مری ہے۔ لیکن اس کا یہ کیا کہ میری دہائی بچنے سے یہ دہائی قلمداد ہے کسی قدر مفاد ہے کہ نہ وہ دہائی بھی بہرہاں چلی کے شام میں اور انہوں نے بھی لی لی دہائی تھی۔

بھل غریب ملین میں اس نے خود کو غریب نکالی اور غافل کام پر گزار دیا ہے اور کہیں ان کے طلبے میں اپنے بار کا بھی اعتراف کیا ہے۔

مہر کی غلی دھاکام پر

لورہ

پھر بادشاہ بادشاہ سرور

کہ تو تو دہائی میں گرم فراہی

برائی فقر جانت ہے عینہ دا نرد

خیال غریب دہی فقر غافل

میں غلو مل چاہے مسجد

پھر دم دم تو دہائی غافل

دہائی اور غریب جیسے شعرا کا خیال بھی جیسے فقر جہاں کی باندی ایک تپتے سے گھر ہے تو گھر کا ایسے دھند۔۔۔ کی کیا پہلا اور تپتی کا قہری کا دہائی کر سکوں۔) جیسا کہ پہلے جان ہوا غائب نے ان شعرا میں کسی قدر کسر غمی سے ہم کیا ہے۔ کہ اگرچہ قصیدے میں غریب دہائی اور شعری بالخصوص دہی میں غلی ایک خاص روش اور مقام و مرتبہ کے حامل ہیں اور غریب کے بارے میں تو کسی کا قول ہے۔

دہ شعر سر قہر

ہر ہند کہ غلی ہندی

ایجاد و قہر دہائی را

لورہ دہائی دہائی

لیکن درحقیقت اگر غائب کے قصیدہ کا ذکر شعرا کے قصیدے سے موازنہ کیا جائے تو بھل جی غریبوں سے قطع نظر بیشک مجموعی یہ بھی شعرا ایک ہی کلاس ہے کہ بڑے بڑے شعرا بھی ان کے موازنہ میں کاہل رہتے ہیں۔ بہت حد تک درست ہے کہ غائب کا قصیدہ غریب دہائی کے قصیدوں سے گہرا ہے۔ (پروفیسر غائب ممبر، مکتبہ ۱۹۷۷ء)

شعری میں غلی کا یہ بھری ہے۔ غائب نے جو پانچ ایک شعروں میں ہیں وہ بہت مختصر ہیں۔ مگر یہاں "کہ اور تو اس شعرا پر

مشکل ہے دراصل غالب کا زیادہ تر میدان قصیدہ اور غزل ہے اگرچہ اس کی شاعری بھی بعض خصوصیت کی حامل ہے لیکن نکال :  
بہر حال اس پر فوقیت حاصل ہے۔

مرزا کے غزلیہ اشعار میں بیشتر خلقت کا تصور پایا جاتا ہے ایک جگہ وہ کہی جاتی کہ غزل کی طرف توجہ دے کر بددلی کا اضافہ کرتا ہے تو  
وہ مری جگہ اسے اپنے مقابلے میں چچا کا کٹر ہونا ہے مثال کے طور پر قصیدی سے اسے یہ حقیت تھی کہ جس طرف اس نے اس سے  
کس فیصل کیا ہے اس کا وہ جگہ جگہ اظہار کرتا ہے:

ہم غم و غر مولانا قصوری دہم ہم غالب

دگ بھی کہہ ہم شیریں اورانی کتابی را

وہ بددلی قصوری ہاں غالب بحث پرست

وہ غلی و غلی طبع نہ دکانو سے

اور شاعری "ہم غالب" میں ایک جگہ لکھا ہے:

داسن از کف کس چو نہ رہا

غالب و معنی و نظیری را

جسہ رہنہ دودن سنی را

کہن قصوری بہن سنی را

آنگہ از سر فرازی گلشن

اسپن ساست ہانم طغی

طرزہ اعلیٰ علیہ دوست

وہ تن لفظ جان و سہ دوست

پشت سنی قوی زہلش

خبر رافریں زہلش

اور سداورد زہلش قصوریت و غنی

لیکن یہ نکتہ یہ آتا ہے تو غور کو اس کا ہم پر قرار دیتا اور لکھا ہے کہ وہ کہو میں نے قصوری سے لایا ہے وہ مجھ سے دائیں لے  
سکتا ہے

غالب ہ شعر سم و قصوری ہم دے

عدل ش حق دس دوا لوق کو

طاہر ہم دس آچہ از قصوری یا ہتم غالب

اگر چاہد جانان راز میں داسی ہاں

نظیری کو جس کی چوری میں غزل کہہ کر وہ قدرے خوف اور فکر کے طے پانے نہایت کا اظہار کرتا اور یہ بھی لکھا ہے کہ میں اس کا

www.ck12.org

اسی لڑکے کے بچنے کا طالب وقتی و نظیری را

۱۰ سری جگہ ۱۲ سے کمزور ہے کاٹھن لگتا اور کتا ہے کہ فنی طبع میں نظری کو جھ سے کیا بہت اپنی نظریہ میں بدوی جوت

ف ۛ ف ۛ ف ۛ ف ۛ ف

١٧٢٥

کونوں کو فطری دینی سبب کو فطری فطری

گروہ سے ملنے والے

[illegible]

2/2 2/2 2/2 2/2 2/2 2/2 2/2 2/2

اس طرح علی دہلوی کے بارے میں بھی اس آئی ویو جیسٹلر ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ:

میتھمٹکس، فزکس، کیمیا، و دیگر علوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

ہم دونوں کے بارے میں کچھ اور اظہار بھی کرنا چاہتے تھے (جی تو ہم میں کچھ اور بھی ہر تھی اس طرح بتائی ہے:

کتابخانه ملی افغانستان

ہم نے اس کی ایک کاپی بھی لے لی ہے۔

وہی کوئی شاعر ہے کہ اس لہجہ میں جیسا کہ میں نے تحریر کیا ہے؟

الماء واليابس والحر والبارد والظلمة والنور

کہ آج کے فاسد کے روم کے غم کے لئے

(فک مقرر کیا ہے اور اس کے تحت)

میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بھی یاد کی۔

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

1000

[illegible]

















یہ قصہ کیا اوسکا یا اجنبی کی بات نہیں ہے۔ نتیجہ ہر مسئلہ کی کام میں ہمیں یہ قصہ نظر آنے لگا جس کا جواب ہے۔

کہ جب ایک شار ملحق علی کا انتقال کرتا ہے تو اس شہر شہر میں منہد کسی نہ کسی جڑے ٹاکر سے ملتا ہوتا ہے اور حتیٰ امکان

کو ختم کرتا ہے۔ اس کی جڑ کی کسے جھگی ہوئی جہت ہو اعلیٰ کی اور اہت نہایت اور مستور کے جہت آگے نکل جاتا ہے تو

یہ شعر اسے ۱۱ مئی ۱۹۷۱ء کو لکھا ہے۔ اس میں ایک قدرتی سرچشمہ خواب میں لڑکی کی شکل میں آتی ہے۔ کہ ایک بڑی کڑواہٹ اپنے

1990 1991 1992 1993 1994 1995 1996 1997 1998 1999 2000 2001 2002 2003 2004 2005 2006 2007 2008 2009 2010 2011 2012 2013 2014 2015 2016 2017 2018 2019 2020 2021 2022 2023 2024 2025 2026 2027 2028 2029 2030 2031 2032 2033 2034 2035 2036 2037 2038 2039 2040 2041 2042 2043 2044 2045 2046 2047 2048 2049 2050 2051 2052 2053 2054 2055 2056 2057 2058 2059 2060 2061 2062 2063 2064 2065 2066 2067 2068 2069 2070 2071 2072 2073 2074 2075 2076 2077 2078 2079 2080 2081 2082 2083 2084 2085 2086 2087 2088 2089 2090 2091 2092 2093 2094 2095 2096 2097 2098 2099 2100 2101 2102 2103 2104 2105 2106 2107 2108 2109 2110 2111 2112 2113 2114 2115 2116 2117 2118 2119 2120 2121 2122 2123 2124 2125 2126 2127 2128 2129 2130 2131 2132 2133 2134 2135 2136 2137 2138 2139 2140 2141 2142 2143 2144 2145 2146 2147 2148 2149 2150 2151 2152 2153 2154 2155 2156 2157 2158 2159 2160 2161 2162 2163 2164 2165 2166 2167 2168 2169 2170 2171 2172 2173 2174 2175 2176 2177 2178 2179 2180 2181 2182 2183 2184 2185 2186 2187 2188 2189 2190 2191 2192 2193 2194 2195 2196 2197 2198 2199 2200 2201 2202 2203 2204 2205 2206 2207 2208 2209 2210 2211 2212 2213 2214 2215 2216 2217 2218 2219 2220 2221 2222 2223 2224 2225 2226 2227 2228 2229 2230 2231 2232 2233 2234 2235 2236 2237 2238 2239 2240 2241 2242 2243 2244 2245 2246 2247 2248 2249 2250 2251 2252 2253 2254 2255 2256 2257 2258 2259 2260 2261 2262 2263 2264 2265 2266 2267 2268 2269 2270 2271 2272 2273 2274 2275 2276 2277 2278 2279 2280 2281 2282 2283 2284 2285 2286 2287 2288 2289 2290 2291 2292 2293 2294 2295 2296 2297 2298 2299 2300 2301 2302 2303 2304 2305 2306 2307 2308 2309 2310 2311 2312 2313 2314 2315 2316 2317 2318 2319 2320 2321 2322 2323 2324 2325 2326 2327 2328 2329 2330 2331 2332 2333 2334 2335 2336 2337 2338 2339 2340 2341 2342 2343 2344 2345 2346 2347 2348 2349 2350 2351 2352 2353 2354 2355 2356 2357 2358 2359 2360 2361 2362 2363 2364 2365 2366 2367 2368 2369 2370 2371 2372 2373 2374 2375 2376 2377 2378 2379 2380 2381 2382 2383 2384 2385 2386 2387 2388 2389 2390 2391 2392 2393 2394 2395 2396 2397 2398 2399 2400 2401 2402 2403 2404 2405 2406 2407 2408 2409 2410 2411 2412 2413 2414 2415 2416 2417 2418 2419 2420 2421 2422 2423 2424 2425 2426 2427 2428 2429 2430 2431 2432 2433 2434 2435 2436 2437 2438 2439 2440 2441 2442 2443 2444 2445 2446 2447 2448 2449 2450 2451 2452 2453 2454 2455 2456 2457 2458 2459 2460 2461 2462 2463 2464 2465 2466 2467 2468 2469 2470 2471 2472 2473 2474 2475 2476 2477 2478 2479 2480 2481 2482 2483 2484 2485 2486 2487 2488 2489 2490 2491 2492 2493 2494 2495 2496 2497 2498 2499 2500 2501 2502 2503 2504 2505 2506 2507 2508 2509 2510 2511 2512 2513 2514 2515 2516 2517 2518 2519 2520 2521 2522 2523 2524 2525 2526 2527 2528 2529 2530 2531 2532 2533 2534 2535 2536 2537 2538 2539 2540 2541 2542 2543 2544 2545 2546 2547 2548 2549 2550 2551 2552 2553 2554 2555 2556 2557 2558 2559 2560 2561 2562 2563 2564 2565 2566 2567 2568 2569 2570 2571 2572 2573 2574 2575 2576 2577 2578 2579 2580 2581 2582 2583 2584 2585 2586 2587 2588 2589 2590 2591 2592 2593 2594 2595 2596 2597 2598 2599 2600 2601 2602 2603 2604 2605 2606 2607 2608 2609 2610 2611 2612 2613 2614 2615 2616 2617 2618 2619 2620 2621 2622 2623 2624 2625 2626 2627 2628 2629 2630 2631 2632 2633 2634 2635 2636 2637 2638 2639 2640 2641 2642 2643 2644 2645 2646 2647 2648 2649 2650 2651 2652 2653 2654 2655 2656 2657 2658 2659 2660 2661 2662 2663 2664 2665 2666 2667 2668 2669 2670 2671 2672 2673 2674 2675 2676 2677 2678 2679 2680 2681 2682 2683 2684 2685 2686 2687 2688 2689 2690 2691 2692 2693 2694 2695 2696 2697 2698 2699 2700 2701 2702 2703 2704 2705 2706 2707 2708 2709 2710 2711 2712 2713 2714 2715 2716 2717 2718 2719 2720 2721 2722 2723 2724 2725 2726 2727 2728 2729 2730 2731 2732 2733 2734 2735 2736 2737 2738 2739 2740 2741 2742 2743 2744 2745 2746 2747 2748 2749 2750 2751 2752 2753 2754 2755 2756 2757 2758 2759 2760 2761 2762 2763 2764 2765 2766 2767 2768 2769 2770 2771 2772 2773 2774 2775 2776 2777 2778 2779 2780 2781 2782 2783 2784 2785 2786 2787 2788 2789 2790 2791 2792 2793 2794 2795 2796 2797 2798 2799 2800 2801 2802 2803 2804 2805 2806 2807 2808

جی ہاں کچھ ہلنے والے سے اس قدر بچ گیا کہ سو فرار کر اس کی گردن بھی نہ پہنچ سکی۔ یہی ہم مثال کے طور پر غلام کھلی اور غلام  
حلقہ کا ہم نے سمجھتے ہیں۔ حلقہ شروع شروع میں غلام سے بہت متاثر تھا اس کا اس نے نہ صرف شعروں میں اظہار کیا بلکہ غلام کی کئی  
ایک قولوں کے جواب میں غزلیں بھی کہیں۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

استغفرلہ سوسہ چلی ہر کس ل

دارو غزل حلقہ طرز و روش غلام

جیسا کہ لوگ ہیں جو غلام کے نام سے دھوکے میں آس کے ہر گز قیام واپس نہیں حلقہ کا غرضی ہوتا ہے۔ اگر غالب نے کہیں  
بعض اصناف کی جی ہاں کا ذکر کیا ہے تو اس سے اپنی برتری یا برتری کا تذکرہ کیا ہے تو اس کے بدلے میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے دل  
فرار قسم کے اظہار اس وقت کے ہیں جب اس نے حلقہ علی کا تذکرہ کیا اور سو فرار کر اظہار اس عہد کے ہیں جب وہ اپنے مقام سے  
پوری طرح اٹھ کر چلا تھا۔

اپنے طریقہ اظہار کے علاوہ جن میں اس نے بعض اصناف، قلم کا ذکر، انداز میں ذکر کیا ہے، اس کے بیشتر قطع کے اظہار وہ ہیں جن  
میں وہ اپنی شعر میں اپنی غزلیوں کا اظہار پرست انداز میں کرتا ہے۔ اس کے اپنے اظہار میں بھی ایک خاص قطع ہے اور وہ روش و حال  
کی ہر مثال ہے۔ کئی ایک اظہار ایسے ہیں جن میں انھوں نے اور انوکھی نسبت و ترکیب۔ آگئی ہیں اور صحیحی کا عزم بھی ہے۔

مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ میں ایک جیسا سرا دلائی اور سحر جیسا شاعر ہوں۔ جس نے حلقہ کے شمع میں دوزخ پار تک دی ہے اور یہ جو  
کہتے ہیں کہ دغا میں داخل و دغا نہیں ہے تو یہ خدا ہے اس لئے کہ جب اس میں غالب جیسا ہم دلی ہے تو ظاہر ہے اس میں سب داخل و  
بیضی سمجھ ہے۔۔۔ یوں تو ہر شخص جس کو لکھ نے زبان دی ہے شعر کہہ لیتا ہے لیکن جو شخص گمراہ لگے گا ہے وہ کسی اور کا قیام نہیں

۱۴۲

ہم دانا علم کن شاعر انجاز جان

کہ زمین کا لہو پھٹ جائے دارو

دلتہ پا کہ نکلن آواز لا پائے صحت

نجدان پائے کہ گھسٹن ہادی دارو

دھر گویہ غلام روش داخل و دارو

ہم دارو کہ پو غالب ہم دانے دارو

حق از بعدی خلد نیلانی بہت

کہ ہر آئینہ پادشاهی شیر زبانے دارو

ہم گری کہ میں دانا ہر کس نہ دہر

کھٹ پھٹ علی ہر کہ زبانے دارو

مست دلیہ حق نیز کھٹک بہ بہت

جغم از گردش چاند لعلے دارو

یہ شہد کہ تھائی دہ ہر خوش

خدا در دست میں لڑا کھلے ہاتھ

اس میں کب صاحبِ ماضی کی خوشی سے نکلے گی خوشی کرتا ہے یہی طرح ہم میرے ہاتھ میں دے دو سے تو کرتا ہے

وٹے "یا کہ نکل شمع میں ہوا میرے پرانے دھڑکی سے ہاتھ دھک چار کی خوشی حاصل کر لی ہے اور میرے قہر میں یہی

جنت سے ہوا میرے قہر کی کہیں کہیں فرشتوں اور معرکے نہیں جیسی ہیں ان کو نکال کر دے دانی ہی جہلی ہے۔

دور رسک قسم : وہ پرانے میں

یہ ہم ہاتھ و نکل چار

و جنت قسم : کہیں کہیں قہر میں

ہاتھ (نکل) میرے "د" سہیلی شکر "ہ"

ہت

نکلے تو اگر کہ "ہ" ہم وہ شہد قسم

نکلے کب میں شہد گلشن ہر دورانی

ہم کتہ پہلی در حق صاحب ہر نام

ہر نام از اول کورہ ہم ظفر کے پہلی

اس شعر سے تجویز کے ہر "خوبی" کہا جا سکتا ہے کہ غالب نے اپنے ہاتھ میں وہ نکل کی ہے اس میں نکل چہ ایک نکل

کے اس نے کوئی زیادہ مبارک سے ہم نہیں لکھتا وہی نکل کا ایک پہلی کا شعر ہے اور اس کی بد قسمتی ہے کہ اس کا نکل کام بھی

اٹھا اور وہ کا سستی نہ لکھتا آخر میں ہم اس کے چہ عین انکار کو خوشی جان کی نکل سے ہم نکل چہ چلی کرتے ہیں

دشمنی میں فدا ہر ہر نکل

ہم شہد نکل کے نکل : جتا

ہم شہد دہدست : نکل لکھ

دانی شہد راہ و جانی نکل

۔ دانی : شہد ہر طرف شہد

آسکتے کا دست دم پادشاه را

ہم کہ ہر نکل لکھ لکھ

ہم کہ نکل لکھ لکھ

نظم دم ہر نکل ہر طرف ہر نکل

نکل دم ہر نکل ہر طرف ہر نکل

ہیں مہنی و مہن تو ہنٹیں ٹپس گرم  
 ہاں مہی و مہن تو ہنٹیں ٹپس گرم  
 ہنٹیں دست ہاں تو لہ لہ تو دست بہارم  
 تو ہنٹیں لہ لہ تو دست بہارم  
 ہنٹیں لہ لہ تو دست بہارم  
 تو ہنٹیں لہ لہ تو دست بہارم  
 ہنٹیں لہ لہ تو دست بہارم  
 تو ہنٹیں لہ لہ تو دست بہارم  
 ہنٹیں لہ لہ تو دست بہارم  
 تو ہنٹیں لہ لہ تو دست بہارم

۱۔ اس مضمون میں غالب کے صرف قاری کام کو چنی نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ شعرا کچھ جلد ۲۴ ص ۱۰۰ مطبوعہ ۱۹۵۱ء۔

۳۔ درجہ اہم شعراء و اشعار جلد ۱ ص ۱۰۰ مطبوعہ ۱۹۵۱ء۔

۴۔ نقشبندی از جلد معارف علی دہلوی ص ۱۰۰

۵۔ کلیات قاری کے آثار میں اس نے دو تحریکات تحریریں بھی کی ہیں۔ ایک دوسری شعرا کے ساتھ غزلی کے اس فیض کا ذکر کیا ہے

۶۔ انشا علیہ کلیات غالب مطبوعہ ۱۹۵۱ء کتب و کتبستان

۷۔ ۱۲ کا دو ایوان قدیم کا ایک ہمارا جس نے صفاک جیسے عالم پوریل کے خلاف بحث کر کے اسے مہادھو اور لہ لہ تو دست بہارم کی جگہ فتح کر

لیا۔ (اشعار قاری جلد ۱ ص ۱۰۰)

سبیل احمد

## مطالعہ خطوط غالب

یہ بات اپنے طور پر دعوت تحقیق دیتی ہے کہ انسانی جان کی مختلف وضعوں کی تحلیل میں اند و آہستہ نے کیا کرتے دکھائے ہیں ہم انہوں نے غالب کا مطالعہ کرتے ہوئے شانہ افق اور نگہ پلنے کی ضرورت نہیں محض عقیدہ میں ہر اسلوب اور ہر صنف فن کا آغاز حضرت آدمؑ ہی کے دلانے سے کیا جاتا ہے اور عمومی حیثیت اس اسلوب و صنف فن کے مخصوص تجزیوں کو کہہ کر دیتے ہیں۔ ہر صنف ہم جانتے ہیں کہ نکتہ نگاری دو اقسام یا کسی کردہ کے انہوں کا اپنی سلف ہے مگر بعض اوقات یہ علوم دوسروں کے لئے بھی خوب دیکھ جاتے ہیں اور قضا ہیساں اور ماحولیاتی اور شخصی مصلحت کی مختلف کیفیات کے نگاہ پلنے کی ضرورت دکھ دیتے ہیں۔ اپنے اندر کسی خاص ترتیب سے ایسے نکات کی نگہ صورتوں کو یاد کریں۔ صوفیانے کلام کے علوم اور ماحولیاتی تربیت کے لئے فیضی و متوجہ ہیں جیسے ہیں۔ انہوں نے خوبیاں صوفیانہ طرز فکر کی مختلف جہتوں کو سمجھنے کے لئے کئے اور انہوں میں اور صورت انہوں کے باب میں ان کے مخصوص قصودات کی وجہ سے اسلامی فکر کی تاریخ میں بھی غفلت ہم درجہ دیکھتے ہیں مثلاً وہی انداز کے خوبیاں ہم صوفیانہ حقائق کے ساتھ ساتھ اس صنف میں ہر سلف کے حوالے انہوں کی مختلف کیفیت کو بھی سامنے لگاتے ہیں اور انہوں نے ماحولیاتی اور واقعات پہلے خوب لکھی کی تھی جیسا ظاہر کرتے ہیں۔

انگریزی شاعر گئٹس کے شخصی واقعات کے ہم خطوط اور انسانی جذبات کی ڈانگ سحر کو جان کرتے ہیں۔ انگریزی میں ابتدائی دور میں خطوط کو تخلیق کے طور پر قبول کرتے ہیں اور انہوں نے لب میں مشترک میں خوب کام لایا گیا ہے کہ غالب کے بعد ہم انہوں کی نگاہ حاضر سے ملنے آخر کی "سیر ب" اور سحر کے خطوط تک خوب نگاری کی کی ضرورت نہیں ظاہر ہوتی ہے۔ جس نکتہ خوب نگاری کی تاریخ جان کرنے کے لئے دنیا میں کی جیسا مضمون صرف یہ دکھاتا ہے کہ خوب نگاری کے لئے صنف اور صنف ہیں اور نکات کے مختلف مجموعے کی خصوصیت اور کسی جان کے لئے پتوں کو انہوں کرتے ہیں اور کیسے ان کا ذاتی کار اور اسلوب ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ یہ ان نکات کے ساتھ خطوط غالب کو دیکھتے تو خوب لکھی کا ایک خط وہی ظاہر ہوتا ہے۔ ذرا دیکھ کر سوچتے ہیں خطوط نے اور لب کو کیا دیکھ دیا ہے۔ ان خطوط نے ہماری نظر کو لے نکات سے تو وہاں کیا ہی ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ خطوط ہماری نظر اور توفیق دہی کے مختلف شعبوں پر کسی اور طرح بھی اڑا دیتا ہے۔ ہماری تجزیہ ان خطوط کے کلام جان کرتے ہیں۔ یہاں پہلے پہل وہی ماحولیاتی ماحولیت اور لب طبعی اہم تک ہماری تحقیق ان خطوط کی مثال اور ان کے حق کو درست سلی میں پیش کرنے کی سلی کرتی رہی۔

ہماری مزاج نگاری کے لئے شیعہ ہائے نگار رنگ میں خطوط سے انہوں نے رشید احمد صدیقی سے حلقہ امور ج ملی تحف انکوت WIT سے کام لیتے والے لکھنؤ کے ہاں ان خطوط کے کیا اثرات ظاہر ہیں ہماری مصلحت اور کام لکھی ہے ان خطوط نے کیا اثر کیا ہے مختلف شعبوں پر ایک فن و انکوت کے اثرات کی ایسی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔

اب ذرا یہ بھی یاد کریں کہ ہم نے ان نکات پر کسی طرح پہلے خوب نگاہ کی سوانح کے طور پر ملاحظہ ہمیں صوفی مکتب کا یہ واقعہ دہلوی اور رشید الاسلام کی انگریزی تفسیر (GHIAI, Life and letters) میں لکھی گئی ہے۔ ایک تاریخی و متوجہ کے طور پر ہمارے علم کے ہمارے میں وہی کا نقشہ اور مختلف واقعات کا بیان ہمیں اس دور کے بارے میں ایک ماحولیت دکھاتا ہے۔ ہم کرتے ہیں انہوں نے انہوں کے ساتھ ساتھ ہمیں دیکھتے ہیں ماحولیت نگار انہوں میں نے اپنے





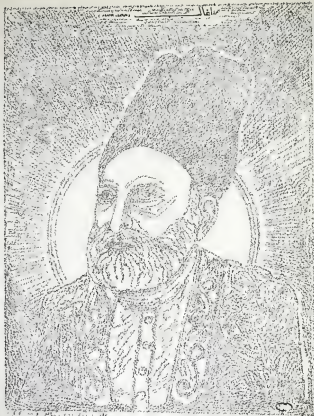
جوان ہو گئی۔ سوگ کی وسعت و پختہ ہو گئی۔ لفظِ گمبھوں کے احوالے چلتے ہیں اور ہندو کی اپجیوں کی جھڑپوں کے پیم لڑتے ہیں۔ ایک شیر ذرد اور بیل قہ پند پیدا ہوا ہے۔ سکاٹھ چھٹا اودھنا پھرتا ہے۔ لفظِ اند خان گلی کی موٹی ہے، ہر گھنٹے میں جن کو حرم گھوسری کہتے ہیں، انہیں یاد دلا کر ایک ایک کی بلیا ادا کی گئی ہے۔ لفظِ ہادی دودھ سے ہندو دینے دھرتی اور ہر شے کے لیے۔ آپ نے دیکھا ہو انھیں موسم کے حال سے شہر ہوا تھا کہیں تک پہنچا شہر کی زندگی کا پتہ ہوا تھا اس پر ظہور ہند کا استہوار پورے انھیں میں کس ہا کی کثرت ہے زندگی کی درجہ میں لیں اور گھنٹوں کا ڈھٹے چٹا میر کی شاعری میں یہ سٹائیں کہیں کہیں دنگوں سے ظاہر ہوتے ہیں اور لفظِ غائب میں اس کی کیا توضیح ہے۔

اب کہیے اس چیز کی طرف توجہ ہم طرزِ غائب کا نام دیتے ہیں مطلقاً غائب یہ سٹائیں کہتے ہیں۔ لفظِ غائب و کواب غائبہ کے اندر کا دار کرتے ہیں اور اس ضمن میں یہ فنی "دش" کو یا معلوم ہے معنی اگر انہیں سے تعبیر کرتے ہیں مگر کیا یہ سلسلہ کا سلسلہ ہے۔ کیا متر کے اسلوب کا تدریجی زندگی کی کوشش سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ کیا تراخی کا عنصر صرف ہماری قدیم تفریح میں ہے یا اس آرائش کا پائوں کی آرائش، سمجھوں اور دیگر عادات کی عقل گری اور فنون کی دیگر دھنوں سے کوئی تعلق نہیں، دھیم دھام میں بھی ہوتی ہیں اور آخر میں بھی کیا ان سب چیزوں کا بنیشت مجموعی رسائی فنون کی مختلف جہتوں سے کوئی تعلق نہیں بناتا؟ یہ لفظ و کواب تو کیا اس کا تعلق بھی ایک خاص طرز کی تدریجی درجہ بندی سے نہیں؟ کیا یہ لفظ و کواب یہ ظاہر نہیں کرتے کہ اس تدریجی درجہ بندی میں کس کا کیا مقام ہے۔ خطِ مراتب کا اصول دیا گیا ہے اور اس کا پہلی مراتب ہندو کا کوئی تدریجی تصور موجود ہو۔ ایک ایسا موضوع جس کے افراد کا اصول "کو" ہے۔ یہ خطِ مراتب کو کیا پہچان سکتا ہے غائب کی بدلت کا خاکہ کرتے ہوئے ہم نے یہ فرض کر لیا کہ وہ ذاتی تدریج سے گئے ہوئے فنی کار ہے۔ مگر غائب کی طرزِ ہند کی اصل ہیئت اسی تدریج میں نظر میں آتا ہے۔ مگر ہوتی ہے۔ غائب نے مولوی فیضان احمد کے نام ایک خط میں لکھا۔

"... کہیں اتنی میری قریب کی ہو میں اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں پاتا ہوں۔ ہر گز ایسا نہیں کہ خدا نے مجھ سے پہلے کوئی ایسا پیدا کیا ہو۔ سچتہ خطی غائب یہ ہے کہ مسطوروں کو شہر کا طرزِ تلاش اور فنِ نازک خیالوں کا پیر ہوں اور ہندو فیاض سے مجھ کو اس کی تعلیم میں پیر حقیقی بنا دے اور میں صاحب طرز ہوں۔"

فیضان کو دیکھ کر لکھاری کہ میں یا کہ دور نہیں لڑا "مسطوروں کو شہر کا طرزِ تلاش" ان نازک خیالوں کا پیر "اور" تعلیم میں پیر حقیقی "کو" چلی نظر دیکھیں اور اس صاحب طرزِ ہند اسی میں نظر میں قرار دیا گیا ہے۔ "تعلیم" کی اصطلاح آج پختہ حلقہ اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتی ہے مگر وہ اتنی معاشرے میں اس کا مفہوم یکہ دور ہے۔ غائب کے بارے میں علامہ نے حق اور فکر کرتے ہیں کہ وہ علامہ کے سے کتنی دلچسپی دیکھتے تھے۔ مولانا امتیاز علی حسینی نے تو کمال صحت سے لفظ "خیال" اور قسم تک کی تفصیل فراہم کر دی ہے۔ ان کے خیالوں میں جگہ جگہ نازک کے فاصلہ کا بھی خاکہ ہے۔ ہندو امتیاز "تعلیم" کے نازک آج ہے مگر مختلف خیالوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ غائب کی شعری میں بھی "خط" "مکتوب" "مقام" علامہ میں سے ہیں۔ ہندو فیاض نے اپنی مختصر انگریزی تصنیف (SPARIES OF DANCE) کے ایک ضمن میں غائب کی شاعری میں لفظ "یا" کے سے وہ خطِ علامہ کا بہت ایسا جائزہ لیا ہے مگر ان چیزوں کے ساتھ یہ بھی دیکھا ہے کہ غائب کو کتب نگاری کی رنگ و بو کی قدر و قیمت کے بھی دور خیال تھے۔ ہندو میں کو کتب نگاری شروع کرنے سے پہلے "سچ" آج "میں کو کتب نگاری کے لفظ و کواب اور غائب میں صوبہ جلی لفظ کے موضوع پر تفصیل سے لکھ چکے تھے اگرچہ وہ اسے نہایت ہی چیز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تو لفظ و کواب و قیمت کوئی دہائی ہوئی کو مثلاً داتا لکھتا ہوں مگر





میرزا محمد علی قزوینی

دیوان غالب بصورت شمشیر غالب از روی

نسخه خطی  
کتابخانه ملی

---

دیوانِ غالب

”اردو“

---

۱۔ اعلیٰ: اعلیٰ ہے جس کی طرف اعلیٰ ہے ۲  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۳۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۴  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۵۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۶  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۷۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۸  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۹۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۰  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۱۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۲  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۳۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۴  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۵۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۶  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۷۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۸  
 اعلیٰ ہے اعلیٰ ۱۹۔ اعلیٰ ہے اعلیٰ ۲۰

براعت خود را در این روش و دایم بکار دارد  
مبارک باد اندک از غلامان بدست دهد آقا

جڑیں، اور کئی نہ کیا ہوتے کہ  
 صرا کر، چکی، چم، حورو کا  
 انگلی نے فتن، سدا کیا درست  
 ظاہر ہوا کہ داغ کا سوا تھو کا  
 کا غلب میں خیال کو تھو سے سدا  
 جب آنکھ کھل گئی، نہ زباں کا نہ سو کا  
 لیتا ہوں کتب، لم دل میں سخن ہوا  
 لیکن یہاں کہ "مرکت" کیا اور "مکت" کا  
 وسایا کئی نے داغ، کتب، "ریحی  
 میں" دہے ہر لہاں میں قلب دہو کا  
 تجھے اظہر سے نہ سدا کو کئی، اسد  
 "مرکت" غار، رسوم، دہو کا

کہتے ہو : منہ دیں گے ہم، مگر چاہا  
 مگر کس کے گم کیجئے؟ ہم نے دعا کیا  
 عشق سے طبیعت نے نکلتے کا سزا کیا  
 درد کی دعا پائی، درد + دعا کیا  
 دوست دہر دشمن ہے، اجڑے ہیں مسطور  
 کہ + اثر دیکھیں، یاد فرما کیا  
 سدا کی دہرائی + غریب و اشرافی  
 حسن کو نقص میں جرات کیا کیا  
 فوج پر کاٹنے، کتنے ہم نے اپنا کیا  
 غریب کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا کیا  
 طالب کی صفیں مسطور، لیکن اس قدر لیکن  
 ہم نے کیا اور سزا تم نے کیا کیا  
 خبر پوچھنے نے رقم، ایک چھڑا  
 آپ سے کوئی پوچھ : تم نے کیا سزا کیا

دل مرا سببِ نعلی سے ہے عطا جہل کیا  
 آفتِ غمناش کے بار کیا جہل کیا  
 دل ہی عشقِ وصل و یار پار تک بقی نہیں  
 آگ اس گھر میں گی لٹی کہ ہر جا جہل کیا  
 ہی دم سے ہی پسے ہوں دردِ غافل ا ہوا  
 بھئی کو آگھی سے ہلکے عطا جہل کیا  
 وصل کیجے ہمِ غمناش کی گری کئی ا  
 کہ خیال کیا تھا دھشت کا کہ صرا جہل کیا  
 دل نہیں تھ کہ دکھ دردِ دلوں کی ہوا  
 اس پرکھی آ کہوں کیا کر گیا جہل کیا  
 ہی ہوں نورِ انسوگی کی آرزو غالب نہ کہ دل  
 رکے کہ طرزِ چاک جہل دلا جہل کیا









ایک قدم دشت سے دوری دفتر میں تھا  
 ہوا ازلے سے عالم دشت کا شیراز تھا  
 بلخ دشت لڑائی ہائے لعلی کون ہے؟  
 غلہ بھرنے والا گدا ہے ہوا کا  
 پتھر سے رحمتی لڑائی لڑائی حسن  
 دست مہرجی کا رشاد میں قاتل تھا  
 بڑے دل نے سبے لڑائی لڑائی دل ہے  
 یادگار ہے اک دہائی ہے شیراز تھا

۲۰

دست لڑائی میں بھی 'سنی نہیں گئے کیا؟  
 دلم کے بڑے جگ 'جانی نہ جہ چلنی گئے کیا؟  
 ہے نیازی حد سے کردی بندہ پور کب تک  
 ہم کہیں گے مل 'دل' اور کب لڑائی گئے کیا؟  
 حضرت باج گر توئی 'دہ' و دل فری رہا  
 کوئی تھ کہ 'و' کما 'و' کہ بھلنی گئے کیا؟  
 آج وہی جگ 'دکن' ہوتے جاتا ہوں میں  
 ہر میرے قتل کرنے میں وہ لب لڑنی گئے کیا؟  
 کر کیا باج لے ہم کو تھ 'بھا پوں' میں  
 ہے ہوش خلق کے لڑائی ہشت لڑنی گئے کیا؟  
 تھ رہا رہا ہیں 'دنگھ' سے بڑکیں گئے کیا؟  
 ہیں گرد 'دلا' لڑائی سے تمیز لڑنی گئے کیا؟  
 ہے لب اس معرے میں قتل 'مقتل' ہوا  
 ہم نے یہ 'و' کہ مل میں رہی کھلنی گئے کیا؟

۲۱

یہ نہ قتل لڑائی قسمت کہ دہلی دار ہوا  
 اگر اور جیتے رہے 'ی' اللہ ہوا

موتی مراد دشت 'و' نہ پتھر مل  
 ہر نہ مل 'و' کب دار تھا  
 کم چلتے تھے ہم بھی قتل 'و' ب  
 دیکھا 'و' کم ہوتے 'و' مل 'و' دنگھ تھا

۱

۱۸

بکر دھار ہے ہر ہم کا بھی ہوا  
 کوئی کہ بھی میر نہیں لڑنی ہوا  
 گدے چاہے ہے لڑائی میرے کا شلے کی  
 دھار سے نہ کیے ہے چلنی ہوا  
 دلتے 'و' لڑائی شلے کہ ہر دم تھ کہ  
 آپ جانا 'و' کب ہی چلنی ہوا  
 جہاں لڑکے کھلتے تھ کہ 'و' ہے  
 ہر اکہ بھی چاہے ہے چلنی ہوا  
 قتل قتل کمر لڑائی تھا مت پتھر  
 میر لڑائی ہے شلے 'و' چلنی ہوا  
 لے گئے خاک میں ہم دلتے لڑائی  
 'و' ہر اور آپ 'و' دنگھ لڑنی ہوا  
 مشرت پتھر 'و' دلم قتل کھا  
 لڑائی لڑائی بکر لڑائی لڑائی ہوا  
 کی میرے قتل کے بعد میں نے جہا سے تھ  
 ہائے اس لڑائی چلنی کا چلنی ہوا  
 جہا میں چارگر کپڑے کی قسمت تھ  
 جس کی قسمت میں ہر لڑائی کا کھلنی ہوا

۱۹

شب غار شلے 'و' دنگھ لڑائی تھا  
 بھیل پتھر صورت غلہ 'و' چلنی تھا

تو سے دوسرے پے ہے ہم' تو یہ ہیں' بھوت ہوا  
 کہ ٹوٹی سے مراد ہوتے' مگر اعتبار ہوتا  
 تھی بڑائی سے ہوا کہ بدعا تھا عد ہوا  
 بھی تو نہ دلا سکا اگر استوار ہوا  
 کوئی صبر دل سے پڑھے توں تحریم عشق کو  
 یہ عشق کس سے ہوتی' ہر جگر کے پار ہوا  
 یہ کس کی دوستی ہے کہ بے ہیں دوست داغ  
 کوئی پورا سا ہوا' کوئی تم کس ہوا  
 دگ تک سے چلتا ہوا کہ ہر نہ تھکتا  
 جسے تم کچھ دے ہو' یہ اگر شرار ہوا  
 تم اگرچہ ہیں مصل ہے یہ کس بھی کہ دل ہے  
 تم خلق کر د ہو' تم مددگار ہوا  
 کون کس سے میں کہ کیا ہے شبہ تم ہی ہے  
 مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوا  
 دوسرے سے ہم ہو دوسرا جسے کون نہ فوج دیا  
 نہ کبھی جلاں اٹھتا نہ کیسی غور ہوا  
 اسے کون دیکھ سکتا کہ چھوڑ ہے وہ بیکار  
 ہر دلی کی یہ بھی ہوتی' تو کیسی بے ہار ہوا  
 یہ سانگر قبول' یہ تو جان غالب  
 تجھے ہم دل کھینچے ہو نہ پتا غور ہوا

۲۲

ہوں کہ ہے کھڑا کار کیا کیا  
 نہ ہو مرنا تو بیچے کا حوا کیا  
 نہیں دیکھنے سے دعا کیا  
 کس تک اسے سہلا ہو میرا کیا  
 نازوں اپنے ہوا دیکھا میں  
 نکلت اپنے رنجیں کا گھر کیا  
 دھ ہے ہمارا چھتا میں  
 عشق اپنے نسکیر کس کیا

قربان شہر عشق یکب عشق ہے  
 میں کہ ہمارا ہوسر وہ کیا  
 عشق' سحر حیل چننے طوبی ہے  
 عشق اپنے ساقی کا گھر کیا  
 چلیں مگر جہان کا میں رہے  
 عشق' کواں اپنے ہوا کیا  
 طرہ ہر قصہ ہے ہمارا چھتا  
 ہم اس کے ہیں' ہمارا پہچان کیا  
 حیا کیا ہے؟ میں خاص' اور دیکھ  
 ضیاء کج کا طوں ہوا کیا  
 ہی اسے قدرت کرم خیر وہ ہی  
 کسے جیت دل کی صدا کیا  
 کا کس نے ہجر داری کا دعویٰ  
 طبعی خاطر دامن ہوا کیا  
 یہ قابل دعا میر کس کیا  
 یہ کھر خیر طاعت کیا کیا  
 اپنے ہیں ہے غالب اس کی ہر بات  
 جدت کا اثبات کیا کیا

۲۳

روشنی تو غیب جب کوئی ہم سا نہ ہوا  
 ہر لفظ کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا  
 بڑی میں بھی وہ آواز دلوں میں کہ ہم  
 لکھے ہمارے' وہ کسب الہیہ ہوا  
 سب کو حیل ہے دعویٰ تھی بیکار کا  
 دوسرے کوئی جھڑکے کیا نہ ہوا  
 کم نہیں ہوا ہر ہم ہی' ہم طوبی  
 ہوا یاد' یا کیا ہے' مگر ایسا نہ ہوا  
 چہ کا دار ہے' وہ ہر کہ لب تک نہ کیا

نہ سے لئے کو کا لولہ' غالب غفر کہ سے  
کہ صورت آج میں عرض رسم لئے جہاں ۳۴

۳۶

مر نہ اندر شب فرقت میں ہو جانے کا  
بہ ظف دلہا۔ " سر میں ہو جانے کا  
دہرہ گر بیا ہی شمع ہر میں ہوا ہے اب  
بہ قر مجسمہ بل غافل ہو جانے کا  
لے توں سوتے میں اس کے پاؤں کا پور کر  
لگی باتوں سے " کاتر ہنگی ہو جانے کا  
دل کو ہم شہسوار کہے تھے کیا معلوم تھا  
میں یہ پہلے ہی قدر اچھا ہو جانے کا  
سب کے دل میں ہے جگہ تھی جو تو راضی ہوا  
تھ پہ " کلا" اک نالہ میں ہو جانے کا  
مر غفر کرم لہائی رہی تعلیم جہا  
شہد طس میں" جہ غول رگ میں تری ہو جانے کا  
بار میں تھ کہ نہ لے جا دہن میرے دل پر  
ہر گل تر ایک چتر میں لٹاں ہو جانے کا  
دستا کر میرا ترا نصف سحر میں نہ ہو  
اب تک تو یہ قریح ہے کہ وہی ہو جانے کا  
لاکھ کیا سوچ اگر تو بھی رہا ہے امید  
دستی میں کی ہے بی کا نیاں ہو جانے کا

۳۷

دو سنت سحر روا نہ ہوا  
میں نہ اچھا ہوا" کیا نہ ہوا  
مج کرتے ہو کہیں دیکھوں کہ  
اک ڈیڑھا ہوا" رگا نہ ہوا  
ہم کی قسمت کائناتے جاگیا  
تو ہی اب سحر کیا نہ ہوا

خاک کا رنگ ہے" وہ قلعہ کہ دیر نہ ہوا  
ہم کا میرے ہے" ہو دکھ کہ کسی کو نہ ہوا  
کام میں میرے ہے" جو قدر کہ بچا نہ ہوا  
ہمیں شمس دم "اگر" نہ بچے توہم  
عمر کا قدر ہوا" خلق کا چچا نہ ہوا  
قلب میں دیر رکھی نہ سے اور جو میں کئی  
کھیل لڑکوں کا ہوا" دودھ دیا نہ ہوا  
حقی ٹر کرم کہ باب کے اسی کے ہر سے  
دیکھے ہم ہی کے ہے" پے ۳۵ نہ ہوا

۳۳

امد ہم " باتوں میں کوالتے ہے میرا میں  
کہ ہے سر بیچہ "زنگن" اور پیکر خدا لپا

۳۵

پچہ قدر کرم عقد ہے شرم پارسی کا  
توں شہیدہ صہ رنگ دعوی پارسی کا  
نہ ہو صبر ۳۵ دست رہا ہے دہلی کا  
بہ سر حد سحر جیت ہے دعوی پارسی کا  
دکھتہ حسن سے لے جوتہ دیش کہ مر اما  
چراغ جوتہ دیش ہوا" کدہ کوئی کا  
نہ مارا ہاں کہے ہم غافل تھی گدگد  
ما بہد لوتیر ہے کدہ حق کھلی کا  
قنائے نیاں گویاں ہے دہلی ہے  
جا جس سے لٹھا شہد ہے دست و پاکی کا  
وہی اک بات ہے عریں جس دل کھتر میں ہے  
ہاں کا جوتہ بات ہے عریں دھکیں لہلی کا  
دہلر دہلر پڑاں "تو" دیکھ رسول  
ہم تک ہے رہا چچا ہے تھی ہے دہلی کا

نہ کہہ کر کہیہ ہے ظہر صبر دل ہے  
میں ظہر میں ہے حق و سچ دھڑکا  
تک کو دیکھ کے کہتا ہوں اس کو یاد  
جنا میں اس کی ہے جلا کر لیا کا

۲۹

ظہر نے بکر حیرت سے غصہ پہرہ ہوا  
ظہر نے سراسر رشہ گور ہوا  
ظہر غصہ کی ظہر لڑائی دیکھا  
ظہر نے کی تو لکھی وہ تھا لکھ ہے ہوا

۳۰

ہم یہ تھپہر سطر پار نے نکل بدھا  
نکل شوق نے ہر دوسے پہ اک دل بدھا  
نکل نکل نے یہ حیرت کد شوقی ہوا  
ہر کہتہ کو طوفانی نکل بدھا  
ہاں وہ امی نے یک عود بیوی ہاک  
نکل سے نے غصہ دلہا ساکن بدھا  
نہ بدھے نکل شوق کے غصوں غالب  
کہہ دل کھل کے ہوا کو بھی ساکن بدھا

۳۱

میں اور یوں نے سے ہیں تھو ہم کھیں  
گر میں نے کی تھی توبہ سچ کا کیا ہوا تھا  
ہے ایک تھو جس میں وہاں چھوٹے ہنسے ہیں  
وہ دن گئے کہ لپکا دل سے بکر ہوا تھا  
دھڑکی میں غالب کچھ بھی ہنسے توجہی  
ہم رشہ ہے کہ تھا ہنسے کہ کھا تھا

کچھ شیری ہیں مجھ سے ب کہ رقب  
کھیں کھا کے بے حوا نہ ہوا  
ہے نیر گرم میں کے مئے کی  
نیر ہی گرم میں ہوا نہ ہوا  
کھا وہ لہو کی خدائی تھی  
بھگی میں سوا ہوا نہ ہوا  
جان دلی دلی ہوا اس کی تھی  
حق تو ہیں ہے کہ حق ہوا نہ ہوا  
دلم گریب کیا ہو نہ ہوا  
ہم کر رک گیا ہوا نہ ہوا  
دلی ہے کہ دل جتنی ہے؟  
لے کے دل دل میں ہوا نہ ہوا  
کچھ تو چھوٹے کہ لوگ کھتے ہیں  
نیر غالب غزل ہوا نہ ہوا

۲۸

کہ ہے غزل کہ دل میں بھی چلی چلا  
گر میں کو ہوا غریب دلا کا  
ہے جان میں کہ تو اور پتھر کھوب  
نیر سم وہاں غصہ غلہ فرما کا  
جتنے پائے غزل ہے بدل کر ہے بھی  
دلم غصہ خاطر ہے جتن دلا کا  
نم فریق میں کھینچ سیر ہوا نہ ہوا  
مجھے دلم میں غلہ پائے ہوا کا  
ہوا غزل میں کہ دلا ہوا  
کسے ہے ہر یں نیر ہم پتھر ہوا کا  
دل اس کو پتلے ہی ہوا دلا سے پیٹھے  
ہیں دلم کھل حسن کے کھٹکا کا

۳۲

مگر ہوا نہ دے تھی تو وہی ہوا  
 بڑا کرکڑ نہ ہوا تو چابی ہوا  
 گئی دل کا گہ کیا ہے وہ کار دل ہے  
 کہ اگر تک نہ ہوا تو پٹن ہوا  
 جسک ہر دہا ہر تو رہا ہوا  
 کتنی دھنوں کی دیوار کا دیوں ہوا

۳۳

نہ تھا کہ تو خدا تھا کہ نہ ہوا تو خدا ہوا  
 لگا کہ کو ہوتے نے نہ ہوا میں تو کیا ہوا  
 ہوا جب تم سے میں ہے جس تو تم کیا ہو کے گلے کا  
 نہ ہوا گہا جی سے تو زور ہوا  
 ہوئی دت کہ غالب مر گیا پیار آتا ہے  
 وہ ایک بات ہے کہ کہ میں ہوا تو کیا ہوا

۳۴

یک دنیا دلی نہیں ہے کہ دلی کا  
 ہاں جلد بھی قیل ہے لالے کے دلی کا  
 ہے سے کے ہے مختصر تشویش آگے  
 کھینچا ہے ہر عرصہ نے لالہ لڑکے کا  
 لیل کے کھدہ پہ ہیں شدہ ہائے گل  
 کہتے ہیں جس کو خلق خل ہے دلی کا  
 کہ نہیں ہے لکڑہ کر جن کے  
 نہائی قدم ہیں مگر چلنے کا  
 ہر ہر ہر خلق سے اولم ہوتے  
 ہے کیا کریں کہ دل ہی حد ہے لڑکے کا

۳۵

ہے خلق دل ہے جنم میں سورج تک نہ  
 ہے کہ کہ غلب ہے نے کے سورج کا  
 دلی قتلہ میرا بلیک چیلہ دل  
 اور ہر لم کہہ کہ کے دلی کا

وہ مری چھوڑ چھوڑ ہے لم پٹن کہا  
 دلی کج ہے راجی کھوں کہا  
 یک ایک ہیں نہیں جیگر آتے ہوا  
 چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ مریں کہا  
 شہر سبب گرفتاری خاطر سے ہوا  
 اس قدر تک ہوا ہے کہ میں دلی کہا  
 دگلی نے نہ تھا لے مرگم ورم  
 دلی پہ ہر قتلہ حق دیا جیوں کہا  
 ہر سے اپنے یہ چاک کہ وہ دلو ہوا  
 ہلہل دلی سے نہیں شہر سواں کہا  
 سر خلق میں کی ضعف نے راست چلی  
 ہر قدم سلیہ کو میں اپنے جیوں کہا  
 تا مریں دلی ہر سے دل آ دہ رنگ  
 رخ پیکر تھا اس قدر آہل کہا  
 دل دیا جان کے کیوں اس کو دیا ہوا  
 خلق کی کہ نہ کار کو سلیں کہا

۳۶

ہر مجھے دیا نہ ہوا  
 دل ہر کھدہ فیلہ  
 دم لیا تھا نہ قسمت نے ہوا  
 ہر ترا دقت سر ہوا  
 سلی ہوتے تھا

دیکھ کر خیر کو' یہ کہیں نہ گیا تھا  
 یہ کرتا تھا وہاں طالبِ باختر بھی تھا  
 چنے میں حب نہیں رکھیے نہ فربہ کو ہم  
 ہم ہی آتشِ سواں میں وہ ہوں میر بھی تھا  
 ہم تھے مرنے کو کڑے پاس نہ آنا نہ سی  
 آخر اس شرع کے زخموں میں کوئی تیر بھی تھا  
 بکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے گھسے، جان  
 کوئی کوئی حصارِ دمِ تیر بھی تھا  
 ریحیہ کے قصصِ امتد نہیں وہ طالب  
 کتے ہیں آگے نالے میں کوئی میر بھی تھا

۳۸

لبِ شک و دھجلی سواں کا  
 زاریت کھتا ہوں دلِ آلودہ کا  
 ہر آسپاہی ہر بدگئی  
 میں دل میں نہیں نہیں وہاں خودی کا

۳۹

و دست کسی کا بھی خم گر نہ ہوا تھا  
 لودوں پہ ہے وہ غم کو بھڑے نہ ہوا تھا  
 پھوڑا سرِ صلب کی طرح دستِ قضا  
 خورشیدِ ہزار اس کے بار نہ ہوا تھا  
 دھن چارون مت ہے اہل سے  
 آنکھوں میں ہے وہ غلو کہ کور نہ ہوا تھا  
 وہ تک کہ نہ دیکھا تھا قیاد کا عالم  
 میں مستقر تھا' صخر نہ ہوا تھا  
 میں سواں دل آلودہ' بار سے خوش ہوں  
 یہی سحرِ غلو کہ نہ ہوا تھا

ہر وہ تیرنگہ نظر یاد کا  
 کھنڈرِ دلہنگی اسے مستحضرِ دل  
 وہ کرتا تھا بھر یاد کا  
 زندگی ہوں بھی گزر ہی جاتی  
 کہیں تھا وہ گزر یاد کا  
 کیا ہی رہیوں سے کڑی ہو گی  
 گھر ترا کھنڈ میں گر یاد کا  
 کہ وہ بولتے فربہ کہیں  
 دل سے شک کے بھر یاد کا  
 ہر ترے کہنے کو جاتا ہے خیال  
 دل گم مکتے گھر یاد کا  
 کوئی درانی ہی درانی ہے  
 دست کو دیکھ کے گھر یاد کا  
 میں نے بھوں پہ لوہیوں میں اس  
 شکِ اظہار تھا کہ سر یاد کا

۳۷

ہولی بلیز' تو ایک پھٹ باختر بھی تھا  
 آپ آتے تھے' تھر کوئی حق گیر بھی تھا  
 تم سے ہے جا ہے مجھے اپنی چن کا گھر  
 اس میں ایک شجر، فربہ' شجر بھی تھا  
 تو مجھے بھول گیا ہوا' تو جا ہوا  
 کبھی خزاں میں جیسے کوئی چتر بھی تھا  
 قید میں ہے ترے دھن کو' وہی دلف کی یاد  
 ہی ایک ایک سبک' گراں ہائی' دلچر بھی تھا  
 بجلی اب کور بھی آنکھوں کے آگے' تو کیا  
 پتہ کرتے کہ میں لب' کھنڈ' تیر بھی تھا  
 عیبت اس کو کوں اور کہ نہ کے غیر ہولی  
 گر بکر پٹے تو میں اداں تیر بھی تھا





ہاں وہ ہوائے یک فکر گرم ہے سو  
ہندہ ہے دیکھ کرے بار خود کا

۳۷

ہر سے بار کسے ہے بار آئیں کیا  
کچھ ہیں ہم تھ کو مہ دکھائی کیا  
دلت دن گردش میں ہیں ملت آئیں  
ہر ہے گا کہ نہ کہ گھبراہٹ کیا  
راگ ہ تو اس کو ہم سمجھیں تھ  
ہم نہ ہو کہ بھی تو دھوا کھائی کیا  
ہو نے کھیا ہر کے ساتھ ساتھ؟  
یارب اپنے تھ کو ہم پہچانی کیا  
سویں غول سرست گرد ہی کیں نہ جانے  
آئیں بار سے اٹھ جائیں کیا  
میر ہر دکھا کیا سونے کی دل  
میر کے ہے دیکھنے دکھائی کیا  
پہچتے ہیں وہ کہ "غالب کون ہے؟"  
کولی تھ کو کہ ہم دکھائی کیا

۳۸

خفاقت ہے خلقت جوں پیدا کر نہیں کن  
ہاں زلف ہے کینہ بار بدلی کا  
خلف ہر عقل دوا نہیں خود داری ساحل  
جہل سلیقہ تو ہاں ہے دماغی ہوشیاری کا

۳۹

عشرت تھو ہے دوا میں تھو ہر ہوا  
درد کا درد سے گزرا ہے دوا ہر ہوا

ہے وہ کھل بہت چتے ہوس فیر میں یارب؟  
آہاں ہی ہوا حضور! ہی کو اٹھان لیا  
حشر اک بدلی ہے اور ہم نہ کچھ  
عزلی سے لوم ہوا آگے نکلی لیا  
ہے وہ ہنس قدر دلت ہم ہنس میں نکلی گے  
ہوسے اٹھنا نکلا ہی کا پہلی لیا  
درد دل نکلیں کب تک چلیں ہی کو دکھا دیں  
تھوئی زلف اپنی غلہ فوجیں لیا  
گھتے گھتے ست ہاتا کپ نے صحت ہوا  
تھو ہوا سے صحت سب آئیں لیا  
آگے نہ لڑی کر لیا ہے دشمن کو  
صحت کی خلعت میں ہم نے ہم نہی لیا  
ہم کھل کے دلا تھے کس ہر میں بکا تھ  
ہے جب ہوا غالب دشمن آئیں لیا

۴۵

سرت ملت فکر ہوں مری لبت ہے  
کہ رہے چٹم لہوار پہ آئیں میرا  
رخصت ہر تھوے رہے کہ مہدا غلام  
لبت چرتے سے ہر غار فکر پند میرا

۴۶

خائل ہے دھم بار خود کیا ہے دند ہاں  
ہے شاد "میا نہیں طو کیلہ کا  
ہوس کرے سے چلنے تھا نہ دیکھ کہ رنگ  
صہ لاسر ہشت ہے اس دلم تھ کا  
دھت اگر کھل کرے کیا بھی ہے  
شرعتی سے طرد نہ کیا گھلہ کا  
خزل کس نکلا سے ہاں ہوں میں کہ ہے  
چ کئی خیال دلم سے داسی تھ کا

تھ سے قسمت میں مری صورت کھل کر  
 تھا کھا ہاتھ کے پتے ہی ہوا ہو جاتا  
 دل ہوا نکھر چلا دست میں نرم  
 مت کیا کہنے میں اس حد سے تھا ہو جاتا  
 اب جانا سے بھی جی معلوم ہم لطف لے  
 اس قدر دشمنی اور ہوا ہو جاتا  
 ضعف سے گریں پہل پہ دم سوا ہوا  
 باد کیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جاتا  
 دل سے فنا تری انکسرت جلی کا ذیل  
 ہو گیا گوشت سے جان کا جانا ہو جاتا  
 ہے مجھے لبر ہداری کا پس کر نکلتا  
 دلتے دلتے فم فرقت میں تھا ہو جاتا  
 کر میں کسیر غل کو ترے کہنے کی ہوس  
 کہاں ہے گھر وہ جھانک رہا ہو جاتا

## ق

مگر تھ ہے کھلے اظہار ہونے میں  
 دیکھ رہا ہوں میں سبز آنسو کا ہو جاتا  
 جتنے ہے جلائی گل نکھر نکلا غالب  
 چٹم کو چاہتے ہر رنگ میں وا ہو جاتا

## ب

### ۵۰

پھر ہوا وقت کو ہو ہل نکلتا صبح شرب  
 دے ہارنے کو ملر دستہ تھا صبح شرب  
 پچھ مت دہر سیر سنن اور ہوا ہو جاتا  
 سلینہ تک میں ہوتی ہے ہوا صبح شرب  
 ہو ہوا فرقہ سے بختہ رہا رکھا ہے  
 سر سے گزرتے پہ بھی ہے ہلکا صبح شرب

## ت

### ۵۱

انہوں کے دلوں کا کیا رہتی تھ تے  
 جی لوگوں کی خفی درخیز صبر کمر انکسرت  
 کافی ہے کھلی تری پچھے کا نہ دنا  
 خلی مجھے دکھا کے بختہ سزا انکسرت  
 کھتا ہوں تمہا سوزن دل سے غل کرم  
 تاکہ نہ بکے کوئی مرے حال پہ انکسرت



تجے ہزار راحت ہے عقد لے دیا  
 کیا ہے کس نے شک کہ ہر سز کھنچ  
 دی طرف ہے یہ صحت کھانہ زخم  
 کھوئی دل و جان رقیبہ سافر کھنچ  
 یہ ہم فتنہ دیا کہ حق و صحت ہر  
 نایاب ہوتا زلم بکر سے کھنچ  
 مرت قدام میں ہے سبائے آفتل پند  
 بدستے سوا کیلچہ دلبر سحر کھنچ

د

۵۸

حسن' غزلے کی کھانکھل سے پتا میرے ہر  
 ہرے کرام سے ہیں اہل جنا میرے ہر  
 منصب فیصلی کے کوئی قاتل نہ رہا  
 ہوئی سہولتِ حلال و حلال میرے ہر  
 طبع بھین ہے تو اس میں سے دھول اٹا ہے  
 شطرنجِ عشق سے ہوش ہوا میرے ہر  
 خون سے دل خاک میں احوالِ حال ہے  
 فن کے ہاتھ میرے کھنچ کا میرے ہر  
 مدِ غمِ عرض نہیں' غم ہے وار کا ' جا  
 کہ ہر ہے میرے سے خا میرے ہر  
 ہے بھوں' اہل بھوں کے لئے ہفتوں' دل  
 پاک ہونا ہے گریوں سے ہوا میرے ہر  
 کون ہوتا ہے مریض نے مو اگھر عشق  
 ہے کہ لبِ سلفی میں صلا میرے ہر  
 لم سے مرنا ہوں کہ دعا نہیں دیا میں کوئی  
 کہ کہے قہقہہ سر و دعا میرے ہر  
 تے ہے بے کئی' عشق پہ رہا خاکبہ  
 کس کے گھر جانے کا سیلاب میرے ہر

د

۵۹

ہا سے' جیسا ہے چہ چنی فکر و دہر  
 بکھ شوق کا جیسا دل و دہر  
 دہر ایک نے کائنات کا کیا یہ رنگ  
 کہ یہ کے میرے دہر' دہر  
 نہیں ہے بلکہ' کہ جس کو لہجہ مضم ہر  
 کے ہیں چند قدم پتھر و دہر  
 جلی ہے کس قدر لڑائی نے جلی  
 کہ مست ہے ترے کہنے میں ہر دہر  
 ہر ہے تجھے سر سوائے انکھ' تو آ  
 کہ ہیں دکنہ حلقہ نظر دہر  
 جہم کر ہے کا سلیں کب کہا میں نے  
 کہ کہنے' نہ میرے ہر دہر  
 وہ آہا میرے پہلے میں' تو سلیہ سے  
 ہوتے تھا دہر دہر  
 غم میں کھلے ہے' بن جیسے گھر کی تھلی  
 دتے ہیں ہم' دیکھ کر دہر  
 نہ پوچھ ہے غول' جیسی مضم سیلاب  
 کہ شپچ ہیں چنے' سوار دہر  
 نہ کہ کسی سے کہ خاکبہ میں دانے میں  
 حلیہ راتر بہت گھر دہر

۶۰

گھر جب کا لا ترے دہر' کے ہر  
 ہانے گا لب بھی تو نہ مرا گھر کے ہر  
 کہتے ہیں' بہت ہی نہ کھے جانتے غن  
 جہاں کسی کے دل کی میں کہیں کر کے ہر



۳۳

۶۵

ہوں کی دھجی کس سے ہو، کر ہو نہ مہلی  
گروں چاک آق ہو گیا ہے میری گھٹا ہے  
ہنگر کھڑا آئل دوا، ہنگر کھڑا  
ہزار تھکے مل ہاتھ ہے ہزار یک نہیں ہے  
لٹک سے ہم کو بھڑکنا داتا کا کیا کیا ٹھٹھا ہے  
حلق تھک کر کچے ہونے ہیں آئل دینے ہے  
ہم نور ہو ہے جب ریا آٹا دشمن کو رکھتا ہے  
شعلہ سر سے، تسمت گھر کی بنٹ مہلتا ہے  
نار سوپ، کر حلق ہے اپنی حقیقت کا  
نوریا طالع غناک ہے موقوف جس سے ہے  
اسد لعل ہے کس اواز کا کھل سے کتا ہے  
کہ مہلتا ہو کر، خون ہو عالم میری گھٹا ہے"

۶۶

حم مل مہلتا سے ہوں کہ توہی تھو چ مہلتا ہیں  
گھٹا بر طرف مل ہونے کا تھو سا رجب آخر

۶۷

لام تھا کہ دیکھو مڑا دھکا کوئی دن نور  
تھا گئے کیوں، لب رہو تھا کوئی دن نور  
مٹ ہونے کا سر، کر زنا بھر نہ گئے کا  
ہوں ہو چہ دے بھی لڑنا کوئی دن نور  
کے ہوکل، نور آج ہی گئے ہو کہ "مہلتا"  
ہا کہ عید نہیں، اپنا کوئی دن نور  
ہونے ہوئے گئے ہو "تسمت کو نہیں گئے"  
کیا خوب ا تسمت کا ہے گویا کوئی دن نور

ہے ایک ہر اک فن کے اٹھنے میں نکلی نور  
کرتے ہیں، مہلتا تو گزرا ہے گھٹا نور  
با رہ ہو نہ بگھے ہیں نہ کھینے کے مہلی ہاتھ  
دے نور مل لیں کو، ہو نہ دے تھو کو نہیں نور  
ابو سے ہے کیا اس تھو باز کو بچتا ہے  
ہے جو مہلتا کر اس کی ہے گھٹا نور  
تم شری ہو، تو میں کیا تم جب انہیں کے  
لے آئیں کے ہزار سے، ہزار مل و ہل نور  
ہر چند سبک دست ہونے ہاتھ تھکی میں  
ہم ہیں تو ہلی رات میں ہے مہلتا گھٹا نور  
ہے خون بھر ہوئی میں، مل کھول کے دوا  
ہوتے ہو کی دوا، نور کھول کھول نور  
مڑا ہوں اس کھول پہ، ہر چند سر آٹا چلتے  
ہو کر، لگی ہو کے جانیں کہ "مہلی نور"  
لوگوں کو ہے فرشتہ ہیں لب کا دھکا  
ہر دوا دکھاتا ہوں میں اک داغ نہیں نور  
لٹکا نہ اگر مل تھیں دھکا کوئی دم چھو  
کر؟ ہو نہ مڑا، کوئی دن ہو نہ دھکا نور  
پاتے نہیں جب رات، تو چہ چلتے ہیں تھلے  
دھکی ہے مہلی، تو ہوئی ہے دھکا نور  
ہیں نور بھی دھکا میں سحرور ہاتھ دھکے  
کھتے ہیں کہ مہلتا کا ہے اواز ہل نور

۳۴

مہلتا جیسے آئیہ ہے مہلتا رنگ آخر  
تھو سب دھکا ہا، لا پاتا ہے رنگ آخر  
نہ کی مہلتا میں دھکا نے تھو دھلت کی  
ہو ہم دھکا لگی تھو، داغ رنگ آخر

دہل جاؤ تھلا ہے ، داغ کئی  
 کہ رہے کتبہ انکار کو ہزار  
 ہر ایک ذرا عاشق ہے قلب پرست  
 گی نہ خاک ہوئے ، ہر لئے جاؤ ہزار  
 نہ پوچھ دھمکے بخوار، اجوں قلاب  
 ہوں یہ کھڑا گھٹا ہے ایک خاک ہزار

۷۰

دھمکے سن' کرم دیکھ کہ سرخس خاک  
 گزرتے ہے اکھ پا لبر کمر ہزار  
 یک غم کھڑا آکل لہ ہے سطر دشت  
 حق پاش ہے تیر گری دگر ہزار

۷۱

کہوں کہ اس بات سے دکھوں جان موز  
 کیا نہیں ہے مجھے کھلی عجز  
 دل سے لگا ہے نہ لگا دل سے  
 ہے ترے تیر کا چٹکان موز  
 کب کھلے گی پتے کی قلاب  
 دھڑکتے ہے نور ہیں موز

۷۲

نہ کی تو ہوں نہ ہوں نہ ہوں  
 میں ہوں اپنی گھٹ کی کھار  
 تو نور نور کھٹکی لم کھٹکی  
 میں نور نور کھٹکی ہٹے کھار کھار

ہاں اسے کھٹکے دیا ہوں تو اپنی ملک  
 کیا تھا کھٹکے؟ ہر نہ مرنا کھٹکی میں نور  
 تم نہ شب پارسم تھے مرے کمر کے  
 بحر کھٹکی نہ ہمارا کمر کا نہ کھٹکی میں نور  
 تم کھٹکی سے تھے اپنے کمرے دھڑکتے کھٹکے  
 کھٹکی ملک کھٹکی کھٹکی کھٹکی میں نور  
 مجھ سے جیسے کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 کھٹکی کا بھی دیکھا نہ کھٹکی کھٹکی میں نور  
 کھٹکی نہ کھٹکی یہ کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی میں نور  
 کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی

۷۳

۷۴

کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 ہے کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 ہے کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 ہوں کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 ہے کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 ہے کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 ہے کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی

۷۵

کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 نہ کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی  
 کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی کھٹکی





خیر کی صفات کچھوں کا چہ درخیز ہو  
 دلم غلو صفا کائن ہے سرگما شک  
 ہوا ہوا وہ کائنات ہے وہ ملک کہ وہ خلق میں  
 دلم ۔ کرنا تو میں کچھوں سے پتہ تھا شک



۱۔ پہلے ایک مکر ہوتا تھا  
 لوں میں ہے قریٰ زلف کے سر ہوتے تھے  
 ہم پر صبح میں ہے عطر، سو کلمہ لکھ  
 نہیں کیا گزرتے ہے غریب پہ مکر ہوتے تھے  
 باقی میر غلب اور قنار ہے گلب  
 دل کا کیا رنگ کون لکھو بیکر ہوتے تھے  
 ہم نے ہمارے مکر خفا کی گہ کے لکھی  
 خاک ہم باجی کے ہم تم کو فر ہوتے تھے  
 قرینہ سے ہے عظیم کو قہ کی نصیم  
 میں ہی ہوں ایک جھٹکے کی غم ہوتے تھے  
 ایک غم ہیں نہیں فرسور ہتی ہاتھ  
 کوئی ہم ہے ایک دھبی شدہ ہوتے تھے  
 ہم ہتی کا لہو کس سے ہوتا رنگ طاق؟  
 لکھ کر رنگ میں ہتی ہے مکر ہوتے تھے



کر تھ کر ہے قیومِ ابدیت بنا نہ ہو  
یعنی اگر ایک دلوں کے علاوہ بنا نہ ہو  
آپ ہے عالمِ حیرت دل کا حیرت دار  
تو ہے جسے گز کا مطلب اسے خدا نہ ہو

تو ہے جہاں سے روح ضرور نکلتی ہے  
 وہ جہاں رہتی ہے وہ جہاں پہنچتی ہے  
 جہاں روح ہم خلق کی ہمارے ہر  
 جہاں ہے شہید مگر غرض پہنچتی ہے  
 جہاں ہے وہ کہ جسے اپنی بار بار  
 نہ کہیں نہ دل پہ مرنے والی پہنچتی ہے



ہم رقیب سے نہیں کرتے دلیلی ہوش  
مجدریں ملک ہوئے اسے اختیار حیف  
ہوتا ہے دل کہ کہیں نہ ہم اک بار جلی گئے  
اسے ہتھیائی نفس قسط ہر حیف



دلم ہے چڑھیں گے حلقہ ہے پدا تک  
 کیا ہو ہوا اگر بحر میں ہی ہوا تک  
 گد دلم دار ہے سلطان ہر دلم دار  
 روز ہوا ہے ہوا میں کسی قدر چھا تک  
 تھکے کو لڑائی ہے تھکے کو مہارک ہوا  
 جہاں تھکے کا روز ہوا جہاں گل کا تک  
 ضمیر ہواں تھکے کو بحر ہے کسی کا کہ  
 گد ساحل ہے ہے دلم سونچا ہوا تک  
 دلم دجا ہے سونچ دلم بحر کی دار دار  
 دار کرنا ہے مجھے دیکھے ہے ہا جس ہا تک  
 کھڑکڑ کر جتا تھکے کھڑکڑ ماضی تھکے ہے  
 دل طلب کرنا ہے دلم اور تھکے ہیں اسی تک











۱۲۲

وہ تجھ صبر طلب' اسے حق پہلو نہیں  
 ہے کھانے بجائے شہر' ہے لو میں  
 خلق و جدائی مخرج خود کیا خوب  
 ہم کو حلیم' کوئی فرد نہیں  
 کم نہیں وہ بھی قرنی میں' پے دعت معلوم  
 دلت میں ہے کھے وہ میں کہ گریہ نہیں  
 دل جلیں کو ہے طعنے دولت کعب  
 غلام صبح' کم و علی' اسے نہیں  
 دلتے غریب' حلیم و 'جا میں دلتا  
 ہوتا ہے کہ ہمیں طعنے فرد نہیں  
 رنگہر جھینگر گل و باد پڑتی ہیں ہے؟  
 کہ پڑھانے کر وہ گریہ ہا نہیں  
 شہر گل کے تے ہا کہ ہے کھجیں  
 نورا اسے مرغ کہ گوار میں عید نہیں  
 گی سے کرتی ہے بہت دلوش کما  
 دی ہے ہانے دہن اس کو ہم لکھ "میں"  
 کم میں ہوا گوی میں تے کہتے سے بھت  
 کیا کھت ہے دلت اس قدر کہ نہیں  
 کرتے کسی حد سے وہ فہم کی فہم غالب  
 تم کو ہے مری یاد دہن دلت ہا نہیں؟

۱۲۳

دلتوں ہلن دلت کے وہ کجے یہ غولی ہا  
 دلت گہنی یہ شرم کہ گوار کیا کریں  
 کھت کھت کے ہر حاتم پے ہا وہ کجے  
 جوا پے نہ پائی' تو ہوا کیا کریں  
 کیا شمع کے میں ہیں ہا غول ہا ہم؟  
 ہر طم ہی ہا کھلا' تو غول کیا کریں

چن ہوں توڑی دور ہر اک جزو کے ساتھ  
 بچنا نہیں ہوں انکی دلت کو میں  
 فراہم کا' اسوں نے پختل ہا قرار  
 کیا ہوتا ہوں میں شہر چلا کر کو میں؟  
 ہر دلت میں بھل گیا دلت کوئے ہا  
 ہا دلت ایک دلت اپنی خیر کو میں  
 لپٹ پے کر ہا ہوں دلت غول دور کا  
 کجا ہوں دلت چہرہ شہر ہا کو میں  
 غالب خدا کہے کہ سواہر سہارا  
 دیکھوں غلی بھلاہر دلت گریہ کو میں

۱۲۴

دلت بھلا' یہ دلت میں اسے کھت نہیں  
 لیر کی بہت کج ہانے تو کج دور میں  
 دلت' میر گھن ہے دلتا طبع شوق  
 حور کھت کھت ہے ہر دلت نہیں  
 شہر اپنی' خلق کی کر ہے عالم  
 دلت کھت ہیں کہ ہے' ہر میں کھت نہیں  
 دلت اپنا میں کھت میں ہے دلتا لکھ  
 ہم کو کھت لکھ غولی' شہر میں  
 صورت اسے دلت غولی کہ وہ کھت نہ دلت  
 خلق پے دلت کی کھن تو دلتا میں  
 میں ہا کھت ہوں کہ ہم کھت فہم میں نہیں  
 کس دلت سے وہ کھت ہیں کہ ہم دور میں"  
 ہم کہ علم' ہر لکھ دلتا کما ہا  
 تو کھت میں کسی رنگ سے کھت میں  
 صف کھت شہر کھت ہم ہیں ہم دلت  
 دلتا ہا کھت کہ کھت دلتا میں  
 ہوں غولی کے کھت میں کھت غالب  
 ہرے دلت پے یہ کھت ہے کہ شہر میں

۳۸

میں کہ مجھ کو قیامت کا انتھہ نہیں  
 شہرِ فرات سے مدد لیا یہ نہیں  
 کوئی کہے کہ شبِ نہ میں کیا رہا ہے  
 ہا سے کچھ کر دن کو لہو ہا نہیں  
 ہر گھنسلنے میں کے تو مرہا نہ کہیں  
 ہر چاہوں میں سے کہیں کو تو شہید نہیں  
 کہی ہر یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں  
 کہ "میں ہم میں ہر گھنسلنے نہیں"  
 ملو ملو کے ملن ہے اور میں بھی شراب  
 گردانے کوہ "ملو ملو ملو" نہیں  
 جہاں میں ہر غم و شادی ہم میں کیا ہم؟  
 دیا ہی ہم کو خدائے "دل کہ شہ نہیں  
 تم میں کے وعدے کا ذکر میں سے کہیں کو کہتے  
 ہ کیا کہ تم کو "لور" کہیں کہ "یاد نہیں"

۳۹

تیرے تو میں کو مہا دہتے ہیں  
 ہم بھی مضمون کی ہوا دہتے ہیں  
 کہ آہیں نے از دیکھا ہے  
 ہم بھی ایک اپنی ہوا دہتے ہیں  
 تیری فرست کے متعلیٰ اسے ہر  
 ہن کو ہا ہا دہتے ہیں  
 لہر ہتی سے پہلی سلوم  
 شک کو ہے سہا دہتے ہیں  
 نور رنگ سے ہے دہتے گل  
 مست کب ہوتا دہتے ہیں  
 لعلی ہانے مٹاں مست ہجہ  
 لوگ ہانے کو رہا دہتے ہیں

۴۲

ہر گھنسلنے کی شہرِ فرات کو  
 عشق کا اس کو گھنسلنے ہے نہیں

۴۳

قیامت ہے کہ میں لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آتا  
 قہر ہے "ہا میں بھی ہوتا ہے لہنے میں"  
 ملو ملو کہ اس کے دم آتا ہے مجھے غائب  
 نہ کہ سرگرم اس کلا کو ملت آنے میں

۴۶

دل کا کرگ کیا میں کو بھی عیا چنا  
 ہرے اپنی نکلی کی ہم نے پانی داروں  
 میں نہال کلا ایذا آفرین کے ہم  
 ہر گھنسلنے ہے ہر گھنسلنے ہا میں

۴۷

ہر ہم ہر میں ہا دہتے ہیں  
 کہی مہا "کہی ہر" کو دیکھتے ہیں  
 "آئے گھر میں ہا دہتے خدا کی قدرت ہے  
 کہی ہم میں کو کہی لہتے گھر کو دیکھتے ہیں  
 نظر لے نہ کہیں اس کے دست و پا کو  
 یہ لوگ کہیں مہر دم جگر کو دیکھتے ہیں؟  
 ترے عاہر طرف کو کیا دیکھیں  
 ہم لہتے "ملو" ملو دہتے ہیں



اگر تیرے کی دلگیری  
اٹھیں، مگر وہ ہرگز نہیں  
ملا، ہرگز نہیں، غائب  
م سے جانے کا ہرگز نہیں

۱۰

دلہا غصہ کم کرا کر ہے جلیں لہے  
دگر م سے تو دلچ لہا رکھتے ہیں

۱۱

دلم چا ہوا ترے وہ نہیں ہوں میں  
خاک لکی زندگی پہ کہ ہجر نہیں ہوں میں  
کھلیں گردنوں دام سے گھبرا نہ جانے کی؟  
انہی ہوں، چاند و سافر نہیں ہوں میں  
ہا رہا لہا لہا کہ جانا ہے کس لئے؟  
لورج جلی پہ حرف کرتے نہیں ہوں میں  
وہ جانے سزا میں عقوبت کے واسطے  
آخر کتنا ہے ہوں کافر؟ نہیں ہوں میں  
کس واسطے عجز نہیں جانتے لہے؟  
میل و دمو و درد و گھر نہیں ہوں میں  
رکھتے ہو تم قدم مرے آنکھوں سے کیوں دریغ؟  
رہے میں سرد و نہ سے کفر نہیں ہوں میں  
کرتے نہ لہے کہ صبح قدوس کی لئے؟  
کیا آہوں کے بھی رونا نہیں ہوں میں؟  
غائب! دلچہ طار ہو، نہ شلہ کو رہا  
وہ جسے کہتے تھے سزا نہیں ہوں میں

۱۲

سب کھل جاکہ تار و خنجر میں لپٹیں ہو  
خاک میں کیا سودھی ہو گی کہ پنڈ ہو گئیں

یاد تھی ہم کو بھی راتوں رات ہم گزریں  
لکھی پ لکھی و ظاہر مطلق نہیں ہو گئیں  
تھی حالت اندیش گھوٹوں کو کہ پدے میں تھی  
شب کو ان کے ہی میں کیا تھی کہ مویں ہو گئیں؟  
قد میں بیخوب نے ہی کو نہ عیض کی غر  
لکھی انھیں دلائل و اوار دلائل ہو گئیں  
سب دیکھوں سے ہوں غافل پہ نظر سر سے  
ہے رنگ غافل کہ غر ہا کھلی ہو گئیں  
ہوئے غل آنکھوں سے ہئے ہو کہ ہے تمام فراق  
میں یہ سمجھوں گا کہ غصہ ہو لڑائی ہو گئیں  
ان پرچوں سے لیں کے غل میں ہم انعام  
قدوس حق سے کیا، عورتی، اگر وہی ہو گئیں  
پھر اس کی ہے دماغ اس کا ہے دماغ اس کی ہیں  
تھی دماغ میں کے چاند پہ پڑیں ہو گئیں  
میں جن میں کیا کیا، گوا دماغ کھل گیا  
بائیں من کر مرے غل غولوں ہو گئیں  
وہ لکھی کھلی جلی ہیں چاہ پل کے پار؟  
وہ مری کھلی؟ قسمت سے چڑھیں ہو گئیں  
بس کہ دماغ نے لور چنے میں امری ہے پہ  
میری تھی، جیہ، ہاکر گریں ہو گئیں  
وہ کیا بھی میں؟ تو ان کی کھلیں کا کیا جواب  
یاد تھی جلی جلی مرے دلوں ہو گئیں  
ہیں خوا ہے وہ جس کے چاند میں ہم آگیا  
سب گزریں چاند کی، گوا دیکھو ہیں ہو گئیں  
ہم سوئے ہیں، ہارا کھلی ہے ترکہ دسم  
جتنی رہ سہ گئیں لڑنے لکھی ہو گئیں  
دماغ سے ڈر ہوا اندر تو مٹ جانا ہے دماغ  
چھلکی لہے، پڑی اتنی کہ کھلی ہو گئیں  
ہیں ہی کہ دماغ رہا غائب تو لہے جلم جلی  
دیکھا ہی نہیں کو تم کہ دماغ ہو گئیں

۱۳

دھلتے تھکے ہوا دم کا دھلتے ڈھلے ہیں  
 تعمیرِ عالم شلہ ہے میرے ہر تعلقِ غولِ حق میں  
 ہاں کسی سے ہر غفلت گھسی جیسے جیسے کی  
 شب نہ ہو نہ دیکھ رہی چاندیوں کے دھلے میں  
 کوئلے کی طرح جڑائی کی طرح ہوں جلی  
 ہوا ہے عینِ انہماک، تجھے جیسا وہ دامن میں  
 ہونے اس سرور کے جلاوطنی کے آگے  
 ہر غفلت جہرِ گھنڈہ میں جلی وہ دھلے میں  
 نہ چلی تھکے ہوں نہ بدوں، ہر صحتِ ظالم ہے  
 ہر غلے میں تو ہوں گھس گھس میں جو کسی میں تو ہوں گھس میں  
 ہر دھلے میں دھلتے ہر دھلے میں دھلتے ہوں گھس میں  
 یہ ہر گز سوتا ہر گھس ہر تعلقِ غولِ حق میں  
 اسدا زلفی، گھرِ غفلت ہونے کی طرح ہوں  
 ہم دستِ نوازش ہو گیا ہے غولِ گھنڈہ میں

۱۴

جسے جہاں کے اپنی نظر میں خاک میں  
 ہونے غولِ بکر، بکر میں خاک میں  
 کر غولِ بکر ہے ہوا اڑا لے جانے  
 دگر نہ کب دھلے ہاں وہ میں خاک میں  
 ہر کس بھشتِ غافل کی کہ کہ ہے؟  
 کہ طبعِ جلاوطنی کی رنگ میں خاک میں  
 ہوا ہے نہ سہی بکھ بھی کہ دم آتا  
 اڑ میرے غولِ بکر ہے اڑ میں خاک میں  
 جلاوطنی کے دھلے ہاں وہ میں خاک میں  
 ہوا ہوں غولِ بکر کی جلاوطنی سے فرحت  
 ہونے میرے غولِ بکر میں خاک میں

۱۵

دھلے سے دھلے پہ دھلے بھی نہیں  
 جلی ہونے جیسا ہی اک گھر بھی نہیں  
 دل کو دھلے میرے دھلے کر چکے  
 دھلے تو ہم میں غفلتِ دھلے بھی نہیں  
 لانا دھلے نہیں کسی تو مل ہے  
 دھلے تو یہ ہے کہ دھلے بھی نہیں  
 ہر غولِ بکر میں غولِ بکر ہے اور ہاں  
 غفلتِ دھلے دھلے دھلے بھی نہیں  
 غولِ بکر کے ہاتھ سے ہے دھلے دھلے  
 دھلے میں ہے غولِ بکر دھلے بھی نہیں  
 گھرِ دھلے دھلے دھلے یک طرف  
 ہاں دل میں غفلت سے ہونے دھلے بھی نہیں  
 دھلے دھلے دھلے دھلے دھلے دھلے  
 اڑ دھلے دھلے دھلے دھلے بھی نہیں  
 دل میں ہے دھلے کی غفلتِ دھلے سے دھلے  
 دل آکر غفلتِ دھلے دھلے بھی نہیں  
 اس دھلے پہ کھن نہ مر جانے لے غول  
 دھلے ہیں اور دھلے میں دھلے بھی نہیں  
 دھلے دھلے کو غولِ دھلے میں دھلے  
 دھلے کر نہیں ہے تو دھلے بھی نہیں

نہیں ہے دھلے کوئی غول کے دھلے میرے حق میں  
 ہوا ہے گھرِ دھلے دھلے دھلے دھلے میں  
 دھلے ہے دھلے دھلے دھلے دھلے دھلے  
 دھلے دھلے دھلے دھلے دھلے دھلے

مختصر سے دلت کیا بی؟" وہ ہنستا ہوا کہتا تھا: "جیسے  
 دلتے تھے، جیسا کہ وہ ہنستا تھا۔ وہ دلتے تھے  
 اس میں اس کے دلتے تھے۔ وہ دلتے تھے  
 اس کی تو خاموشی میں بھی ہے یہی دلتے تھے  
 میں نے کہا کہ "میں ہر چاہنے والا ہوں" وہ  
 اس کے ستم غریب نے مجھ کو دلتا تھا کہ "میں  
 مجھ سے کاغذ لے: "ہاتھ ہیں ہوش کی طرف؟"  
 دلتے کے بعد دلتے چلے گئے ہاں کہ "میں  
 کب مجھ کو اس بار میں دلتے کی دلتے ہاں کہ  
 آئندہ دلتے ہوں گے "میں ہر چاہنے والا ہوں"  
 کہ تیرے دل میں وہ دلتے "دلتے ہی دلتے کا دلتے  
 صبح صبح کب میں دلتے ہے دلتے ہاں کہ  
 دلتے کے کہ "دلتے تھے کہ وہ دلتے ہوں؟"  
 "میں دلتے کب ہاں کہ اسے دلتے میں



محمد سے مل کر اظہار ہے گرم کشا ۴۰  
 کہ چادر تک شاید کھڑی کلا سے دا ۴۰  
 بقدر صورت مل چاہے غلغلہ محاسن بھی ۴۰  
 کہوں یک گوشہ دامن گر آہر ہلے دلا ۴۰  
 اگر ۴۰ سداقہ گرمی فرما ۴۰ تھیلے ۴۰  
 کعبہ پر خاکِ گلشنِ اعلیٰ قوی باد فرما ۴۰



کچھ عرصہ پہلے ہی میں نے ایک ایسی ہی عورت کو دیکھا تھا جس کی حالت میں تو مجھے بہت دلچسپی ہوئی تھی۔ وہ ایک ایسی ہی عورت تھی جس کی حالت میں تو مجھے بہت دلچسپی ہوئی تھی۔ وہ ایک ایسی ہی عورت تھی جس کی حالت میں تو مجھے بہت دلچسپی ہوئی تھی۔

تلاوتِ شعر ہیں اب صرف دل کی تہ  
کھا کر لاکھ عطر ہر مٹی خاک نہیں



دل کی آواز ہے نہ تک وشت وہ سے ہرگز آئے نہیں  
 مدد کے ہم بار بار کوئی نہیں دیتے ہیں  
 ہم نہیں، حرم نہیں وہ نہیں ہمیں نہیں  
 اپنے ہیں رہنمائی ہم غیر ہمیں اٹھاتے ہیں؟  
 جب وہ ہلکے اور ہلکے صورت میں ہر گھوڑ  
 آپ ہی وہ ہلکے صورت میں نہ پہچانتے ہیں؟  
 دشت، غلہ، پاشوں، خاک، بار، بار، بار  
 غلہ کی ہلکے رنگ میں ہلکے ہلکے آئے ہیں  
 غیر حیات، ہلکے، ہلکے میں ہلکے ایک ہیں  
 موت سے پہلے آئی ہم سے بہت پائے ہیں؟  
 حسن اور اس پہ حسن، حسن، حسن کی شرم  
 لپٹے، لپٹے، لپٹے، لپٹے، لپٹے، لپٹے  
 وہاں وہ غلہ، غلہ، غلہ، غلہ، غلہ، غلہ  
 وہاں ہی ہم نہیں کہیں؟ ہم میں وہ ہلکے ہیں  
 وہاں وہ نہیں، ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے  
 جس کو وہ ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے  
 ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے  
 ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے، ہلکے



غنی باغیچہ کو دور سے صحت دکھا کر یہاں  
ہارے کو پہنچا ہوں جس حد سے مجھے ناکہ ہوں  
پہنچا، طیارہ دہلی پہنچے کیا کر مجھ کے  
اس کے ہر ایک اشارے سے لگے ہے یہ لاکہ ہیں  
دلت کے جانتے سے سب سے مافیہ ولبہ کو لئے  
تسک دے رہی تھیں کہنے پہ نہ کہہ، خدا کرے کہ یہاں

نہیں کہ ہوا، حمل نہ ہو یہ دلت کا کم ہے  
 نہ دی ہوئی دلا گونے دست دھن کو  
 نہ لگا آنکھ سے تیری اک آنکھ اس جرات پر  
 کیا چنے میں مں نے فوں پکھ مڑھن سولن کو  
 دلا شولن انھن کو کہ رکھتے ہیں کھانن میں  
 بھی بھرت گیل کو بھی پھل کے دامن کو  
 اسی ہم قن کر کا دیکھتا اسی گھٹتے ہیں  
 نہیں دیکھا پھر بھٹے لوں میں بھرت دس کو  
 ہوا چھو نہ بھرت پاؤ کی ڈکھ بھٹے کا  
 کیا چھب بھی میں تھنن دھو سے بھی کو  
 فوٹی کیا کھٹ، بھرت کر سہ ہر کو  
 کھٹا ہوں کہ مھنٹے ہے اسی سے پتی فرس کو  
 دھاری بھڑ بھڑا اصل ایسا ہے  
 بھرت ہت جلتے میں؟ کیے میں گتہ دھن کو  
 شولن تھی مئی قسمت میں ہوئی تھی یہ تو شولن  
 میں کھار کو دیکھا بھٹا دتا شولن کو  
 نہ شولن کو تو کب دلت کو یوں ہے فرس  
 ہوا کھٹ نہ پھلن؟ دتا دتا ہوں دھن کو  
 فلی کیا کھٹ نہیں گھٹے کہ بھڑا ہوں دھار کھٹ  
 بھڑ کا ہم نہیں دیکھتے کہ کھڑی پکھ صولن کو؟  
 بھرت شولن جیلن چہ سے بھرت نہیں کھٹ  
 فوں دھم د کھڑ دھار دھن کو



جوتا ہوں جب میں چپے کو اس سیر کے چو  
 لکھا ہے خد سے کھل کے دھڑلگی کے چو  
 اسی سادگی سے جہاں پڑیں آنکھ کے چو  
 رشتہ کیوں نہ نسبت کے جیسی کے چو  
 جھلکے تھے ہم بات یہ اسی کی جڑ ہے یہ  
 سحر کر ایسے رشتے ہی دہائی کے چو

میں خنجر نہ کہیں یہ وہ دمِ شباب سے  
تاریخِ غمِ قلمِ سرِ شمشیر کو  
تاریخِ غمِ قلمِ سرِ شمشیر کو  
تاریخِ غمِ قلمِ سرِ شمشیر کو



دارت اس سے ہی کہ محبت ہی کیوں نہ ہو  
 کچھ ہمارے ساتھ عدالت ہی کیوں نہ ہو  
 پہلوا نہ تجھ میں ضعف نے رنگ انقلاب کا  
 ہے دل و ہر عقل محبت ہی کیوں نہ ہو  
 ہے جسم تو سے خاکِ بے خبر کا گرد  
 ہو رہے ہر شکلِ انقلاب ہی کیوں نہ ہو  
 پیدا ہوئی ہے کچھ ہی' ہر دور کی صدا  
 ہیں وہ' تو ہمارے ہم محبت ہی کیوں نہ ہو  
 وہ نہ ہے کسی نے کسی سے سبیل  
 اپنے سے کچھ ہیں ثابت ہی کیوں نہ ہو  
 ہے تری جلتے طور اب فخرِ نبلیں  
 ہم امن کچھ ہی غلبہ ہی کیوں نہ ہو  
 بلکہ' زبانی' بہت ہے افضل  
 حاصل نہ کیجے دور سے محبت ہی کیوں نہ ہو  
 دارت ہی بہت' بچاؤی نصیب  
 اپنے سے کہ نہ میرے دشمن ہی کیوں نہ ہو  
 تھا ہے فخرِ قسمتِ ہستی کا فلم کوئی  
 ہم حرجِ خزانہ عدالت ہی کیوں نہ ہو  
 اس فکرِ خاک سے اب اچھے نہیں سہ  
 ہی میں غلبہ ہو بہ قسمت ہی کیوں نہ ہو



فلسفے میں ہوں کہ اچھا بھی نہ جانی میرے شیوں کو  
مرا ہوا برا کیا ہے لہذا سہولت گفتگوں کا





۳۰

قطعہ

ہے رنگِ دل و گلِ دہری ہوا چا  
 ہر رنگ میں ہر اک اہمیت چاہے  
 سزا پائے تم ؟ چاہے بھگتِ راجی  
 وہ سنے قلبِ دلتِ سہجہ چاہے  
 جیتی بہ مسہر کدلی زبانِ طفت  
 مارے کچھ مسہر سے زلت چاہے  
 نمودار ہے اصل سے کاتب ! نوح کو  
 طوفانی ہی سے نکلے ہے ہر بات چاہے

۳۳

ہمارے گھر میں تھا ایک بلی ایک قندُ خوں وہ بھی  
 سو رہتا ہے ہزارِ بیکینی سرنگوں وہ بھی  
 رہے اس شرف سے قندہ غم چاہے ظلف سے  
 ظلف ہر طرف تھا ایک لہارِ بھوں وہ بھی  
 خیالِ مرگ کب نہ سکر رہا قندہ کو نکلے  
 مرے دمِ قندہ میں ہے اک سپرِ بلیں وہ بھی  
 نہ کرا کتنی بار مجھ کو کیا معلوم تھا ہم  
 کہ ہو گا ہمتِ قندہ کی وہ وہاں وہ بھی  
 نہ تھا بے لہرِ قندہ بنا ہر فریاد  
 مرے دوائے بھلی میں ہے اک صبحِ خوں وہ بھی  
 ہے عورت کی خواہشِ ملتی گھٹوں سے کیا کیے  
 گئے بیجا ہے اک ہمارے جامِ داغوں وہ بھی  
 مرے دل میں ہے کاتبِ خلقِ وصل و لکھنِ بھوں  
 خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

۳۴

ہے چم بھلی میں غنمِ کدہ لہوں سے  
 نگ آئے ہیں ہم اپنے پوشے بلبوں سے

ہے ہنسا دار ہر دور و دہرِ لم کدہ  
 میں کی ہلکے ہر ہر اس کی کھوں نہ پڑے  
 ہمارے کھنسی کی بھی صورتِ طبعی  
 دھاری نہ دھم بھوں نہ پڑے

۳۶

مرد ہمارے وہ ہے ہر مڑھی طبعی  
 طاقت کھلی کہ وہ کا اسلی طبعی  
 ہے سنگ ہر ہنسا مٹا دہنِ طبعی  
 یعنی ہمارے مسہر طبعی طبعی  
 دہر ہمارے مسہر حیرت سے ہے تم  
 اسے خالی قراب نہ اسلی طبعی  
 ہر صحتِ دہم دہم کو رہا نہ کیجئے  
 نہ پھٹا جسم بھلی طبعی

۳۲

سجھ کے دہرِ طبعی غراہت چاہے  
 بھوں پاس آکر قلبِ مہبت چاہے  
 ماضی ہونے میں کبھی بھی ایک اور طبعی  
 آخر حق کی جگہ تو مٹا دے چاہے  
 وہ دہر اسے کتبِ طبعی صورتِ ہمت کی  
 ہاں کہ نہ کہہ سکتی ہمت چاہے  
 نکلے ہیں ہر دہر کے لئے ہم مسہر  
 تقریب کہ تو ہر دہر چاہے  
 سے سے غرضِ کدہ ہے کس نہ یہ کہہ  
 اک کو نہ بھلی کدہ دن رات چاہے

کوں کیا اپنی فاضلہ اپنے لہی غائب  
جہاں کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی ہوا لگی

۳۸

حاصل سے ہاتھ دھو چہ اسے آواز عری  
دل ہل کر گم ہو میں ہے اپنی ہوتی عری  
اس شمع کی طرح سے جس کو کوئی جگہ دے  
میں بھی چلے جاتی ہیں وہیں درجہ پائی

۳۹

کیا تک ہم ہم رنگ کا ہیں ہے  
جس میں کہ ایک چہرہ گھر پہلے ہے  
ہے کائنات کو حرکت بخشنے وقت سے  
پاؤں سے انگلی کے اسے میں ہیں ہے  
ہل آگ ہے ہر جلی خارا سے لہر رنگ  
غافل کو میرے پیچھے چلے گا کہیں ہے  
کی اس نے گرم چند اہل ہوس میں جا  
تو نے نہ کہیں پائے کہ لہذا نکلیں ہے  
کیا خوب تم نے گھر کو بوسہ نہیں دیا  
میں چپ رہا طوطے بھی نہ میں توں ہے  
بیٹھا ہے ہر کہ سلوہ دیوار بار میں  
نہروائے شہر جھڑکن ہے  
ہستی کا ہتھار بھی تم نے نہ دیا  
کس سے کہیں کہ درجہ بکر کا نکلیں ہے  
ہے اپنے اچھے دکھاری اس قدر  
بابت ہم اس میں توں ہیں کہ بھولیں ہے

۴۰

دود سے بھرتے ہے تھک کو جھڑکی اپنے اپنے  
کیا بولی غلام دلی غصہ شہادی اپنے اپنے

ہے ہر قسم دہر پہنچا سہا  
کہ بار بار وہ گھر سے میرے لہی سے  
دھنکے ہر جگہ کھنکھاتی ہیں دلو  
زائد نہ ہوا قوت میں ہے لہیوں سے  
بھول رہا دیکھ کہ پہلی دہی آخر  
ہر چند میں ہیں کہ تھا رہا لہیوں سے

۴۱

آہم کو غصہ کی بھی پہلی نہ دے جا  
میں چلتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے  
غائب ترا ہوا سا دہی کے ہم ہی کو  
ہے ہی کے ہا لہیوں ہ لہذا نہیں کرتے

۴۲

گھر میں تھا کیا کہ تراجم اسے غصہ کرا  
ہے ہر دیکھتے تھے ہم اک صبر خیر ہ ہے

۴۳

غم دیا سے کر پہلی بھی فرصت سر اٹھنے کی  
لہجہ کا دیکھنا خوب میرے یاد آنے کی  
نکلتے گا کس طرح صبر میرے کتب کا ادب  
ہم کہتی ہے اس کار نے کتب کے جلنے کی  
پہلا پہنایا میں شط آفتاب آہلی ہے  
وہ شکل ہے عکس دل میں سوز غم پھیلنے کی  
انہیں حضور اپنے زمینوں کا دیکھ کا تھا  
اچھے تھے میرے گل کو دیکھنا شرفی ہلنے کی  
ہادی سہلی تھی غصہ ہر ہر ہر  
درا کا نہ تھا غلام گھر خیر ہلنے کی  
کھوکھڑا ہوا کس کا تھی کہ نہیں سکتی  
میں غصہ کہ خاص تھی ہوں کے ہر اٹھنے کی



ہے وہ لہجہ جس سے چمکتا رہا  
ہر بات اس کے پاس دل حق نکلا ہے  
لی بس قدر نے شب سبب میں شرب  
اس بلی مولیٰ کو گری ہی داس ہے  
ہر یکہ سکن کو ہے نہیں سے شرب اند  
بھوں کو مر گیا ہے تو جنگ لباس ہے

۳۲

گرفتاری سے قائم اٹھائے مل ہے  
خوش ہوں کہ میری بات کبھی نکل ہے  
کس کو خط صبر اشد کا گرم  
مل لہجہ شمع و شمع زہا ہے دل ہے  
کس پرست میں ہے کچھ پروا سے خدا  
رست کہ خدا قبول ہے سوال ہے  
ہے ہے خدا خواست وہ اور دشمن  
اسے شوق حقل ہے آجے کا خیال ہے؟  
نکلیں لباس کب حق کے ضم سے جان  
خدا دین ہے نہ کہ ہنس نواز ہے  
دشمن پہ میری رستا آکل کچھ تھا  
دعا نہیں کو حق حقل ہے  
حق کے مت قرب میں آہانہ اند  
ہام ہم عطا دایہ خیال ہے

۳۳

تم اپنے شکوک کی باتیں نہ کہو کہو کے پہلو  
خدا کو مرے دل سے کہ اس میں آگ لگا ہے  
ہاں یہ وہ دایہ میں تو نہیں ہے کہ انور  
نہ گریہ میری ہے نہ تو علم جس ہے

نیرے دل میں گر نہ ہی آلوب تم کا وصل  
تو نے ہمیں کی قسمی گدھی اپنے اپنے  
کہیں میری تم غباری کا تھ کو کیا تھا نہیں؟  
دشمن اپنی قسمی میری دشمنی اپنے اپنے  
مر ہم کا تو نے جان رہا بدعا تو کیا  
مر کو بھی تو نہیں ہے پادری اپنے اپنے  
اور حق ہے مجھے آپ د ہوائے دہلی  
میں تم سے قسمی اسے جادوگری اپنے اپنے  
کی نکلنے اپنے باز جہاں کو کیا نہ کہو  
ناک پہ مری ہے جہی باز گدھی اپنے اپنے  
شرح رسائی سے چمکتا خوب خاک میں  
ختم ہے غصہ کی تھ ہے وہاں داری اپنے اپنے  
خاک میں ہمارو چلو صحت مل کی  
اندھ کی دنیا سے رہا دوح داری اپنے اپنے  
باتہ ہی چلے گئے کا ہم سے چاہا رہا  
دل پہ اک کچھ نہ چلا دم گدھی اپنے اپنے  
کس طرح کائنات کوئی شب اپنے تیرے حقل  
ہے فکر نہ کہو اکثر شہری اپنے اپنے  
گدھی ہمہ جہاں د ختم ہمہ مل  
اکہ دل جس ہے یہ جامہ داری اپنے اپنے  
حق نے پکارا نہ تھا پتہ اسے دشمن کا رنگ  
د کیا حال میں جو کچھ دفتر غاری اپنے اپنے

۳۴

مرگشتگی میں عالم حق سے پاس ہے  
نسکین کو دے لہجہ کہ مرنے کی جس ہے  
لیا نہیں مرے دل تواری کی طر  
اب تک وہ جاتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے  
کچھ جان سوار صبر تم کہیں نکلا؟  
وہ مرے ہوا پہ انہاں پاس ہے



م کوئی ذکر دیا کرتے ہیں  
 نہ میں خلقِ معیت ہی نہ  
 بلکہ تو دے اے قلبِ مصنف  
 کہ وہ لہو کی رخصت ہی میں  
 ہم بھی تسلیم کی طرف راہیں گے  
 ہے نازی تری عادت ہی میں  
 بار سے پھر پلے جانے لے  
 گر نہیں وصل تو صرت ہی میں

۱۵۴

ہے ارمیگی میں کوہِ جا بے  
 کجِ وطن ہے خدا دہاں نا بے  
 دھڑلے ہے اس مطلقِ الحق کوئی  
 جس کی صرا ہو جودِ بزمِ کا بے  
 مست لے کوں میں وہ راہِ خیال  
 ( پڑھتے سے نہ رہے دعا بے  
 کر) ہے ایک بار میں تو ہے جہاں  
 کہنے کی ہے کھتر کل سے جا بے  
 کہتا کسی پہ کیوں مرے دل کا سہل  
 ہموں کے دلچسپ نے دوا کیا بے

۱۵۵

زندگی اپنی دہاں میں فصل سے گزری تاج  
 ہم بھی کیا بار کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

۱۵۶

اس دم میں بے میں حق جا بے  
 بیجا دیا اگرچہ اشارے دیا کیے  
 دل ہی تو ہے سیاستِ دہاں سے دار کیا  
 میں اور چٹاں وہ سے ترے ہیں صرا کیے؟

رکتا بچوں میں فرقہ و چٹا دہاں سے  
 دت ہوئی ہے دھرمِ کب و دہا کیے  
 ہے مرلہ ہی گزرتی ہے وہ گرجہ ہم غنجر  
 صحت بھی کل کیس گے کہ ہم کیا کیا کیے؟  
 خدوہ ہو تو خاک سے پائوں کہ لے ہم  
 تے وہ گھنٹے گراہیں کیا کیے؟  
 کس دوا عشقیں نہ ترشا کیے خدا؟  
 کس دن تلوارے سر پہ نہ کرے چا کیے؟  
 صحت میں لیر کی نہ پائی ہو کیس یہ تو  
 اپنے لگا ہے دوسرے بھر اچا کیے  
 خدا کی ہے اور بات مگر تو رہتی نہیں  
 ہولے سے اس نے تکیں دھسے دیا کیے  
 تاجِ حبس کو کہ لے گا تاجِ کج  
 نا کہ تم کا کیے اور وہ نا کیے

۱۵۷

دلہا مرقعہ دو غلڑاں ہے  
 اس سب کے سب کو بے تاج ہے  
 چلتے سے ہے سرِ شکرِ بد سے  
 بارِ قند جلتا سونِ شراب ہے  
 زخمی ہوا ہے پاش پاش ہمت کا  
 نے جاننے کی گئی نہ اگست کی کب ہے  
 بدلوں بادِ توئی دہاں ہے مثلِ صفت  
 غافل گئی کرے ہے کہ تکیں شراب ہے  
 خدا کا دہاں ہو اس بزمِ صحت کا  
 دہاں بدلوں کو جس کے قلب ہے  
 میں ہمارے دل کی قسلی کو کیا کہنا؟  
 ہا کہ تجھے دہا سے گھر بھلیا ہے  
 گرا اتنا سرسبز بیچ دہا سے  
 ہمد پہ نہ کہ دیکھو سواں دہا ہے

اس گل کا قصہ میں بھی نکلا دے گا  
جب کہوں گا کہ یہ ہوا ہی نے مجھے

۱۵۶

کونکر پہنی میں لہر وارغ ملان ہے  
رقی قوموں دھندلے طہر گرج دھان ہے  
خجہ کا گھنٹن ہا رنگہ طہر مہم  
پندرہ دہس غلابہ گل پریشان ہے  
ہم سے رنگ لٹائی کس طرح اٹھیا جائے  
وارغ پندرہ دستہ لہر طہر کس دہان ہے

۱۵۷

گل ہا ہے صد دوار سے سہو پالتے  
ہم جاہل میں ہی نور گھر میں یاد گلی ہے

۱۵۸

سدا کے اس کی مہر جانے کی صحت دل میں ہے  
میں ضعیف چنا کہ پھر پھر کھنڈر قافل میں ہے  
دیکھا تھوڑی کی لبت کہ نہ اس نے کہا  
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے  
کچھ ہے کس کس پائی سے ولے ہا میں  
راک میرا تھ سے بھر ہے کہ اس مصلیٰ میں ہے  
میں بھم چھیدی خاک میں لی جائے گی  
یہ وہ ایک لذت ہادی سنا ہے حاصل میں ہے  
رنگ نہ کیوں کھینچے؟ دانہ کی کو مصلیٰ ہے  
اگر نہیں سکا طرا ہو قدم حلیٰ میں ہے  
جانہ دھر آئندہ طہر عدا دل کس  
قدتہ شور قیامت کس کی تب دلی میں ہے؟  
ہے دل شریعت پالتے ہم چا، کب  
دہم کر اپنی کتا ہے کہ کس لٹائی میں ہے

۱۵۹

دیکھا قسمت کہ کب اپنے پہ رنگ آجائے ہے  
میں اسے دیکھتا تھا کب تھ سے دیکھا جائے ہے  
پتھر دھول دل سے کی گئی کہ لہریں میں ہے  
آئینہ بھری سہا سے بچھا جائے ہے  
غیر کو یاد ہے کہ کونکر صبح کھینچی کسے؟  
کر گیا بھی اس کو آلی ہے تو شہا جائے ہے  
شوق کو یہ لبت کہ ہر دم تھ کھینچے جائے  
دل کی وہ حالت کہ دم لپٹے سے کھرا جائے ہے  
صد ہنرم ہر تری ہر طہر سے دا دا دا  
طہر ہر ہا ہے وہی کہ تھ میرا جائے ہے  
کچھ ہے طہر طہر پتھر ہا دا دا دا  
یہ ہم اپنے کھسے جائے ہیں کہ وہ پائے ہے  
اس کی ہم کر لٹائی میں کر دل دھندل جائے  
شہر طہر طہر غیر پتھر پتھر جائے ہے  
ہم کے مصلیٰ وہ ہی رخ نور پاک میں کہا  
رنگ لٹائی جائے ہے جتا کہ لٹا جائے ہے  
مصلیٰ کو اس کے مسود ہے بھی کہا تھا ہے  
کھینچا ہے اس قدر لٹائی کھینچا جائے ہے  
سہو میرا تھ سے مصلیٰ قند ہائے ہے  
ہاں تھ آئینہ بھلی کے کس سے صرا جائے ہے؟

۱۶۰

گرم فریاد دیکھا طہر قافل نے مجھے  
تب لی ہر میں دی نیرا ہی نے مجھے  
نہ و فکر ہا عالم کی حقیقت مہم  
نے لیا تھ سے مصلیٰ مصلیٰ نے مجھے  
نکلت آئینہ دست ہے پتھر ہا دا دا  
کر لٹائی میں لٹائی نے مجھے

تم کو بھی ہم دکھائی کہ ہمیں نے کیا کیا  
فرصت کھائی، غم پھلی سے گر گئے  
لادم میں کہ نظر کی ہم جڑی کریں  
ہوا کہ اک درگ بھی ہم سطر نے  
اسے ساکھو کوپ دکھا دکھا  
تم کو کہیں ہو غائب اگلے سر نے

۲۱

کئی دن کر دیکھی اور ہے  
لپٹ ی میں ہم نے غلی اور ہے  
آتش دھڑا میں یہ گرمی کھلا  
سور تم ہائے غلی اور ہے  
ہوا دیکھی جی میں کی رہیں  
یہ کہ اب کے سرکاری اور ہے  
دس کے علاوہ دیکھا ہے ہر  
کہ تم پیام دہلی اور ہے  
چلے اور ہیں انور نجوم  
ہے ہائے تھپی اور ہے  
ہر گھنٹی غائب ہائیں سب تمام  
تک مرکب ہائیں اور ہے

۲۲

کئی لہجہ و میں  
کئی صورت فکر میں  
سب کا ایک دن نہیں ہے  
چند کہیں رات ہر میں  
آگے آتی تھی ظہور دل و  
اب کسی ہاتھ یہ میں  
ہوا ہوں خواب حاضرت و  
یہ غریب ہر میں  
آئی

۱۵۹

دل سے زہی تھ بکریک از گلی  
ملاں کو اک اور میں دھنا نہ کر گلی  
حق یہ کیا ہے سید ہوتا لقمہ فراغ  
تلفیق ہوا دلایا و غم بکریک گلی  
ہو ہوا جہد کی سرسبز کھلا  
اچھے ہیں اب کہ لقمہ ڈھیر سر گلی  
اتنی بہت ہے خاک سر کہ ہر میں  
دسے اب اسے ہوا میں ہوا کی  
دیکھو تم دھڑکا ہوا ہلکا ہوا  
مستور فراغ ہر بھی کیا غلی سر گلی  
ہر ہ ہوں نے میں پرستی شہ کی  
اب آہستہ آہستہ ظہور نظر گلی  
کھارے نے بھی کلم کیا وہی غلب کا  
مستی سے ہرگز ترسے رہا ہے بکریک گلی  
فرقہ کی کا فرقہ یک ہر دست کیا  
کلی تم مجھے کہ ہم و قیامت کور گلی  
ہوا دھلے نے اتنے اند میں نہیں  
ہو دھلے کئی ہو ہوا کو سر گلی

۲۳

نکس کو ہم نہ دیکھی ہو غلی فکر نے  
ورق ظہور میں قری صورت فکر نے  
اپنی گلی میں تھ کو د کہ دہلی ہوا غلی  
بھوسے ہونے سے غلی کو کہیں جوا کر نے  
ساقی گرمی کی شرم کہ آج ہوا ہم  
ہر شب چاہی کہتے ہیں نے جس قدر نے  
تھ سے تو یہ کام میں نہیں اسے ہم  
میرا سلام کہیں اگر ہر ہر نے









سلسلے کی طرح ساتھ بہری ہو دھوڑ  
 تو اس قدر دھول سے ہو گوارا میں کہے  
 تب ہار کر ہی مانگتا تھا بجا ہے  
 تب گنت بکھر دھواں غبار میں کہے  
 دے دے کہ عظمت کی بھارت کے ظفر  
 کہہ تھ کہ تو ہی میرے گوارا میں کہے  
 اس چمک لہر کا اگر پاسے اللہ  
 طوطی کی طرح آہستہ گھٹہ میں کہے  
 کانٹوں کی لہلوں کو گئی چاس سے بارہ  
 اک اکلہ یا دہلی چاند میں کہے  
 مریاں نہ کہیں رنگ سے وہ تو خاک  
 آتشوں غم طوقہ زہر میں کہے  
 عذر ہواں نہ ہو مگر ہواں نہ  
 کہیں شہر کل بارگ سے ہزار میں کہے  
 تب چاک گریلوں کا سو ہے دلیڑاں  
 وہ اک شمس اچھا ہوا ہو نہ میں کہے  
 آئینہ ہے سید سزا دہاں لہلوں سے  
 لے دلتے اگر سحرش اکلہ میں کہے  
 گھبراہٹ سنی کا طلسم اس کو کیجیے  
 ہو لگا کر عادت مرے اکلہ میں کہے

۱۷۱

میں سے گھرچہ چہ ہلچل اچھا ہے  
 اس سے ہوا سے رشیر غل اچھا ہے  
 ہر دہچہ نہیں نور دل پہ ہے ہر لہر  
 تی میں کہتے ہیں کہ صفت کہے تو ہی اچھا ہے  
 نور ہزار سے لے آئے اگر فوت کیا  
 راترجم سے سزا ہم سفل اچھا ہے  
 ہے طلب دی تو سو اس میں سوا کا ہے  
 ہو گواہی کہ نہ ہو فوسے سوا اچھا ہے

ہم سے صفت ہے گلہز راہیں خاطر  
 خاک میں عشق کی لہر میں ہے  
 دل سے اٹھا لہر جلوہ اپنے سفل  
 غیر کل گنیدہ بدل نہیں ہے  
 قل کا میرے کیا ہے حد تو دے  
 دلتے اگر حد اسرار میں ہے  
 تو نے حم سے سنی کی کئی ہے ثابت  
 تیری حم کا کہہ اعتبار نہیں ہے

۱۷۲

ہم غم سے ہی تک سرکھٹی تھ کہ حاصل ہے  
 کہ کبر ہواں دیکھ نظر میں فرق مشکل ہے  
 دلتے دلم سے صفت ہے لذت دلم سون کی  
 گھبرست کہ پاس دد سے دلتے غافل ہے  
 وہ کل جس گھٹوں میں جلوہ فرقی کہے ثابت  
 پشیمان لہر کل کا صولے عدا دل ہے

۱۷۳

پہ دلتی ہو دہاں میں کہ میں صرا خود  
 غار یا ہی غور آہستہ دلتے  
 دیکھا حالت مرے دل کی ہم آفرینی کے وقت  
 ہے لہر اکلہ لہر سرور تو مجھے  
 ہوں سلا ساز تہنگہ شکست کہ نہ ہوجہ  
 ہے ہی ہوا کہ دلوں میں نہ بھرتے تو مجھے

۱۷۴

جس پریم میں تو ہو سے گوارا میں کہے  
 ہوں کا لہر صورت دوارا میں کہے

۱۷۷

محب نکل سے جلد کے پٹے ہیں ہم آگے  
 کہ اپنے سانس سے سردیوں سے ہے وہ قدم آگے  
 اقلانے قاتلے چلا "غریب ہوا" اقلانے  
 خط "غریب" گناہیں نہ چل سکا تم آگے  
 لم نہ لے بھاری نکل ملن کی مسی  
 دگر نہ ہم بھی اقلانے تھے قلم ہم آگے  
 خدا کے واسطے وہ اس بھاری شوق کی دنیا  
 کہ اس کے وہ پہنچے ہیں بندہ سے ہم آگے  
 یہ مریخ ہوا پریشانی اقلانے ہیں ہم سنے  
 قلم آگے آگے آگے ملو ہائے ہم یہ ہم آگے  
 دل د بھر میں یہ اقلانے ہوا ایک سوہنہ ہوا ہے  
 ہم اپنے دم میں کیجے ہوتے تھے اس کو دم آگے  
 ہم ہاتھ پہ آگے کی میرے کہتے ہیں حالت  
 جوت کہتے تھے ہا میری جان کی قسم آگے

۱۷۸

شکست کے ہم سے ہے مریخ ہوا ہے  
 یہ بھی مت کہ کہ ہا کے تو کیا ہوا ہے  
 چ ہوں میں شکست سے ہیں راک سے جیسے بابا  
 اک ارا جھلکے ہر دیکھنے کا ہوا ہے  
 کہ کہتا نہیں یہ صبر ملتی دیکھو  
 قلم ہوا سے سر گرم بنا ہوا ہے  
 ملن کی را میں ہے ہرگز تکب کی ہا ہا  
 سے وہ جیسے کوئی گناہ ہا ہا ہے  
 کہیں نہ ہمیں ہنسوا خاکوں ہوا کہ ہم  
 کب اٹھاتے ہیں کہ میر خلا ہوا ہے  
 غریب قاتلے سے ہوتے ہا ہم اپنے ہوا  
 کہ جتنا ہاتھ ہیں اور ہا ہوا ہے

اس کے دیکھنے سے ہا اہل ہے مد ہا ملن  
 وہ کہتے ہیں کہ یاد کا مل چاہا ہے  
 دیکھتے ہاتھ ہیں ملن ہوا سے کیا نہیں  
 اک برہمن نے کہا ہے کہ "یہ مل چاہا ہے"  
 ہم ملن چیتے نے قلم کو میری سے کیا  
 جس طرح کا کہ کسی میں ہرگز چاہا ہے  
 قلم ہوا میں ہا مل ہائے تو ہوا ہا ہائے  
 ہم چاہا ہے وہ ہم کا کہ کی چاہا ہے  
 غریب ملن کو رکھے ملن آگے سرسبز  
 شہ کے بارش میں یہ ہوا نکل چاہا ہے  
 ہم کو ملن ہے جنت کی حقیقت ہیں  
 دل کے خوش دیکھنے کو حالت یہ ملن چاہا ہے

۱۷۹

نہ ہوا کہ مرے مرنے سے ملن نہ سی  
 اقلانے اور ہی جاتی ہا تو یہ ہی نہ سی  
 خارملو ہم صبرت ہوا تو ہے  
 شوق گنہگار ملن ملن نہ سی  
 سے ہرگز ہم نے مد سے لگے ہی جے  
 ایک دن کر نہ ہوا ہم میں ملن نہ سی  
 غریب نہیں کہ ہے ہتم ہا ہوا  
 مریخیں ملن یہ ملن ملن نہ سی  
 ایک ہائے پہ موقوف ہے کمر کی ملن  
 ہوا ہم ہی سی ملن ملن نہ سی  
 نہ ملن کی قلم نہ ملن کی ہوا  
 مریخیں ہیں مرے ملن میں ملن نہ سی  
 مریخیں صبرت ہوا ی غریب ہوا  
 نہ ملن حالت اگر مریخیں نہ سی

و جج جس کے لئے ہم کو یہ بھوتہ من  
 مانے ہیں کھنکھانے لگے کیا ہے  
 ہاں غریب اگر تم بھی دیکھ لوں وہاں  
 یہ جیت و خیر و دولت دیکھ کیا ہے؟  
 وہی نہ جانتے کھنکھانے لگے کہ یہ بھی  
 تو کس صید پہ کھنکھانے لگے کیا ہے  
 ہاں ہے شہر کا مصیبت بھرے ہے ہزار  
 دگر نہ شہر میں بابت کی آمد کیا ہے؟

۱۸۰

میں انہی بچیوں اور بچوں نہ کہیں  
 ہاں لگتے ہیں لگتے ہیں بچے ہوتے  
 قرآن کا یہ ہوتا ہے کہ ہم  
 آگے آگے تم سے لگتے ہوتے  
 یہی قسم میں تم کو کرتا ہوں  
 ہاں میں نے اب کی دے دے ہوتے  
 میں ہاں وہ راہ ہے بابت  
 کوئی دیکھ لو کہ یہی ہے ہوتے

۱۸۱

نہر میں بھی میں سے ہم کے  
 ہم رہیں ہیں کھنکھانے بچوں کے  
 مقلد کا تم سے کیا کہہ کر ہے  
 بھنکھنکے ہیں ہنسنے بھی ہم کے  
 وہ انہیں کے کہہ مطلب کہہ نہ ہو  
 ہم تو جانتے ہیں کہ ہم کے  
 دلت ہاں ہم سے ہے اور کچھ ہم  
 دھوئے دھوئے ہاں ہم کے  
 ہاں کو آگہوں نے پھانسا کیا کر  
 یہ کہیں جتنے ہیں کہ ہم کے؟

ہاں ہاں تھا ہے وہی سے ہوا اور اب  
 اب تک آتا ہے وہی سے رہا ہوا ہے  
 قطعہ

ہاں ہوا کہ وہ ہے ہاں ہوا  
 شہر کی دھواں میں ہیں کھنکھانے ہوا ہے  
 اسے شہر کا اب ہوا ہوا ہوا  
 جیسے ہوا کا حق کس سے لایا ہوا ہے  
 ہاں ہوا کا حاصل ہوا ہوا ہوا  
 تو وہ ہوا کا جسے ہوا ہوا ہے  
 ہر جیسے میں ہوا یہ ہوا ہے ہوا ہے ہوا  
 ہوا ہے ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہے  
 میں ہوا کھنکھانے میں آگہوں ہوا ہوا  
 یہ بھی ہوا ہی ہوا ہوا ہوا ہوا ہے  
 دیکھ بھنکھانے میں ہوا ہوا ہوا ہوا  
 تو ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہے

۱۸۲

ہر ایک ہوا ہے کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 تو کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 نہ کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 کوئی کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 یہ کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 دگر کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 ایک ہوا ہے ہوا ہے ہوا ہے ہوا  
 ہوا ہے ہوا ہے ہوا ہے ہوا ہے ہوا  
 ہوا ہے ہوا ہے ہوا ہے ہوا ہے ہوا  
 کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 دگر کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر  
 ہوا کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر





ایک دہ سو سے گرا ہے کہ اگلے دہ اے  
 ہم دہ ایں چاہے کہ ہائے نہ بنے  
 عشق دہ خور نہیں ہے دہ اہل بابے  
 کہ اگلے دہ گئے اور بچائے نہ بنے

۱۸۳

ہاک کی خواہش اگر دلچست بہ مہمان کے  
 صبح کے ہندو زلم دل کربانی کے  
 جوت کا تجربہ دہ عالم ہے کہ گر کچھ خیال  
 وہ دہ دل کو یاد دلچسپی جرتی کرے  
 ہے نکس سے بھی دل نوید واپ کب تک  
 آئندہ کہ دہ عرض کر اہلی کے  
 بیکار گر چلج مسو نا سے پاسے نکست  
 مسوہ شید وہ دہ سار کی مڑکلی کے  
 ظا حاضر سے گھارے زلف کو الفت لے دہ  
 یک ہم حضور ہے دہ یکہ پریشانی کرے

۱۸۴

دہ آگے خواب میں تکیں اضطراب تو دے  
 دے لگے تینوں دل اہل خواب تو دے  
 کہ ہے کل لکھت میں حوا دہ دہ  
 زنی طرح کوئی غبار نگہ کو آب تو دے  
 دکھا کے جھٹل لب ہی لہم کر ہم کو  
 دہ دے دہ دہ دہ سے کسی خواب تو دے  
 پا دے لوگ سے ملتی دہ ہم سے نکست ہے  
 یاد کر بھی دہ دہ دہ خواب تو دے  
 اندر غوغا سے مرے ہاتھ پاؤ بھول گئے  
 کہا دہ اس نے سزا میرے پاؤ دہ دے

لم عشق نہ دہ سہلی آموز تان  
 کس قدر غلغلا آئند ہے اورں مجھ سے  
 اور کلمہ سے جلدی سحرانے جہن  
 صورت رشیدہ کوہر ہے چلک مجھ سے  
 مہادی ہنر تہیر فراقت دہ دہ  
 دہ ہے سائے کی طرح میرا بستی مجھ سے  
 عشق دہار میں کر تو لگے گرت دہ  
 دہ نگہ شل شل شل پہنیں مجھ سے  
 بکسی ہائے شب ہر کی دلچست ہے دہ  
 سہل فرخیز قسمت میں ہے پنل مجھ سے  
 گردش سحر صہ جودہ رعین تھ سے  
 آئندہ دہ دہ یک دہ دہ جہن مجھ سے  
 نگہ گرم سے ایک شل جہن ہے دہ  
 ہے پرانلو شس دہ غلاب گشتی مجھ سے

۱۸۵

کوتہ میں ہے غم دل اس کو ہائے نہ بنے  
 کیا چنے ہاتھ ہاتھ بات ہائے نہ بنے  
 میں جانا تو میں اہل کو کر اے چنہ دل  
 افس پ یں ہائے کچھ لکھی کہ یں آگے نہ بنے  
 نکیل سمجھا ہے کسی پھر نہ دے بھول نہ بنے  
 کال یوں ہی ہو کہ یں میرے ستائے نہ بنے  
 غیر پھر ہے لئے یں تے فلا کو کہ اگر  
 کوئی پڑھے کہ یہ کیا ہے؟ تو پہنائے نہ بنے  
 اس نزاکت کا برا ہو دہ لکھے ہیں تو کیا  
 ہاتھ توہن تو انہیں ہاتھ لکھت نہ بنے  
 کہ لکھے کون کہ یہ جہا گری کسی کی جہا  
 پودہ پھر دہ ہے دہ اس نے کہ اگلے نہ بنے  
 سوت کی راہ نہ دیکھوں کہ یں آگے نہ دے  
 تم کو پہنیں؟ کہ دہ کلا تو ہائے نہ بنے

۲۸۵

تکلی سے بھی دھکم بھکم ہر کم ہیز ہے  
 ماسر سکر پانی ہے سو تو ہر ہیز ہے  
 سرکشو! ہیرا داروہ تو بھیجیو ہاں ہے  
 دلو بدست جا آؤ، دلو دار ہیز ہے  
 خوشا اقبال دلدی عینت کو تم آئے ہو  
 لورے شام پانی طالع ہزار ہیز ہے  
 ہر طرف کھو ہوئی افسوس پر شمع عقل  
 شعلہ آتش کچھ کھڑے کمر ہیز ہے  
 دہی آئی ہے ہر جگہ سے اس کی دھک لٹکھس کی  
 طاری ہو کہ طاری زمانہ ہار ہیز ہے  
 کہوں کیا دل کی کیا حالت ہے ہر بار میں غالب  
 کہ دھلی سے ہر یک کمر ہیز طیار ہیز ہے

۲۸۶

علم ہے دھوکہ غلط دگر گفت نہ ہو جلد  
 خود دھوکہ گفت ہے تو دھوکہ نہ ہو جلد  
 کچھ اس نسل میں کوئی ننھوں چاہیگا  
 اگر گل سوا کے کھت ہے وہاں نہ ہو جلد

۲۸۷

فرید کی کوئی نے نہیں ہے  
 وہ پند نے نہیں ہے  
 کہیں رہتے ہیں بادل تو ہے؟  
 کہ رات گزرتے نہیں ہے  
 ہمارے ہر ایک نے میں تو ہے  
 کہ کچھ کی کوئی نے نہیں ہے  
 ہاں کھانچے سے تو ہے  
 ہر جگہ کہیں کہ "ہے" نہیں ہے

۲۸۸

نہ ہوجے کون مرام برصہ دل کا  
 کہ اس میں روزہ طہاں جگر اہم ہے  
 بہت دنوں میں کھانسی نے تھکے ہوا کی  
 وہ اک گم کہ یہ ظاہر کچھ سے کم ہے

۲۸۹

ہم دھک کو لہجہ بھی گوارا نہیں کرتے  
 مرتے ہیں دھک کی قنا نہیں کرتے  
 وہ پتہ نہیں غیر سے ہے دھک لعلی  
 ظاہر کا ہے پتہ ہے کہ پتا نہیں کرتے  
 ہر پتھر توپیدی لڑا ہے  
 کھت کو برا کہتے ہو! اچھا نہیں کرتے

۲۹۰

کہے ہے وہ تھکے لب سے کسیر رنگہ فریاد  
 ظار پند ماسر کچھ کچھ ہے  
 کچھ تو اس سر شوق کی بھی روئے ا  
 کہ ایک ہر سے صرت پرستہ پانی ہے







میں نہ دکھائے نہ دکھایا، ہر اندازِ دلچسپی  
کھول کر پہلا دریا آنکھیں ہی دکھائے تھے  
وہی جگہ بھی گزرتی رہے وہ غول ہے کہ میں  
دلف گریں جہاں تو رہنے میں الجھا رہے تھے

۲۰۹

بارگاہِ اطفال ہے دنیا مرے آگے  
ہوئے ہے شبِ دہرا دہرا مرے آگے  
اک کھیل ہے اور گھر چلیں مرے نزدیک  
اک بات ہے اندازِ سجا مرے آگے  
وہ ہم نہیں صورتِ عالم کے منظر  
جو ہم نہیں جتنی دنیا مرے آگے  
ہوئے ہے میں گرد میں صرا مرے ہوتے  
گھٹ ہے میں خاک پہ دنیا مرے آگے  
مست پوچھ کر کیا مل ہے میرا نہ پوچھے  
تو دیکھ کر کیا رنگ ہے میرا مرے آگے  
جا گئے وہ لڑکیں دلوں آراہیں نہ کہیں ہوں؟  
بیٹا ہے بھر آئینہ سما مرے آگے  
پھر دیکھتے اندازِ کلی اللہ اللہ  
رنگ سے کوئی چاند صبا مرے آگے  
لڑکتے کانگن گڑھے ہے میں رنگ سے گزرا  
کہیں کہیں عروم نہ ہی کا مرے آگے  
ایسی تھے دیکھ کر ہے وہ بچے ہے تھے کمر  
کمر مرے ہیچ ہے گھبرا مرے آگے  
عاشق ہوں پہ عشقِ فریبی ہے سزا کیم  
بھوں کو برا کہتی ہے لہا مرے آگے  
غول ہوتے ہیں بدسل میں یوں مرے جانتے  
کلی شہر جہاں کی تیرا مرے آگے  
ہے صبح نہ اک عظیم غول کالی ہی ہ  
آتا ہے وہی دیکھتے کیا کیا مرے آگے

۲۱۰

کہ ہاتھ کو جھٹ نہیں آنکھوں میں تو دم ہے  
رہے وہ انکی سارے دھت مرے آگے  
ہم وہ دم شربِ دہم داز ہے میرا  
عالم کو برا کہیں کو بھرا مرے آگے

کہیں جہاں تو کہتے ہو "دعا کہتے"  
نہیں کہہ کر ہر تم یوں کو تو کیا کہتے؟  
نہ کہہ غصے سے ہر تم کہ "ہم غصہ ہیں؟"  
تھے تو غول ہے کہ ہر کہہ کہہ "ہا کے  
" بختہ کی پہل میں اب تو ہاتھ  
تار ہر کہہ ہر کہیں نہ آتے کہتے؟  
نہیں دہرا دہرا دہرا دہرا  
" دلم جج ہے جس کو کہہ دیکھ کہتے  
وہ دہرا ہے اسی کے نہ دہرا دہرا  
وہ دہرا کے اسی کو نہ دہرا کہتے  
کسی حقیقت میں کا ہی مرنے تھے  
کسی صیغہ کا "سوالی" دہرا کہتے  
کسی حکایت میں کہیں نہیں کچھ  
کسی حکایت میں کہیں نہ کہتے  
رہے نہ جہاں تو جہاں کو یوں بھا رہے  
کے زہن تو جہاں کو مریا کہتے  
نہیں تار کو لکھ نہ ہر تار تو ہے  
دہرا دہرا دہرا دہرا دہرا کہتے  
نہیں ہر کو فرمت نہ ہر ہر تو ہے  
طراوت میں دہرا دہرا کہتے  
نہیں ہر کہہ کہہ دہرا دہرا کہتے  
نہا سے کیا ہم دہرا دہرا کہتے



قتاری طرز و دلی جستہ ہیں ہم کیا ہے  
 رقیب ہے اگر لطف آہم نہ کیا ہے؟  
 کہ تو شب نہیں آنے تو سہل کھولے  
 کوئی نہ کہ وہ رقیب ہم یہ تم کیا ہے؟  
 تھا کہ کوئی ایام طالع مہر  
 کے گھر ہے کہ وہی غمگین ہم کیا ہے  
 نہ سحر و طر کا قافلہ نہ کہیں و ملت کا  
 دوا کے واسطے ایسے کی ہر قسم کیا ہے  
 وہ دوا دہا کر لیا ہے شہا ہے ہم  
 وگرنہ تم نہیں دہا ہم کیا ہے  
 ظن میں عدد و غایت کی زنجیر طالع  
 نہیں۔ ہم بھی لکھیں اب اس میں دم کیا ہے

محلے میں جی سیر کرتے تھے وہاں کے لوگ  
 کہیں کہ نہ کہتے تھے کہ وہاں ہے جلد کی

77

یہاں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم لگے  
 بہت لگے عرصہ ایسا نہیں رہا بھی کم لگے  
 اسے کہیں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اس کی کہن پہ  
 وہ خون کا چمچ تو سے عمر بھر یوں دم دم لگے  
 کھانڈے سے آدم کا سنے آئے ہیں لیکن  
 بہت بے آہدہ کہ تو سے کہنے سے ہم لگے  
 ہر دم کل پہلے ظالم تیرے طاقت کی دہائی کا  
 ہر اس طغیانی چڑ، دلم کا چڑ، دلم لگے  
 مگر کھوانے کوئی اس کو خدا تو ہم سے کھوانے  
 ہوئی صبح اور گھر سے نکلی، رات کو قلم لگے  
 ہوئی اس دور میں شوبہ لمحہ سے یاد آئی  
 ہر آقا وہ ننگ ہو پہلی میں جاں ہم لگے  
 ہوئی میں سے قلعہ جنگ کی بار بار لگے کی  
 وہ ہم سے اکی ذراہ غصہ سچا قسم لگے  
 بہت بھی نہیں ہے فتنہ جیسے اور سونے کا  
 اس کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا چہ دم لگے  
 کہیں سے کانٹے کا دھاری چاہے اور کہیں دانت  
 پہ آتا پہنچے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم لگے

--	--

نہی کے ہیں ہر خاطر گمراہی ہو جائے  
ہے کلف اسے شرمِ بند کیا ہو جائے  
چند آسا تک ہی رہے ہے سوچ ہے سوچ غص  
اسر نہ زندگی ہو کر رہا ہو جائے



میں نے وہ خط لکھا تھا کہ میں نے  
 سونے کے ایک ٹکڑے کو ایک ٹکڑے  
 کے طور پر استعمال کیا ہے جس میں  
 ہیرا لکھا تھا کہ میں نے اسے  
 استعمال کیا ہے کہ میں نے اسے  
 استعمال کیا ہے کہ میں نے اسے



لب بیلنی کی تھنڑی کڑی سے گھولیں۔



کہر، جلاہد، ملوکیہ، صوائے کب ہے  
 غنیمت یا براہن میں رکھا ہے اگلی جلد سے  
 ہم سے دھتکہ کہہ ہے کسی کی پانچ مست ۹۹  
 ٹیپے میں انہی پڑی پڑی ہے سمیٹ ۹۹ سے

173

مطلب نہیں کہ اس سے کہ مطلب ہی یہ کہے

74

یہی ہے کہ جسے ہم تصور کہتے ہیں  
میں قسم ہے کہ میں تصور سے شب ہنسے گی

۲۲۷

ہجوم بل جوت ہاجر عرض یک اعلیٰ ہے  
 غرضی دینار مد نیکی سے شس بدوں ہے  
 خلف رطوب ہے ہاں میں تفسیر بدوں  
 غور ہے جلیب ہاں چکر چکر ہوں ہے  
 ہاں ہے کلاچہ لم سے تک کیلیج شفی  
 کہ صبح مہر کو ہر تہ پاکیزگیوں ہے  
 دل دہی شہر و سقا سے گر سہا کیا ہاں  
 کہ اس ہاں میں سائر حلقہ دست گریں ہے  
 لم آغوش ہاں میں ہادش رہا ہے عاشق کو  
 ہاں عاشق ہاں قلم سرور گریں ہے

۲۲۸

لوٹیں میں دینا دیا نکلی ہے  
 کھ مل سے تہ شہر ما نکلی ہے  
 نظر نگلی غلوت سے نئی ہے ہنم  
 ہاں جو شے کے ہارے میں ہا غن ہے  
 نہ پوچھ سید عاشق سے کہہ چاکر کھ  
 کہ دلم دینار و سے دیا نکلی ہے

۲۲۹

بس ہا نیم شاد گل زلف ہار ہے  
 ہاں دینار کبیر شہر چار ہے  
 کس کا سر ہاں ہے جوت کو؟ اے خدا  
 آئینہ قرین خلق دستہ انکار ہے  
 ہے اے دنا نگلی ہا سے ہاں خلق  
 گرام ہے دستہ صرا شاد ہے  
 دل دلی د وہا ہا دنا ملیہ  
 غلوت کا حضور ہا دینار ہے

۲۳۰

آئینہ کیوں نہ دلی کو دینا کیسی ہے  
 ہاں کیسی سے دلی کو قہ ما کیسی ہے  
 صرت نے ہا دینا قری ہم نہاں میں  
 گدرد کھ سوا کیسی ہے  
 ہرکا ہے کس نے کوئی بہت میں اے خدا  
 شہنشاہ انکار قہ کیسی ہے  
 سر ہا قلم صبر غری سے الٹے  
 " ایک ملت خاک کو صرا کیسی ہے  
 ہے قلم و ہی صرت ہار سے دلی  
 شفی علی کبیر شہر کیسی ہے  
 دراکر ہے کھنکر گل ہاں میں کو  
 کھر ہار پیر ہا کیسی ہے  
 غلبہ ہا د دلی ہا دنا ہا کے  
 ہاں بھی کوئی ہے کہ سب ہا کیسی ہے؟



علم و فکر نے عقل و ادب سے  
 دارا دل پیدا کر رکھا تھا ہے  
 دل میں شہداء کا نقشہ صبر و ہمت  
 تجھ سے دستِ بزمِ پادشاه کا ہے  
 شعلے سے نہ ہوئی ہوئی شعلہ نے ہوئی  
 تھی کسی قدور (طریقہ) دل پہ جا ہے  
 عقل میں تھی ہے وہ عقلی کہ یہ عدالت  
 تھیں یہ احوال کی آغوش کھلا ہے  
 قری کتب حاضر و باطل صبر و ہمت  
 اسے یاد رکھنا بیکر سہو کا ہے  
 غم نے تھی ملکہ کیا رجسٹر دل کو  
 مشرق و ہے مصلیٰ طرہ کا ہے  
 مجھری و دوا ہے گرفتاری اہل  
 دستِ بزمِ ملک آہ و بکا کا ہے  
 عظم ہوا طبعِ شہیدانِ مکتوم  
 عقارِ حمِ شہیدانِ قصہ کا ہے  
 اسے تو فریاد میں کیا دوسر بھی  
 ملنے کی طرہ ہم پہ اب وقت چاہ ہے  
 ہمارے مکتوب کی بھی صورت کی لے دار  
 دہشدا ہر امن کہ مکتوب کی سزا ہے  
 ہے گاغیٰ عقل سے ہے دل نہ ہو جاہل  
 کی نہیں تھی تو مری جان خدا ہے





دلی قسم ہوا اور صبح بلی ہے  
 سینہ چاہتا اس بار نکلی کے لئے  
 - ہوائے غم سے غارت ہوا ہے گو سرا  
 ملائے غم ہے بار ہوا تو دلی کے لئے

دلی پہ بار خدا ہے کسی کا نام تو  
 کہ میرے نکلنے سے اسے مری دلی کے لئے  
 نصیر دولت دلی اور سمجھو ملت و ملک  
 ہا ہے پہاڑ پری جس کے آغوش کے لئے  
 زندہ وہ بھی اس کے ہے جو تڑپاں  
 شہی کے اور حلقے لب آہوں کے لئے

## قصائد

بچے کر بلی فریادہ جس کی قصہ  
 بڑھ چلے گا فریادہ سے گا ہنر  
 لعل کی ہے پہ درون دمسو شک  
 طوفانی سزا کہہ نے پیدا حشر  
 وہ شہسوار کہ جس کی پہ قہر سرا  
 بزم غزل ہادی چاہ وقت ہمار  
 شک ہوشی غم لم دلی حشر  
 رختہ فیلی لعل - چاہ طلب حشر  
 سزا نہ مانی دیکھ شک پست پہ غم  
 رختہ سے صدف دیکھ لعل صدف  
 دلی کے غمک سے حاصل وہ شک یک ہنر  
 وہ سے بہتہ دلی پانی سے ہزار  
 خاک حشر ایک حشر حشر حشر  
 بزم غزل قسم آئینہ بخت چہار  
 نہ اُس کر کا فریادہ کا آئینہ نہ  
 گرد شہد کی امید کا ہریم ہزار  
 آفریقہ کا ہے دلی سے حشر سقا  
 عرض فریادہ لعل ہے ہر سوچ لعل

ماہ یک وہ نصیر فیلی جس سے ہے ہر  
 دلی ہنر ہے دلی سہا پہ ہنر  
 سقا پہ سہا ہے پہ ہوش ہنر  
 رختہ شہسوار سے حشر بچا کہہ  
 بڑ ہے ہم دلی کی طبع دلی چنگ  
 کہہ ہے رختہ لعل صدف دلی حشر  
 سقا لعل کی شک غم ہے سہرے  
 کہ اس آغوش میں حشر ہے دلی عالم کا ہنر  
 کہ د سزا سے مصروف شوق لعل  
 دلی فریادہ دلی حشر کی سے چہار  
 سہرے ہے فیلی ہوا صورت حشر حشر  
 سرشت حشر لعل پہ یک سطر ہنر  
 حشر کہ بچے دلی تو پہ لعل ہنر  
 وقت ہنر اس کا لعل نہ پانچ ہے ہنر  
 کتب ہر خاک کہوں شک قمری ہزار  
 دلی ہر شک آغوش دلی حشر حشر  
 یکہ میں ہر اگر شک لعل کی حشر  
 لعل پہ یک حشر حشر پہ لعل حشر  
 سہرے کی دلی دلی پہ شک لعل دلی  
 غم کرے حشر حشر میں کر دلی حشر





ہے گئے ازل سے پہلے  
 کر تجھے ہے سیرِ دستِ مہم  
 و کہ بختے آتھ کہ فر لہر  
 کیا نہ دے آگے سے و کلام؟  
 جب کہ چھو مائلِ عقل  
 کر بچے قطعِ تھی تجوی؟ ہم  
 مجھے ہے تو سے میں لہرِ پانی  
 کہے دھوکے دھن و سحرِ نام  
 دیکھا مجھے پتھر میں لہر  
 الی صورت کا اک بارسی نام  
 ہر لڑل کی روش پہ کل تھا  
 قمرِ شمع چھتا تو نام

### غزل

دہرِ تم کر چکا تو میرا ہم  
 تھ کہ کسی نے کیا کہ ہر نام؟  
 سے ہی ہر کھل نہ میں سے پانی  
 تم سے جب ہو گئی وہ شاکستہ نام  
 ہر کہی؟ کی کیفیت ہے  
 کہ نہ سمجھیں وہ فطرتِ نام  
 کیجیے میں جا جانم کے ہاں  
 اب تو بدعا ہے وہ میں اہم  
 اس قلع کا ہے دور تھ کہ تھ  
 چرخ لے لے ہے جس سے گردش نام  
 ہر دہتا میں ہی کہ ہے اللہ  
 دل کے لپٹے میں جن کو تھا اہم  
 بکیرا میں کہ جن کو خضر آئے  
 کہوں رکوں دہن تاب لپا نام؟  
 کہ چکا میں تو سب یکو اب تو کہ  
 اے چل چو یکے یکو نام  
 کہوں ہے جس کے وہ بھیہ ما  
 ہیں سر و سر و سر و سر

تو میں ہاں تو تھ سے ہی  
 ہم شلستہ ہلستہ نام  
 قلہ نام و دل ہلستہ  
 سحر لالہل واداکرام  
 شہسوارِ فطرت و انصاف  
 لہلہلِ حلق و نام  
 جس کا ہر فعل صورتِ اہم  
 جس کا ہر فعل سن و نام  
 ہم میں میں میں قیوم  
 نام میں لہلہلِ رستم و نام  
 لے تا نظیرِ زندگی افزا  
 لے تا عد لڑل و لہلہل  
 نام ہر خداوند شاکستہ  
 لہلہلِ طلاق نام

جلی شادی میں مجھے قیوم نام  
 لہلہ خواہں میں مجھے مرشد نام  
 دہر تک پہنچے ہیں تجھے  
 لہلہ و نور و خور و ہر نام  
 لہلہ ہاں میں ملنے ہیں تجھے  
 مجھ گود و گود و ہر نام  
 مرچا مرچا مرچا مرچا  
 آئی سب دارلہلِ صہم  
 ہر کو تجھے ہر خیر ہر نام  
 چچ کو بھی چچ صہم نام

### قصی

دہرِ رقی ہے کا دم  
 ہتی کو دے ما ہے کا اہم  
 تھوے لہلہ گری ہر کی صدا  
 مجھے لہلہ یک محل کا نام



ہر ہوا دلت طواری کا لیل  
 ہر سر و فریاد کا دفتر کلا  
 غلے سے پانی طبعیت نے مد  
 پاؤں بھی رکتے ہی نظر کلا  
 مرغ سے نمودار کی دیکھی شہ  
 یں عرش سے رعبہ اور کلا  
 سر پہنچا چڑھا پکر کلا گیا  
 پشہ کا راجو نظر کلا  
 بادشہ کا ہم لیتا ہے تظلیب  
 لب کھر پانہ و میر کلا  
 شکرہ شہ کا ہوا ہے روٹیاں  
 لب ہمار اکہدے اور کلا  
 شہ کے آگے دھرا ہے جھ  
 لب تکی سکر انکدر کلا  
 شک کے وارث کو دیکھا حق نے  
 لب فریب عقل و سر کلا  
 ہم کئے کا سرچہ ہاں اب ہم ہے  
 دفتر سرور بدل داور کلا  
 غر انکھا ، عقل ہضم کلا  
 ہر اظہر عقل کر کلا  
 جاتا ہیں ہے غلہ اسرار کلا  
 تم کا لب عاکو ہم کلا  
 تم کہ سامعنی لب جاب کلا  
 ہے طبع روز و شب کا اور کلا

مشق

در صفت لب

لب طرور سے دوسرے  
 کیوں نہ کہلے در فرید  
 غلے کا ملے ، راز  
 شوق گل کا ہے سبکدوش

مجھ پہ لکھو قیمت سے شہ کے  
 حصہ سرور سرور کلا  
 ناکھٹے دل میں تھے لیکن ہر ایک  
 میری صدمہ سے باہر کلا  
 قمار دلو دولت قفل ہے کاید  
 کس نے کھوکھ کلا کیونکر کلا  
 بارگ مسن کی دیکھاں کا ہوا  
 مجھ سے کر شکر خن مسر کلا  
 ہم ہیں سرور نوبی قفل  
 لوگ ہائیں علیہ و حیر کلا

فزل

خج میں بیجا رہوں ہیں کلا  
 آنکھ سے قفل کا دور کلا  
 ہم پکاریں اور کئے یوں کون ہائے  
 بار کا سدھانہ پائی کر کلا  
 ہم کو ہے اس داندانی ہے جھڑ  
 صدمہ کا ہے راز ، کلا  
 دامن طر ، کلا کلا کلا  
 دلم لیکن دماغ سے کلا  
 ہاتھ سے دیکھ ہی کب اور نے کلا  
 کب کر سے غرض کی بجز کلا  
 حقت کا کس کو برا ہے پارت  
 راجوی بھی پداور دھ کلا  
 سار طر کا کیا کرے ہاں کلا  
 آگ بھڑی نہ اگر دم ہر کلا  
 شہ کے ساتھ آگیا چھو مرگ  
 نہ گیا طر میری پچائی ، کلا  
 دیکھی غلب سے کر ابھ کلا  
 ہے دی پشید اور کافر کلا







۷ پشت سے ہے چڑھ آیا ہے گری  
 مکہ شہری اور دوزخ میں نہیں گھے  
 کڑوں رو ہوں اور مرا ملک ہے سچا ہی  
 ہرگز بھی کسی سے عداوت نہیں گھے  
 کیا کم ہے یہ شرف کہ حق کا نام ہوں  
 یا کہ بد و منسوب و شرف میں گھے  
 استغفر اللہ سے ہر گھے پہاڑ کا ٹیل  
 یہ کتب یہ اہل یہ طاقت میں گھے  
 ہمارے ہیں لا ہے شہر کا خیر  
 سوکھ اور گوار کی حالت میں گھے  
 میں کون اور رشتہ ہی اس سے دیا  
 جو جہلم خاطر حضرت نہیں گھے  
 سرا تھا کہا نہ اسل اس  
 دیکھا کہ ہوا غیر کرامت میں گھے  
 خلق میں آ چلی ہے حق معجزات  
 حضور اس سے ظاہر ہے میں گھے  
 دے حق کسی کی طرف نہ تو دیا  
 سوا نہیں ہوں نہیں رحمت میں گھے  
 قسمت ہی کسی پہ طبع ہی نہیں  
 ہے حق کی جگہ کہ طاقت میں گھے  
 ملحق ہوں اپنے قول میں غالب خدا کا  
 کہ ہوں جا کہ بحث کی طاقت میں گھے

### صبح

حضرت الہک ہندو ! گھے ہا کہ گھے  
 تم سے ہر اپنی ادا ہے کسی بات سے ہے؟  
 گھر تو ہے کہ بھلا اگر گرم کہے  
 دکان پر نہ دوسری بات سے ہے  
 اور میں ہوں کہ گری میں بھی غور کہیں  
 غیر کیا خود گھے طرقت میں ادا سے ہے

میں سمجھتا ہوں کہ افسوس میں گھے  
 داروغہ بکر ہاشم شہا کہے  
 عالم دستہ میں کے طالب گھے  
 سر پہنچو پہنچو سے ہا کہے  
 ہاتھ ہوا میں سے نہایت گھے  
 غلام بھگت میں کھلا ہا کہے  
 عمر ہوا میں ہوا ہم کیے گھے  
 ہوا جسے ہوا میں گھے  
 دین میں اس کو ہر گھے ہوا  
 رنگ میں اسے ہوا ہوا کہے  
 صورت میں اسے ہوا ہوا کہے  
 سے کہے میں اسے ہوا ہوا کہے  
 کہیں اسے ہوا ہوا کہے  
 کہیں اسے ہوا ہوا کہے  
 کہیں اسے ہوا ہوا کہے  
 کہیں اسے ہوا ہوا کہے  
 کہیں اسے ہوا ہوا کہے  
 کہیں اسے ہوا ہوا کہے  
 ہوا ہوا کے ہوا ہوا کہے  
 ہوا ہوا کے ہوا ہوا کہے  
 اور اس چاہی چاہی کو ہوا کہے  
 قطع

نہ پوچھ اس کی حقیقت حضور وہ لے  
 گھے ہر کہیں ہے میں کی مدد میں  
 نہ کہاتے کہیں گھے نہ ہوا سے ہوا  
 ہر کہاتے حضرت ہم یہ میں مدد

### بیان مصنف

مظہر ہے گزارشات ہر طرف  
 ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا

منزل کا یہ بلا جی کے جب سے موت  
 بہت آگ آگ سے دل کو تے ہات سے ہے  
 ہاتھ میں جیسے رہے تو سر ہات کی مٹی !  
 یہ دعا شمع و سر کاغذ مہلت سے ہے  
 تو سکھ ہے سزا فقر ہے ملتا جھڑا  
 گوشہ لغز کی بھی لہ کو طاقت سے ہے  
 اس پہ گزرتے نہ گلے دے دیا کا زہد  
 مہر خاک تھیں اہل غرابت سے ہے

### موقوفات

ہے ہر شبہ آخر ہر مضر بہار  
 دکھ دیں مہل میں ہر کے سے تک دی ہر  
 ہر آئے ہمار ہر کے سے گور ہر کے مست  
 سب سے کہ دہلا بہتے پھولوں کو جلتے پھول  
 غالب ! یہ کیا ہیں ہے نہ ؟ سب سے ہلا  
 ہلا نہیں ہے بے گھر کوئی نشت غلام  
 بچے ہیں سولے بچے کے بچے حضور میں  
 ہے جی کے آگے ہم و زور و زور  
 ہوں نیچے کہ بچے سے غلے کیے ہوئے  
 دیکھوں ہی آلب ہیں اور ہے جو ہر ہار

### دوہڑی شلہ

اے شلہ بیاگیر ہوں بلی بھول  
 ہے غیب سے ہر دم تجھے مدد گز جلاوت  
 ہر مضر و ہزار کہ کوشش سے نہ جا ہو  
 تو داکرے اس مضر کو سو بھی یہ شلہ  
 تھیں ہے گھر غھر سکھ سے تو دارم  
 کہ ب کہ نہ سے چہرہ نہیں سے طہارت  
 آمد کو جلیں کی داریت سے شرف کا  
 ہے فقر جلیں کو کہ تھی داریت

ہے شکر مہدی تو لہار مٹی  
 ہے دلا غلامی تو زور و زور  
 تو کب سے کہ سب کے مقرر ہیں  
 تو آگ سے کدھ کے مہر شہادت  
 احوال سے نہ لے مہر دیا میں دہلی  
 بلی نہ رہے آخر سوا میں داریت  
 ہے کہہ گھر تھو سوا میں دہلی  
 ہے کہہ گھر تھو سوا میں دہلی  
 کہیں کہ نہ کہیں مہر کو بھی مہر  
 ہر ہے شکر میں دہلی مہر  
 تو دہلی ہے کہ اور دہلی ہے کہ ہر ہے  
 گھر گھر مہر میں دہلی مہر  
 تھو کوشش مہر میں دہلی مہر  
 مہر کو نہ سے غلے مٹی کی داریت !

### قطرہ

ظہار صوم کی بکھر دھلہ ہو  
 اس غصے کو خوارے لہو دکھا کہ  
 جس پاس دہلی کھل کے کھلے کو بکھ نہ ہو  
 دہلی اگر نہ کھلے تو بھار کیا کہے؟  
 گزراشی مصنف پر حضور شلہ

اے شلہ ہوں اور گ  
 اے ہزار آلب آہ  
 تھا میں آگ ہے نالے گوشہ تھیں  
 تھا میں ایک دہلی مہر مہر  
 تم نے مجھ کو دہلی مہر مہر  
 ہوئی مہر مہر مہر مہر  
 کہ ہوا مجھ سے دہلی مہر  
 دہلی مہر مہر مہر

مجھ کو رکھو کہ ہوں یہ قد حیات  
 اور بھاری ہو مل میں ہو ہا!  
 میں کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض  
 اور راتل ہے سو کی کرار  
 میری جھک میں قتل کا  
 کیا ہے شریک ساہوکار  
 آج مجھ سے نہیں ملنے میں  
 تیرے غم کے غم غل

درد کی دھندل کر نیچے  
 ہے اپنی میری جھک اور دار  
 دم کا حرم کر کیے  
 ہے غم میری ہر گاہ ہا  
 غم ہے گرد ہو غم کی دار  
 قر ہے کہ نہ نہ کہ کا یاد  
 تب کا بند اور ہوں کا  
 تب کا دار اور تھیں اور  
 میری جھک کیے ہا ہا  
 کہ ہو مجھ کو زندگی دھار  
 غم کر ہوں اب وہا ہا کام  
 شامی سے نہیں مجھ سوکار  
 تم سلامت ہو بڑا ہی  
 ہر دن کے ہوں میں نکال ہار

### قطعات

یہ حکیم ہوں کاظم ہے میرا نام نہ لے  
 جہاں میں ہو کوئی غم و غم کا طالب ہے  
 ہوا نہ ظہر میری کئی کئی لکھے  
 کہ ہو شریک ہو میرا شریک طالب ہے

کچھ تو دے۔ نگ ہے جہاں  
 ہوں خود اپنی فکر میں کا غار  
 کہ کر اپنے کو میں کوئی غل  
 چاہتا ہوں کہ آئے خاک کو ہا  
 تلو ہوں لیکن اپنے ہی میں کہ ہوں  
 بدست کا ظہر کار کرار  
 جلد دار اور میر اور دار  
 کا پیش سے یہ مریض ہا  
 ہائے دار بھی ہو کھانہ غرا  
 تیشیں ہو جھکی طش ہا  
 د کوئی تب سے تو کس سے کوئی؟  
 دھاتے غورانی غورانی  
 وہ مرثا اگرچہ مجھ کو نہیں  
 ذاتی اور کھنڈر ہر د دھار  
 کہ تو ہائے میں چاہے آکر  
 کہ ہے ہا دھن آوار  
 کہیں نہ دار ہا لکھے غل؟  
 ہم رکھا ہوں ہے اگرچہ غار  
 کہ ٹھیک نہیں ہے لب کے مل  
 کہ غل نہیں ہے لب کی ہا  
 رات کو جگ اور دن کو دھپ

ہاڑ میں ہانگی ایسے لیل دھند  
 آگ کہے کئی تک غل؟  
 دھپ کھلے کئی جگ ہا دار  
 دھپ کی پائل جگ کی گری  
 دھن دھن دھن دھن دھن  
 میری جھک ہو غم ہا  
 میں کے لکھے کا ہے جب ہا  
 دم ہے سوئے کی بھائی ایک  
 غل کا ہے ہی جلی ہا



دلہ کر شب کو خیز آتی ہی نہیں  
سنا سوگند ہو گیا ہے باب

شکل ہے راس کام میرا اسے دل  
میں ہی کے لئے مسطور لو کمال  
اسکی کہنے کی کرتے ہیں فریادیں  
مکرم شکل دگرہ مکرم شکل

کبھی ہے ہر لمحہ کو شہد ہم بدلنے والی  
ہے لطف و حظیرہ شہد ہے دلی  
یہ شہد ہند دلی ہے بھت دہل  
ہے دھت دہل د دہل دہل کی دلی

ہی شہر میں مشقہ و فانی  
آہر چل د چل ہی ہم  
ہوں شہر نہ کہیں ساقی د چل ہم  
ہے اب کے شہر قدر د چل ہم

حق شہر کی جا سے حق کو شہر کہے  
بہت شہر دہل دہل کہے  
ہ دی ہو گئی ہے دہل دہل کہے  
ہے سر "کر" دہل دہل کہے

اس رشتہ میں ناکہ نہ ہوں کہہ جا  
لے ہی ہوئی شہر ہوں کہہ جا  
ہر نیکے کو ایک کہ فرض کریں  
لے گئی ہوں کہہ جا

کہتے ہیں کہ لب و لہجہ آواز میں  
مطلق کی پستی سے اسے ہر میں  
ہر ہر کہ علم سے انہما ہر کہ  
کہہ کر ہوں کہ اس میں ہوا میں

ہم کہہ جتہ ہم کہتے دہل  
کہتے ہیں دہل ہم کہتے دہل  
کہتے ہیں کہیں دہل ہے دہل دہل  
ہہ کہہ ہی ہجہ دہل کہتے دہل

مطلق خود دہل کہتے دہل  
کہتے دہل کہتے دہل دہل  
دہل دہل دہل دہل دہل  
دہل دہل دہل دہل دہل

ہی ہم کے ہجہ کو کہی کا ہجہ  
ہجہ ہی ہر دہل دہل دہل  
کہی کہ دہل دہل دہل دہل  
دہل دہل دہل دہل دہل

نہی

دہل دہل دہل دہل دہل دہل  
دہل دہل دہل دہل دہل دہل

ہم دہل دہل دہل دہل دہل  
دہل دہل دہل دہل دہل دہل  
دہل دہل دہل دہل دہل دہل  
دہل دہل دہل دہل دہل دہل

م نے دھت کدہ سج جلی میں نہیں شیخ  
شوط خلق کو اپا سوسلی سما

ہے کہی تھا کا دھرا قدم بارپ؟  
م نے دستور ملک کو ایک نکلو نا بنا

لی نہ دستور ملک ایک جلی م کو  
دم کو لے کے دل میں تھار صوا کا  
عاشق ہر اک دل کے چچ نمب میں ہے  
میں دعا ہوں تنہو بدھ تھا کا

سافر بدھ ہر شد ہے ہر دور خاک  
تنہو بدھ نا کو ہر سالی ملک  
کس قدر خاک ہوا ہے طرز ہوں بارپ !  
نکلو ہر وہ سیدائے جاہل ملک

کس کا جیل کھوہ انکار تھا  
ہر رنگہ گل کے ہرے میں طرز ہے قرار تھا

دھ ناہل ہے یکہ آئینہ چاندی کس نے  
طوسر ہر چہ جلی دھنل بدھ؟  
جانی ہے کاشیہ ہر رتہ  
رنگ نے کو آنکھوں کے متعل بدھ  
استطیرا ایستو کاشیہ سے ہر  
ہر کس آپ نہ کھلی است شکل بدھ

شرر فرستہ گہ سنان یکہ عالم چاندی ہے  
ہر قدر رنگہ ہاں کرش میں ہے چاند سنان کا  
لکھ راہ حق میں غلبہ گم رہی نہیں باب !  
صانع شعر صراحت حق ہے خدہ بیدل کا

ہر دلا ہائے سہرہ کیمہ تنگہ  
ہر لہے کہ لہو صبحو ایباب تھا

ہر صورت کھنڈ ہر سنی نمب  
سہ ! میں عجم ہوں چمکھ کا

ہر خوابہ دھنی کدہ کھو یکہ درگو آکھی  
لکھ کو طرز استہ ہے نکلو قدم ہوا

اسے دانے غلط کدہ خلق ! دھ ناہل  
ہر پردہ نگہ کھو دلو کدہ طور تھا  
ہر رنگ میں جا اسے قدرہ انکار  
پردہ چلی ہر شیخ کھو تھا

سہ کا قدر طواری ہے لیکن صحر ہے  
ک صورت کل ہر مشرہ سم ہائے جانی کا

سہ ! سافر کلر حلیم ہر کرش سے کہوں کی  
کہ نکلو کھو میں ہے گہ ہر روز گلی کا

سہ ! ہر جلی ہر سلفہ زون جہم ہے  
تہ ۲ ہنگی کتا ہے دھوا ہے خدای کا

مطلق میں م نے ہی لوم سے پہنچ کیا  
دست نہ چاہیے مہلہر تھا سب کا  
آؤ کہ گرفتار سر رات ہوا  
دلورہ رات کہ وارثہ ہر غیب کا

شہید ہادی لہر ہی میں ہادی کر رہا  
عجب ! ایسے جگہ کو شہید کی رہا

عقلو ہے کیسے ہے اضطراب کرا رہا  
دست کل کا رہا عشق مست رہا

ہوا کی مہر کی صحت کل طرب ہے  
سر میں ہواستے گلشن گل میں گلہ سرا

ہر وہ سوسے جان آتا ہے تھا لیر کے  
رنگ لڑا ہے گلشن کے ہوا رہاں کا

امد ! لہوہر طبیعت قدردان تھا دستان میں  
عقل کا بندہ ہوں لیکن نہیں مطلق نفسیر کا

دل دیگر فکر فرقت سے گل کے خاک ہوا  
دلے ہوا خیالوں وصل غم ہوا

ان دل لہجوں سے نہ کہیں میں پ وار آئے  
رہا جو ہے کھاتا ہے غم میں گیا

خدا ہستی سے رہے ہم اگر نکلا  
کسی میں شریک اختیار ہوا  
دلورہ یک شہید و شہادت ہی لڑتے ہوا  
نہا + گلہزما گولہ گولہ ہوا

لے گا ! میری خاطر رہا کے سا  
تھا میں کئی عہدہ شکل میں رہا  
ہر پہ میں ہوں غریب غیری غن و لے  
آئینہ گو ! میرے شکل نہیں رہا

بہت ہستی ہے ہر شخص ہڈی ہائے دور  
ہر صبر ہادی ہی ایک جہاں تا قوس کا

رنگا لفظ لے وہ لہوہر لہو کا لہو  
شہادت فلم کوہر جان مجاہد کا

کا کہ خلق ہے بے مصلحت ! حیرت پرستوں !  
نہیں گرفتار سر نہ ہوا مطلب آ  
امد کہ بہت ہستی سے غرض وہ کھلتی ہے  
لہو میں نہ ہواں میں ہر جہاں رہا

میں صحت ہے سر لہوہر ہادی خاطر ہے  
کہ داغ آلودہ ہوا رہا ہے نام میں کا  
بہ مہر فکر خاص ہوں گل گولہ صحت  
مہا ! ہر صحت کیمر لہوہر نام میں کا  
امد ایسا ہے سبزی سے ہے حکیم دھن کی  
کہ کشتہ رنگ میں لا لہر ہے ہوا لوم میں کا

زندگانی نہیں چلی تو جس چہ سودا  
لفظ آرائی ہمارے یہ ہی خاص گل و سج

اگر سودگی ہے عدالتے دیکھو ہے کئی  
یار گردنوں سے دھڑکے سے دھڑکے اپنا

ہائیکو ہے فنی و فکر و دہر و دہم  
ہمیں دہل جاتی ہے جہاں ہمیں جہاں فرید  
عالمیہ رنگ دل ہائے دشمنی سے  
دوسرے شجرہ دل ہائے دشمنی پر

نہ ہمارے کی عکاسی کرتا ہوں اپنی  
سروش و شمع و شمع سلامت !  
ہے عالمیہ غنہ منظور کردوں  
یہ کہا ہے نکالی ہے حضرت سلامت !

ہم سواظم ہمارے ہی نہیں پیدا نہ کی  
گل ہوا ہے ایک نظمیر سے ہر گلشن راہ  
چکا ایک کھم ہے لب آتا ہے آہل اس طرف  
خدا کا اسے آواز ہے مرکز غالب اترتا ہے !

بہ کہ فکریہ دعا ہوتی نہ ۲ سوز و غم  
دلایہ حسرت میں ہر آنکھ ہوائی صحت

اے سودا ! ہے ہا ہے ہر جہاں ہر جہاں  
ہمارے حلیم میں ہے دہلی گرائی صحت

تو بہت لفظ اور خیال ہوا ہوا  
اے غنہ اور سوز ! تو ہے صفا ہوا  
سوز و غم ہے ہر آنکھ ہوائی صحت  
ہوا ہے ہر آنکھ ہوائی صحت

لشکر گل جن میں ہے گویا ہوا ہوا  
ہر شجرہ فخر و گل میں کہ ہے دشمنی حراج

ہم دیکھ کر طرب دیکھ کر کھنکھاتے ہیں  
شعریہ دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر  
سوز و غم ہے ہر آنکھ ہوائی صحت  
شکل آہلی کی یک لعل ! حلال آہلی ؟

حیرت ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر  
ہستی نہیں ۲ سوز و غم دیکھ کر دیکھ کر  
کس بات ہے منظور ہے اے ہر آنکھ ؟  
سوز و غم دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر  
آہلی ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر  
ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر

ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر  
ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر  
ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر  
ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر

آہلی ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر  
ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر



کتاباں دہیں ہیں ہر مہر کے آگے  
دہن میں کو جیسے طہانے کی تہر (مخبر)

ہوں احمد ہندو دہا کا جو سر سے  
ہوں عاشقوں میں ہے سمیرا فہر داغ

کئی تارہ ہیں ہے سمیرا اچھل ہے ا  
تخلو مسٹر کیا ہے خوشی دلا دلا  
آئو رنگو داغ ہر کی کو کتنے ہے فہر  
ہے مل سو ما سے گرا دلا دلا

حق جیسے ہی جیسے کو لے تو کھڑ رہا  
گمراہ چاند فہر کے کئی شہر صفا ا

فرس ہر دہا دہی دہا سو سو  
ہم یک طرف ہیں ایک طرف دہا یک طرف

لے گمراہ سمیر دہا دہی ہا نہ ہاگ  
جو ہر دست دہا دہا دہا دہا دہا

ہم ہے ہر فہر ہر یک فہر دہا  
کا شہر میں کہ کج ہے فہر ا جا نہ ہاگ

ہے ہر دہا میں دہا دہا دہا  
ہیں ہوں فہر فہر ہر ہا فہر دہا

لے ہاگ ! خاک ہر فہر لاکھ  
لیں ہاگ ہر دہا دہا دہا دہا

فہر مسٹر دہا کا دہا دہا  
دہا دہا فہر دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا

ہاگ گمراہ کو ہے ہر دہا دہا  
ہاگ دہا دہا دہا دہا دہا دہا

کی کئی دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا

لے دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا

دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا

یک دہا دہا دہا دہا دہا دہا  
دہا دہا دہا دہا دہا دہا دہا

دلت ہے گر ایلوئیں سبھی رنگی کرے  
ہوسلو گل جلد لیا ہے ۔ ہزار ہا

دو دو دم آئینہ عمارتِ فنا  
دائیں کی غنِ دشت ہے بائیں

ہوں گویا نگارِ قصور سے لڑے سزا  
میں ہوسلو سبھی رنگی ہزار ہا  
میں جنم داکھہ دھنیں نگرِ فریب  
لیکن مہک کے ظہورِ خوشیہ ہوا ہوں  
چراغِ مہیں ہے اصل نگہ و آواز  
ہند سونج تپ لیلیں ہوا ہوں  
سر سے دہلی ہزار آواز ہوا  
ہارپس میں کس غیب کا بخت رہا ہوں !

فرصتِ یک چشمِ حیرتِ عشقِ صفتِ انواری ہے  
ہوں چند اما ہزارِ دامن کی گھر میں  
سلی گل دلا دھواں کھٹ گل سونج ہوا  
رنگ کی گری ہے گزرا ہاں کی گھر میں

شیخ ہوں لیکن ۔ پند دلاؤ خدا بچو  
دعا تم کہو کہ سو ہر طرف جا ہوں میں  
ہے تھکا لگے سو دہلی ہر یکہ صدمہ لی  
ہوں پڑھنے دلی صفت ۔ صفت جا ہوں میں  
شیخ ہوں تو ہم میں جا رہی طالب کی طرح  
ہے گل سے گل ترانے بخت ! جا ہوں میں

۔ قدرِ عسلِ عشقِ جا رہی ہے  
دگر دھرم آئینہ کی صفتِ معلوم  
بدلتا کہ غمِ شہرِ جا رہی ہے  
جس کو ۔ ۔ ۔ گم ہوا معلوم  
ہند فراتِ دھرمِ انکسیرِ طرزِ جا  
دگر دلی دلی صفتِ دھرمِ معلوم

میں تو طردِ گشتی سے بھی ۔ گزرا ہاں  
آج تھیر دلب سیزم پچھہ ہم  
دشمن ہے رہی مچ دھرمِ حق نہ ہوج  
کھسرا ہاں میں ہوں سے سرِ جا رہی ہم

رہنما لکھو ہارِ دھرمِ جا رہی ہے  
مہک مہل آوازے دھرمِ جا رہی ہم  
تھکتا تھکتا تھکتا تھکتا تھکتا  
ہوا آواز ! گم گم جا رہی ہم ؟  
نہ فتنہ گریہ نہ پادشاہ دلی  
گم گم گم گم دھرمِ جا رہی ہم  
اسد ! لکھو کہو ہوا ۔ جا رہی  
کھسرا تھکتا سے ہوا جا رہی ہم

کرے نہ پائے صفت سے شہرِ جا رہی صدمہ !  
لب کے ہوا کا بچہ گزرا دلی ہم

بھر کے شہر کا انواری کون کیا طالب !  
میں کا دلی ہم اور کھسرا کھسرا نہیں

لک سطر ہے کلا ہے  
میں عطر کہ انھیں کہیں !

چند عراب کی منہ کی طرف رہتی ہے  
گراہت ہیں عطف میں عطر نہیں

وہ دل ہوں شیخ بحر دھوئے لگاؤ ! جس سے  
گہ بہ روز لک دیدار عطر تھا وہ

سم کلی ؟ کیا دل نے وسط پیرا  
بہ اس سے دہا کہیں وہ بہت عطر وہ

زلف خیل ہاک دھند ہے قرار  
دارب ! جان شہ کئی گنگو نہ ہو !  
تکلی باز کھلا بیڑیگ عقید  
بہت عدم ہے گنگو کہ رہ رہ نہ ہو

ہم دھوئے تیل دم جہہ کوہ کلی  
انجیر شہ طلعت دھنل ہے گنگو

کھا خاکسار غم روا اپنے سے کہ کہ !  
دو چائی اور لک عطر د پاپہ

دیکھو دھنل ہے اور ! شہہ لڑکی  
لوں کہ دل لک عطر د عطران علم پندہ

ایک اور شہ رہا لک دھنل ہے  
ہے ایک عطران زلف رکھتے ہیں  
دھنل فرقت دھنل رہا ہے باب !  
بہن دھنل دھنل دھنل رکھتے ہیں

خیل سطر اپنے قصہ عطر عیت ہے  
ہے عیت لک دھنل سے کھینچی ہیں تصویریں  
ہوئے سطر لڑکی پندہ کوئی عطران ہے  
دگنہ عراب کی عطر ہیں عطران میں تصویریں  
اور ! عطر عطران عطران دل کہ کیا کہیے  
کہتا ہوں تھیں کہ عطران عطران کی عطران

کس کہ ہوں دارب ! سطر سطر دھنل دل  
گنگو دھنل عطران عطران عطران نہیں

ہے عطر دور عطران عطران عطران عطران  
آئی عطران کہ ایک عطران ہے عطران نہیں

ہے دھنل سے دارب دل کی قدر دھنل  
عطران تہ عطران میں عطران کوہ نہیں  
پندہ لڑکی ہے عطران عطران عطران عطران  
لک عطران عطران عطران عطران عطران

دھنل دل یک عطران عطران کی لک لک !  
دھنل سطر ہے عطران عطران عطران

ہوا اصل سے خلقِ طلقِ دہلی میں نہا  
سہر قلعہ کا کعبہ ہوا کھول کر تھک لی ہے  
جان میں کس کی یہ رگم بھلی ہے دگر لکھا  
کہ رنگ رنگہ کس پیچیدہ دہلی میں ہے

ہے بچم دل نہ کہہ سہی ہر حال وار  
بچنی ہے ہر وقت وقتِ انقب ہے

کچھ پست خلقِ دہلی کی طرف گرد !  
بارش آئے پانی دھو دھو دھو  
یک بار چھٹکے ہوں بھی طہور ہے  
اے دہلیو خلقِ لہو دھو آنا دھو

اسد جانِ قامتِ عجب کا رفیق کرشن  
لہو لہو لہو میں پڑنے لگے عجبوں میں ہے  
یہ سہی ہے اقل خاک کو امر بولی سے  
دیں دہلیو طرب سے ہنس کر بدمعاش ہے  
اسد مت دگر قحب فر دہلی اپنے ہم کا  
کہ یہ ہوا بھی شیرِ انگو بہنو اقل ہے

ہم خلقِ فکرِ دہلی دہلیو ہر سے اسد !  
دلی نہیں ہے ہی فکرِ مدد کے

اسد ! پھر قلعہ دارا ہے قریب کا قلعہ  
اگر دا ہوتی دھکوں کو یک عالم گشت ہے

دہلیو دل ہے نہیں کا سببِ گشتِ دہلی  
ہے غلی گداز دہلیو غیر غلی  
کئی آگہ نہیں دہلیو ہم دگر سے  
ہے ہر ایک فردِ جان میں دہلیو دہلیو

دہلیو دہلیو کا شرم دہلیو کا کچھ  
غلام آگے لڑب اہل نہ کچھ یا کچھ  
کچھ بے غلامی دہلیو بے غلامی ہم دگر  
کچھ خدا کی بار ہے غفلت ہوا کچھ  
ہے غلامی دہلیو دہلیو دہلیو  
ہے یہ سہی کھٹکے دہلیو نہ کچھ کچھ

دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو  
یک بار دہلیو دہلیو دہلیو

کچھ دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو  
دہلیو کو بھی آگ دہلیو دہلیو دہلیو  
کچھ دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو  
دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو  
دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو  
دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو

کچھ دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو  
دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو

دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو  
دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو دہلیو

اسد بہار تھلے تھلے گھٹکے جیت  
دھلو لہہ خاویں سو کھست ہے

تھلے جوں دھل کر لے صں اکب تک  
ایچہ نہال کو دیکھا کہے کوئی  
دھل سرکے ہے تھلے لہہ لگ  
صرا کھل کر دھت دیا کہے کوئی  
" شرا لہہ صں پ طہر ہے اسد !  
دکھا کہے اس کو آتہ دڑا کہے کوئی

یارب ہمیں ؟ غلاب بھی ہی مت دکھانے  
پ صر خیالی کہ دتا کسی شے

لہہ کھپا ہے کھلا داغ دولت ہوں اسد !  
کیا دڑا ہے بھرتہ دھم آتہ تھلے کی ؟

کیا ہے ڈکھو دتا کھلے سے  
ہیں حاصل صیں ہے حاصل سے  
خراپہ دہم دہلے یکے کھو خاک  
دھل خوش ہیں جیئی عالی سے  
خداشنی پد سے مہوں تر  
کہے ہم دہدہر ! کھلے سے

دکھ ہے اسٹھو لہہار تھت ہے اسد !  
چ دیکھہ دل تھہو خاطر تک ہے

چا کریں دتا تھلے سو د گل  
سرت کھلے کو سار دتا د چاہیے  
دھلے ہی مایہ دتا نہالو خلق  
لہہ ہے تیر آتہ کو دہر دہیے  
تھلے جہار سوہر گل ہے سوہر گل  
دکھا لے ہم کھلے گھانڈا دہیے

دوڑیہ اقلہر تیر از شہر ہیں صیں  
یوہ صں صں ! کھلے تھہو دتا ہے

آکل اقلہر ! یک شہر دتا تھہ سے  
پتھ آکلہ صں شہر چاہی تھہ سے

اسد سر شہرہ دتا خلق دہاں آتہ؟  
دتا سا کب دھتہ صہر دھتہ ہے

تھہ صہار سرت ہاپہ آتہ تپہ دہانی  
کہ دھلے کس طرف دہاں؟ کھ دھتہ صرا ہے  
اسد ! ہاپہ دتا سے د دھہر دہانی  
گھتہ ہر دتا تپہ صں دتا ہے

دل سرت دھتہ صہارے تھہر ہر ہے  
پ دھل شہر بھتہ خاک تھہ ہے  
ہر تھہ کا خاک دست د دہانے لہہ سے  
بھوں لہہوہر گھلے صہوہر دہاں ہے  
چہ ہلہ تھہ د تھلے تھہ ہے صرا  
یک تھہوہر دھہر گل صں تھلے کھہ ہے

علم انت یک عقل سے پہلی دن  
ہوں جس سے عقل کا لہجہ پہ اسی ہے

دام کلمہ جو میں ملتی اسفل کلمہ  
پُھلنے لگی فہرست عالم اسوہ ہے  
کیا کہوں ہمارے کی آواز کی عقل؟  
عالمیت مسرور بل و پر کشیدہ ہے  
بس طرف سے آئے ہیں آخر نور ہی ہائیں گے  
مرگ سے دشت نہ کرنا دم جہاں ہے  
کھلتے پھلتے مہرِ قیام سے اسوہ !  
اے سرِ انجمنِ ترکِ جہاں فرس ہے

صلی اللہ علیہ وسلم میں لہجہ خوشی نکلتی ہے  
دستِ قادہ گل سے منتقل سہاگہ ہے  
کیوں نہ چچ ہار کو چھوڑا اللہ کوں  
دلِ عشق کی سرلا کا رب جہاں ہے

ہر دہانہ سے تو نہ کیا وہ راہ ہے  
دہان کو اس کے آج مہلت کچھ ہے

نہ حیرت جنم سنی کی نہ صحت دور سفر کی  
مری فصل میں غالب اگر دلِ حاکم جاتی ہے

نار دہلی بھی آئینہ لائق بہار  
ہوں میں وہ بارگاہِ پریوں میں بہا ہے مجھے  
ہم ہر وہاں ہے سرشارِ تماشا ہے  
کس کا دل میں کہ وہ عالم سے نکلا ہے مجھے؟

غافلِ جہانِ باطل از معنی قرب !  
جب ہوئے ہم پہ گزشت کی کیا تعمیر ہے؟  
جب ہو جاتے ہیں غبارِ جہاں سے سو  
لکھ بچا کر اسوہ ! کر کہ ہے ہاتھ ہے

اسوہ ہمارے ہر صفت ساری ہے عقل میں  
صورتِ گیتی میں باطلِ کلمہ آتا ہے  
خیر گم کو شکِ جنم کو عدو جاتے  
وہ جلو کر کہ د میں پھول نور نہ جاتے  
عقل یہ بلکہ رقیبِ رنگہ پہ ایک عدو  
نہاں اس سے کرنا ہیں کہ تو جاتے

آواز سے عکسِ آبی نے دہان تو کیا  
کیا کہوں اگر سہاگہ ہمارے پہلی کرے  
پیشانی کا جہاں ہے بل ہو غالب ! تو ہر  
کیوں نہ ملے میں ہر ایک بچہ نوبی کرے

تو چھٹے جب ہم ہم دوسرے ہم کو کیا  
اتوں سے ہمارے کلام کر رہا کرے

پہ رانی جہاں ہے آئینہ بستی و گور  
وگرنہ ہر میں ہر قصہ جنم، ہم ہے  
اسوہ ! پہ بلکہ کی طرح آوازِ خف  
کہ ایک دم ضعیف دہلی، وہ عالم ہے

اسوہ خیر و خاطر جب نہ رکھ باطل !  
ہاں لڑائی و طواریں بہار ساری ہے

زندگی میں بھی رہا عشق کو کا ہوا  
 تو نکلا غلب اس سارے غل نے مجھے  
 اس کہ حق لعل فریبی چھوڑی حق  
 دیکھو شربت نہ دیا تھو ٹیڈل نے مجھے

دل تو ہے پہچانی ہے کہ  
 کہ تو ہے پہچانی تھا ہے

صبرت طلب ہے حق معلوم آگے  
 علم گذار آگے ہے

اور تو رکھنے کو ہم دور میں کیا رکھتے تھے  
 ظن اک شمع میں لولہ رہا رکھتے تھے  
 اس کا یہ دل کہ کوئی نہ دیا بچہ  
 آپ لکھتے تھے ہم دور آپ انہ رکھتے تھے

روز اس قدر میں اک حکم بنا ہوا ہے  
 کہ مجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوا ہے

میں میں حلقہ بچاؤ ہے جہاں دور میں  
 تم ہو جہاں سے غریب میں سے ہوا دور میں  
 تم ہو جہاں سے ہر جہاں چادر ڈھلی کیوں ہے؟  
 تم جہاں ہی کھڑا تھا دور میں  
 کوئی دغا میں نہ کر دیا نہیں ہے دغا!  
 دل بھی دغا ہے پھر کب دغا دور میں  
 کیوں نہ قہر میں دغا کو کا لیں دغا!  
 میر کے واسطے قہر ہی تھا دور میں

دشمن قہر سے دل کا صبر طلب ہو  
 شادی و غم چلنے نے دکھایا ہے مجھے

مکمل جس اثر موقوفہ انداز حاصل ہو  
 ظلم و غلامی سے ہی قصہ ہر ہے

فرسید ہر اہل طہیر ہر  
 ہزار دہائی و چھین دہائی  
 ہزار ہزار آواز ہزار  
 ہزار ہزار صبر ہزار آواز

گراہے غفلت فکر ہے دل تھا سے  
 کہ غافل کو ہے ہر گز دل تھا سے  
 شرمی میں ہے ہر گز دل تھا سے  
 چارہ بچ دیکھ ہر گز دل تھا سے  
 ہزار ہزار ہزار ہزار  
 ہمیں ہر گز دل تھا سے  
 ہر گز دل تھا سے ہر گز دل تھا سے  
 ہر گز دل تھا سے ہر گز دل تھا سے

زندگی حق میں معلوم حاصل ہے  
 ہے ہر گز دل تھا سے ہر گز دل تھا سے

ہر گز دل تھا سے ہر گز دل تھا سے  
 ہر گز دل تھا سے ہر گز دل تھا سے

” میں ہم کہ چلے جائیں دم کو لے لیں !  
 ساتھ چلنے کے اکل کی چل گئے  
 آئیں جس دم میں ” تنگ پھر اچھے ہیں  
 لوہہ برہم ہیں پھر کھل گئے  
 وہاں وہی ہر ہے دت سے ڈلے آج غم !  
 دل کے ٹکڑے بھی کسی طنز کے شعل گئے  
 ماما مور و پای نے نہ کیا ہے نہ کریں  
 کس تیرا ہی مگر تجھے غفل گئے  
 موت بس اس کی ہے نہ مر کے وہی دلی ہوئے  
 ثابت بن کی ہے نہ اس کوپے سے گواہی گئے

محب کے زہر ملیے اک گھر کا لیا ہے  
 یہ بخار کینہ مسیہ و خدا ہے

ہے نصیب کہ ہر امید گزر جانے کی مر  
 نہ لے دلاکر روزِ بڑا ہے تو کسی  
 غیر سے نہ گئے کہا غیب بھی اس نے  
 نہ کسی دم سے نہ اس سے ہی رہا ہے تو کسی  
 نقل کرنا ہوں لے بند اہل میں بھی  
 یکہ نہ کہ روزِ اہل تم نے تھا ہے تو کسی  
 بھی آہلے کی ہیں کرتے ہو چلای غالب !  
 شہرِ بولی عشیر و خدا ہے تو کسی

میں کہنے کا میں تھیں وہب سے ہار  
 میں بھی ہوں محرمِ سرورِ تمہوں کا نہ کون  
 فکر مجھ لے نا کوئی غلط مجھ  
 اپنی جاتی سے ہیں ہزار تمہوں کا نہ کون  
 دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمنِ بانی ہوا  
 میں اک نکتہ میں کر لہ تمہوں کا نہ کون

مجھ سے غالب نے طعنی لے ٹول کھول  
 ایک بیاد کر کے قرا اور کسی

طنز نہیں کہ بھل کے بھی آرمیہ ہوں  
 میں دشمنِ تم میں کھلے میاں وہ ہوں  
 ہر چاہیے نہیں وہ بھی قدحِ حیات  
 میں باسٹو ہر قیمت دلِ غریہ ہوں  
 ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے مری جگہ  
 ہوں میں کامِ شکر و شہید ہوں  
 پانی سے سب گریہ دارے ہیں طرح سے  
 دارنا ہوں آئینے سے کہ موسمِ گریہ ہوں

پہلے کا نہ تم ہر دم کی لے سے !  
 ہر دلت طبعِ شمع سے لے نا سر چلے

طنزِ بیدل میں دلت کہا  
 اس دلت میں ! قسمت ہے

لکھا کرتے کوئی انکارِ طبعِ مولا  
 کے خیر ہے کہ وہی جتنی رقم کیا ہے !  
 نہ حشوِ فقر کا قائل نہ کہیں دلت کا  
 خدا کے دانتے ! ایسے کی ہر قسم کیا ہے !

نظمِ غلامِ کابل دمِ بیکل آئے  
 جان جانے تو یہ ہے چہ کہیں دل آئے  
 بن کو کیا علم کہ کتنی چ مری کیا گزری  
 دوست نہ ساتھ رہے کسیرِ ساحل آئے



کہ ہے وہ مرا اہل نہ پہنچے تو اس  
مسیحہ مل اپنے ہر اشد کویں کا نہ کویں

### روایات

سلاطین بڑے خوشنویس ہیں  
سارے شہر شہر گردن ہیں  
پشت رسا آئے ہے دین دنیا  
ظہور ہے وہ جلی سے روشن دل  
اسے کلچر طبع ہے شہر اہل  
ہے اہل نور سے شہر اہل  
یک تقدیم خون و مسخرہ مد شہر  
یک دام و مہاجر بڑے اہل  
قطر

اس کہ فعل ہائے ہے  
ہر ظہور انکس کا  
کمر سے ہزار میں لگے ہوئے  
زہر ہوا ہے کہ اہل کا  
چمک جس کو کہیں نہ اہل ہے  
کمر کا ہے نور اہل کا  
شہر دلی کا وہ نور پاک  
تقدیم خون ہے ہر سلاطین کا  
کئی دلی سے نہ آئے ہیں تک  
کئی دلی نہ ہا کے یوں کا  
میں نے ہا کہ لی گئے ہر کیا  
دلی دلی تو دلی دلی کا  
کہ جلی کر کیا کے شہر  
سوزنی داغ اپنے پانی کا  
کہ وہ کر کا کے ہام  
ماہر دلی اپنے گہاں کا  
اس طرح کے دلی سے ہار !  
کا ہے دل سے داغ ہوں کا

### سرا

خوش ہا اے بلند اک ۔ کیا ترسے سر سرا  
ہندہ غور ہوں بندے کے سر سرا  
کیا ہی اس ہار سے نکلتے پہ بھاگتا ہے  
ہے ترسے صحن دل غور کا ہار سرا  
سر پہ چھلچھل پھرتا ہے ہر اے طرف کھل !  
بھ کو در ہے کہ نہ چھنے زائہ سر  
تا ہر کر ہی ہدے کے ہوں کے سولی !  
روں کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سرا  
ملت دنیا کے فرام کیے ہوں کے سولی  
تب کا ہر گاہ اس لہر کا کر ہر سرا  
سرا پہ دلی کے ہر گاہ سے لیتا ہوا  
ہے رنگ ہر گاہ ہر سرا  
یہ بھی اک ہے اپنی حق کہ ہا سے ہوا ہوا  
نہ گیا حق کے دامن کے ہار سرا  
لی میں اتریں نہ سولی کہ جس میں اک چھ  
چاہیے پھولوں کا بھی لیکہ ظہور سرا  
بب کہ اپنے میں طویں نہ خوش کے ہدے  
گندے پھولوں کا ہوا ہر گاہ کہ سرا  
سرا دھن کی دھ گور لفظ کی چمک  
کین نہ دکھائے لہر سرا  
ہر دلی کا نہیں ہے ہر گاہ لہر ہوا  
لے گا لہر گہاں گور سرا  
ہم حق طبع ہیں تاج کے طرف دار نہیں  
دیکھیں اس سب سے کہہ دے کئی چھ کر سرا

نہایتِ اکبریٰ اے دلِ غنیمتِ جا



فہرستِ امروجاہِ گاہِ ساری ابدین



Lahore March, 98.

بیا کرتا آسمان بگوانیم  
 قضا بگوشش دہل گراں بگوانیم  
 اگر دشمن ہو گیا سردار نہ دیشیم  
 وگرنہ شاہ رسد رسد بگوانیم  
 اگر کہیم شود سزا بگوانیم  
 و خلیل شود ہمیں بگوانیم  
 بجگ بلج ستانہ شاہی  
 تھی سب ز گراں بگوانیم  
 بصلح بال فشانان بگوانیم  
 ز شاہد سوئے کشیاں بگوانیم  
 رحیم دین و تو زما بگوانیم  
 گر آفتاب سوئے خاواں بگوانیم

